مدیر

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

معاونین

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی

مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری

مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی

مفتی محمد احتشام قادری

www.facebook.com/darahlesunnat

مواعظ الجمعة

تحسینِ خطابت

جلد اوّل

(جنوری تا جولائی ۲۰۲۲ء)

تالیف وترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

دار اہل السنۃ
لتحقیق الکتب والطباعۃ والنشر

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (تحسینِ خطابت، ۲۰۲۲ء) جلد اوّل

تالیف و ترتیب: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

مُعاونین: مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی، مفتی محمد احتشام قادری حفظہم اللہ تعالی

مجموعی تعداد صفحات: ۹۶۰

عدد صفحات جلد اوّل: ۵۱۲

سائز: 23×36

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

idarakhutbatejuma@gmail.com :

00971559421541 :

00923458090612 :

www.facebook.com/darahlesunnat

آن لائن/نشر اوّل

۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء

ISBN #

9 789697 833184

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے مشفق ومہربان، محسن ومربّی استاذ، عصرحاضر کے عظیم محقق، فقہ اسلامی ومسائل جدیدہ کے ماہر، استاذ العلماء، سراج الفقہاء، محقِق مسائلِ جدیدہ، **مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی** حفظہ اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتا ہوں۔

جنہوں نے ساری زندگی علومِ اسلامیہ کی تدریس اور اِشاعت اسلام میں صرف کردی، آپ کے مقالات، مضامین اور قلمی نُقوش وآثار میں عِلمی وتحقیقی اُسلوب نمایاں ہے۔ باتیں نپی تلی اور خوب پتے کی ہوتی ہیں۔ آپ کے شب وروز درس وتدریس، فتویٰ نویسی، تصنیف وتالیف، مقالہ نگاری اور مختلف سمیناروں میں شرکت جیسی دینی وعلمی مصروفیات سے مزیّن ہیں۔

اور

اپنے **مُشفِق ومہربان والدین** سے منسوب کرتا ہوں، جن کی کریمانہ شفقت ومحبت، حُسنِ سُلوک، تعلیم وتربیت اور حوصلہ افزائی کی بدَولت، راقم الحروف اس قابل ہواکہ آپ احباب کے سامنے اس مجموعہ **"تحسینِ خطابت"** کو پیش کرسکے۔

اللہ ربّ العالمین ان حضرات کی عمر، صحت، علم اور عرفان میں مزید برکتیں اور وسعتیں عطافرمائے، ان کاسایۂ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے، انہیں صحت وسلامتی کے ساتھ درازیٔ عمر بالخیر سے نوازے، اور ہمیں ان کے طفیل ملنے والی برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں سے مستفید ہونے کی خوب توفیق مَرحمت فرمائے، آمین بجاہِ طٰہٰ الامین ﷺ!۔

وصلّی اللہ تعالی علی خیرِ خَلقه ونورِ عرشِه، سیِّدنا ومولانا محمدٍ وعلی آله وصحبه أجمعین، والحمد للہ ربّ العالمین!.

دعاگوودعاجو

محمد اسلم رضامیمن تحسینی

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / ۸ اپریل ۲۰۲۳ء

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آله وصحبه أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسم الله الرّحمنِ الرّحیم.

اپنے اردگرد کی ضرورت اور تقاضے کے پیشِ نظر، اپنی اپنی صلاحیت واستطاعت کے مطابق، دینی تعلیمات کی نشرواِشاعت، خیر اور بھلائی کی باتوں کو پھیلانا، مسلمان کا ایک دینی فریضہ ہے، نشر واِشاعت کے مختلف طریقے ہوسکتے ہیں، ان میں سے زبانی وعظ ونصیحت، مضامین ومقالے، کتابچے اور کتابیں لکھنا وغیرہ بھی ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بنیادی مقصد بھی یہی رہا کہ وہ لوگوں تک ایسی باتیں پہنچائیں جو اُن کے دنیاوی اور اُخروی فلاح وکامرانی کا سبب بنے، اور انہیں ایسے راستے کی طرف بلائیں جو لوگوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی تک لے جائے، چنانچہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اس مقصد کی خاطر سب سے زیادہ زبانی وتقریری وعظ ونصیحت کا طریقہ اختیار فرمایا۔

فائدۂ عامّہ کے پیشِ نظر "خطباتِ جمعہ" کی تحریر کا یہ سلسلہ گزشتہ تقریبًا بارہ سال سے جاری وساری ہے، ابتداءً تحریری طور پر مستند خطبۂ جمعہ کی تیاری کے اس سلسلے کا آغاز، محکمۂ اوقاف متحدہ عرب امارات کے سرکاری فتوی سینٹر سے ہوا، جہاں ٢٠١١ء سے ٢٠١٨ء تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد سے اس اہم ذمہ داری کو اہلِ سنّت کے

ایک تحقیقی واِشاعتی مرکز "ادارہٗ اہلِ سنّت" کراچی انجام دے رہا ہے۔

عموماً یہ خطبات انتہائی مفید اور مستند مواد پر مشتمل ہوتے ہیں، ان خطبات کی تیاری میں خوب تحقیق سے کام لیتے ہوئے کمال شائستگی کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اندازِ تحریر انتہائی سہل اور عام فہم ہوتا ہے؛ تاکہ کم پڑھے لکھے افراد بھی اس سے بخوبی استفادہ کر سکیں!۔

الحمد للہ! "ادارہٗ اہلِ سنّت" اس سلسلہ میں ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے، گزشتہ خطباتِ جمعہ کو بااعتبار ماہ وسال یکجا کرکے، کتابی شکل میں بھی اِشاعت کا اہتمام کر رہا ہے، زیرِ نظر مجموعہ "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس سے قبل "تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء" اور "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" کے ڈیجیٹل ایڈیشن(Digital Edition)مفت ڈاؤنلوڈنگ(Free Downloading) کی سہولت کے ساتھ، انٹرنیٹ پر اَپلوڈ(Upload) کیے گیے، نیز کتابی صورت میں بھی (مکتبہ الغنی پبلیشر کراچی) سے طبع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اسی طرح ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۹ء کے خطباتِ جمعہ کی ترتیب بھی، ترجیحی فہرست میں شامل کی جا چکی ہے، عنقریب انہیں بھی مطبوعہ کتابی شکل کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل ایڈیشن کے طور پر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے گا، ان شاء اللہ!۔

خطباتِ جمعہ کی تیاری اور ادارہٗ اہلِ سنّت

ادارہٗ اہلِ سنّت سال بھر کے مختلف مذہبی تہواروں، بزرگانِ دِین کے ایام، اَقوامِ متحدہ کے عالمی ایام، دَورِ حاضر کے تقاضوں اور مختلف مُناسبتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، سب سے پہلے ایک سالانہ جَدْول (Annual Schedule) ترتیب دیتا ہے، اس کی تیاری کے لیے ملک بھر میں علماء، خطباء اور بزرگوں سے

بذریعہ واٹس اپ (WhatsApp) مُشاوَرت کی جاتی ہے، نیز خطباتِ جمعہ کے موضوعات کے سلسلہ میں ان حضرات سے مختلف عنوانات پیش کرنے کی گزارش کی جاتی ہے، اس کے بعد ادارۂ اہلِ سنّت کے علماء و محققین پر مشتمل ایک ٹیم (Team) ملک بھر سے آئے تمام مشوروں اور موضوعات کا جائزہ لیتی ہے، اور عصرِ حاضر کے تقاضوں اور ضرورتِ عامّہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ان میں سے اہم عناوین کا انتخاب کر کے ایک سالانہ جَدْول مرتَّب کیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ ہر ہفتے خطبۂ جمعہ کی تیاری کے لیے ادارۂ اہلِ سنّت کے محققین، شب وروز انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہیں، خوب تحقیق اور چھان بین کے بعد مستند مواد، مکمل ذمّہ داری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور علمائے امّت کے اَقوال کو مکمل اور مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی غیر مستند یا سنی سنائی بات یا واقعہ ذکر نہ کیا جائے۔ اندازِ تحریر انتہائی آسان، معتدِل، شائستہ اور شُستہ رکھنے کی کوشش ہوتی ہے، تعصُّب، غیر اَخلاقی اور غیر مستند مواد سے قصداً گریز کیا جاتا ہے!۔

اسلام مخالف سازشوں کی بیخ کنی میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار

ادارۂ اہلِ سنّت ملکی اور عالَمی سطح پر، یہود ونصاریٰ کی اسلام مخالف سازشوں اور ہتھکنڈوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے، اور ان کی بَروقت بیخ کنی کے لیے امّتِ مسلمہ کو بروقت شُعور وآگاہی دینے کی بھی کوشش کرتا ہے، اس سلسلے میں ادارہ موقع ومحل کی مُناسبت، ضرورت اور تقاضۂ حالات کے مطابق ہنگامی صورتحال میں، سالانہ جدوَل سے

ہٹ کر خصوصی مضامین بھی جاری کرتا ہے۔

تعلیماتِ رضا کے فروغ میں "ادارۂ اہلِ سنّت" کی چند خدمات

ادارۂ اہلِ سنّت فکر و تعلیماتِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش رہا ہے، اَب تک امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پچاسیوں چھوٹی بڑی، اردو اور عربی تصنیفات، مکمل تحقیق و تنقیح کے ساتھ شائع کر کے دنیا بھر میں عام کر چکے ہیں، جسے ان کتب کی تفصیل جاننی ہو وہ زیرِ نظر کتاب کے اخیر میں موجود ہماری فہرستِ کتب ملاحظہ فرمائیے!۔

عرب دنیا میں امامِ اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات کو متعارف کرانے میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار کسی سے مخفی نہیں، "فتاوی شامی" پر امامِ اہلِ سنّت کا بہترین عربی حاشیہ "جدّ الممتار علیٰ رد المحتار" کی "ادارۂ اہلِ سنّت" اور "دار الفقیہ" (ابوظبی) کے باہمی تعاوُن سے اِشاعت (۲۰۱۳ء) اس کی ایک بہترین مثال ہے!۔

اسی طرح اردو زبان میں دنیا کے بہترین فقہی شاہکار "فتاوی رضویہ" کی مکمل تحقیق، تنقیح اور خوبصورت طباعت واِشاعت بھی، ہمارے ادارے کی ایک چھوٹی سی کاوِش ہے۔

علاوہ ازیں ادارۂ اہل سنّت سے دیگر علماء کی اہم تصنیفات بھی وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر اِدارۂ اہلِ سنّت ۱۶ سال کے قلیل عرصہ میں ۴۰ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تحقیقی کتب ورسائل شائع کر چکا ہے، اور یہ تمام کتب وہ ہیں جن کی مکمل تحقیق، تخریج اور کمپوزنگ واِشاعت کے تمام مراحل، ادارۂ اہلِ سنّت کے ماہر علماء ومحققین کی زیرِ نگرانی انجام پائے ہیں، کسی تیار کتاب کا فوٹو لے کر کام نہیں چلایا گیا!۔

ادارۂ اہلِ سنّت کا مشن

ادارۂ اہلِ سنّت کی ان تمام تر کاوِشوں کے پیچھے سوچ یہ کار فرما ہے، کہ کسی طرح امّتِ مسلمہ کی اصلاح ہو جائے، ہم اچھے، سچے، پکے اور باعمل مسلمان بن جائیں، اَخلاقی اور مُعاشرتی برائیوں سے ہمیں نَجات مل جائے، ہمیں عقائدِ اہلِ سنّت اور صحیح مسائلِ شریعت سے آگاہی حاصل ہو، اَفکار ونظریاتِ رضا عام ہوں، ناصبیوں، رافضیوں، بدعتیوں اور جعلی پیروں فقیروں کا خاتمہ ہو، نیز عوامِ اہلِ سنّت میں حق وباطل کی پہچان اور باہمی فرق کا شُعور بیدار ہو!۔

احباب سے امید ہے کہ ہماری یہ کاوِش آپ حضرات کو پسند آئے گی، اور باصرہ نوازی سے شرف یاب ہوگی۔ اس کتاب کی طباعت میں ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ غلطِی سے محفوظ رہے، لیکن اگر قاری کسی علمی یا فنی غلطِی پر مطلع ہو تو ادارے کو ضرور آگاہ فرمائیں، ہم تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہوں گے !۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ سی کوشش کو قبولیت کی خلعت سے نوازے، اور اسے ہماری نَجات کا ذریعہ بنائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ!۔

وصلّى اللهُ تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه سيِّدنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعا گو ودعا جو

محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ / ۸ اپریل ۲۰۲۳ء

خُطباءوواعظین کے لیے چند ضروری آداب

الحمدُ لله وحدَه، والصّلاةُ والسّلامُ على مَن لَا نبيَّ بعدَه، وعلى آله وصحبه المكرَّمِينَ عندَه، أمّا بعد:

دینِ اسلام میں نمازِ جمعہ اور اس کا خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ نمازِ جمعہ ادا کرنے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے تمام کام کاج چھوڑنے، اور تجارت کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کی اذان ہو جائے، تو اللہ کے ذِکر کی طرف دَوڑو! اور خرید وفروخت چھوڑدو! یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو!"۔

مفسِّرِ قرآن حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(یہاں) دَوڑنے سے مراد بھاگنا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کے لیے تیاری شروع کر دو، اور ﴿ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ سے جُمہور کے نزدیک خطبہ مراد ہے"[2]۔

خطبۂ جمعہ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر (نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنے) کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اس کے ذریعے لوگوں کی دینی تربیت کرکے

(١) پ٢٨، الجمعة: ٩.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ٢٨، الجمعہ، زیرِ آیت: ٩، صـ١٠٢٥۔

اصلاحِ مُعاشرہ میں اہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے، جو لوگ ہفتہ بھر مسجد کے قریب نہیں پھٹکتے، نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے عموماً وہ بھی خاص اہتمام کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے ائمہ وخُطباء حضرات کو چاہیے، کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں، اور اپنی جمعہ کی تقریروں کو ایسا مؤثر بنائیں، جس سے مُعاشرے کی دِین سے دُوری کا خاتمہ کیا جاسکے!۔

تقریرِ جمعہ اور وعظ ونصیحت کو مؤثر بنانے کے لیے خُطباء اور واعظین کو چاہیے، کہ حسبِ ذَیل ضروری آداب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں، اور ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے امیدِ واثق ہے کہ ان آداب کو اپنانے سے مثبت فوائد وثمرات دیکھنے میں آئیں گے:

(۱) خطیب حضرات کو چاہیے کہ وعظ ونصیحت کرنے سے قبل نہا دھو کر اچھی طرح طہارت حاصل کریں، اپنے آپ کو سنواریں، بہترین اور صاف ستھرا لباس پہنیں اور خوشبو لگائیں۔

(۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت جلدی نہ کریں، بلکہ اللہ کی یاد کرتے ہوئے نہایت سکون، اطمینان اور وقار کے ساتھ داخل ہوں، اور عاجزی وانکساری کے ساتھ سنجیدہ حالت میں منبر کی طرف قدم بڑھائیں۔

(۳) ایک عالمِ دین اور مُبلّغ یا خطیب ہونے کے سبب، ہرگز اپنے دل میں اس چیز کی خواہش نہ رکھیں، کہ لوگ آپ کی آمد پر اَدب واحترام سے کھڑے ہوجائیں یا زندہ باد کے نعرے لگائیں[۱]۔

---

(۱) "مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۴) جن لوگوں کو باتوں میں مشغول دیکھیں، اپنا وَعظ شروع کرنے سے پہلے انہیں نرمی اور شفقت کے ساتھ منع کریں، اور انہیں اپنی طرف متوجّہ کریں۔

(۵) تقریر اور بیان کرتے وقت بے دلی کا مُظاہرہ نہ کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے اس بات کی قوّی اُمید واِعتقاد رکھیں، کہ آپ جس موضوع پر بیان کر رہے ہیں اس سے لوگوں کو ضرور فائدہ ہوگا، اور وہ بیان ان کی اِصلاح کا باعث بنے گا۔

(۶) واعظین کو چاہیے کہ وعظ وخطبہ سے قبل بیان کی بھرپور تیاری کریں، قرآن وسنّت سے ہٹ کر بات نہ کریں، ادھر اُدھر کے قصے کہانیاں سنانے میں وقت ضائع نہ کریں، اپنے مُطالعہ میں وُسعت پیدا کریں، عوام الناس کو مستند فقہی مسائل اور مستند واقعات سنائیں؛ تاکہ لوگوں کی معرفت وبصیرت اور دینی معلومات میں اضافہ ہو۔

(۷) اپنے بیان میں ایسی بات ہرگز نہ کریں جس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو۔

(۸) خطیب کو چاہیے کہ اپنے بیان میں حکیمانہ اُسلوب اختیار کرے، لوگوں کو اچھی اور نرم باتوں کے ذریعے دِین کے قریب کرنے کی کوشش کرے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"[2]۔

(۹) ہمیشہ سچ کہیں اور حق بات بیان کریں؛ کہ مَرنے کے بعد ہر خطیب کا بیان اس کے عمل پر پیش کیا جائے گا، اگر وہ سچا ہوا تو اس کی تصدیق کی جائے گی،

---

(١) پ ١٤، النحل: ١٢٥.

(۲) "مبلِّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

اور اگر جھوٹا ہوا تو آگ کی قینچی سے اس کے ہونٹ کاٹے جائیں گے، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے[1]۔

(۱۰) خُطباء اور واعظین پر لازم ہے کہ جن اَحکام کی تبلیغ کریں، پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوں اس کے بعد لوگوں کو تلقین کریں۔ جو شخص اپنے علم پر خود عمل نہیں کرتا، صرف دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی زبان میں تاثیر پیدا نہیں فرماتا۔ اور اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں پر اس کی دعوت وتبلیغ کا اثر نہیں ہو پاتا، قرآنِ پاک میں اللہ رب العزّت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اِرشاد فرماتا ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[2] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو! تو کیا تمہیں عقل نہیں؟"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[3] "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ (بات) جو تم (خود) نہیں کرتے؟! کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ (دوسروں کو) وہ کہو، جو (خود) نہ کرو!"[4]۔

---

(١) انظر: "ذَمّ الكِذب" لابن أبي الدنيا، ذَمّ الكِذب وأهله، ر: ٣٣، صـ٢٦ ملخّصاً. و"شرح السُنّة" للبَغَوي، كتاب الرقاق، باب وعيد من يأمر بالمعروف ولا يأتيه، ر: ٤٠٥٩، ١٤/ ٣٥٣، ملخّصاً.

(٢) پ١، البقرة: ٤٤.

(٣) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.

(۴) "مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۱۱) خطیب کو چاہیے کہ صرف فضائل یا عذاب کی وعیدیں بیان نہ کرے، بلکہ امّتِ مسلمہ کی علمی وفکری بیداری، حالاتِ حاضرہ، اسلام کو درپیش مسائل (Challenges)، اسلام کی خارجہ پالیسی اور یہود ونصاریٰ سے مُعاملات کی نَوعیت، اور مذہبی سیاست کی اہمیت وضرورت پر بھی لوگوں کی رَہنمائی کریں؛ تاکہ مسلمانوں کے سیاسی شُعور میں پختگی پیدا کی جاسکے!۔

(۱۲) بیان کو غیر ضروری طَور پر طویل کرنا، اور نماز کو بہت مختصر کرنا مناسب اَمر نہیں، حضرت سیّدنا عمّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ!»[۱] "لمبی نماز اور مختصر خطبہ، انسان کی فقاہت ودانائی پر دلیل ہے"۔ البتہ نماز کو زیادہ طول دینا بھی مناسب نہیں؛ کہ مقتدیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور مصروف لوگ بھی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی بھی رعایت کی جائے، اور میانہ رَوِی سے کام لیا جائے۔

(۱۳) بعض واعظین خطبہ وتقریرِ جمعہ کی تیاری نہیں کرتے، اور کسی مناسبت کے بغیر تقریر کرتے ہیں، یہ انتہائی نامناسب بات ہے، موضوع کی مناسبت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بیان کی تیاری کیجیے، اور بھرپور انداز سے بیان کیجیے، اپنے چہرے کے تاثرات اور ہاتھ کے اشاروں سے بھی اپنی بات سمجھانے کی کوشش کیجیے؛ تاکہ سامعین کی توجّہ مکمل طَور پر آپ کی طرف رہے۔

(۱۴) واعظین کو یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے، کہ انتہائی آسان، سہل اور سادہ الفاظ میں بیان کریں، دقیق اور مشکل الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کریں؛ کہ اس

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الصلاۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ر: ۲۰۰۹، صـ۳٤۹.

سے سامعین پر آپ کی علمیت کا رُعب اور دَبدَبہ تو بیٹھ جائے گا، لیکن لوگ آپ کا پیغام سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

(۱۵) بعض خطیب حضرات چیخ چیخ کر، اور گلا پھاڑ کر بہت بلند آواز میں بیان کرتے ہیں، ان کے چیخنے گرجنے کے علاوہ سامعین کچھ بھی نہیں سمجھ پاتے، یہ اندازِ بیان بھی انتہائی نامناسب ہے، شائستہ اور معتدل انداز اختیار کیجیے، البتہ حسبِ ضرورت تھوڑا بہت جلالی و جمالی انداز اپنانے میں بھی حرج نہیں۔

عربی خطبے کے چند آداب

(۱۶) نمازِ جمعہ کی اِمامت وخطابت کا فریضہ اَنجام دینے والے واعظ وخطیب کو، یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے، کہ نمازِ جمعہ میں خطبہ شرط ہے، اگر اس نے خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہیں ہوگا[۱]۔

(۱۷) خطبہ پڑھتے وقت خطیب کا چہرہ سامعین کی طرف، اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہونی چاہیے[۲]۔

(۱۸) خطبۂ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ (۱) وقت میں ہو (۲) اور نماز سے پہلے ہو (۳) اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی کم سے کم خطیب کے علاوہ تین ۳ مرد (موجود ہوں)، (۴) اور اتنی (بلند) آواز سے خطبہ ہو کہ اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو تو پاس والے سُن سکیں۔ اگر خطیب نے زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا، یا نماز کے بعد پڑھا، یا تنہا پڑھا، یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا، تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا، یا حاضرین دُور ہیں کہ

(۱) "بہارِ شریعت" عیدَین کا بیان، مسائل فقہیّہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۹۔
(۲) ایضًا، جمعہ کا بیان، خطبہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۶۷۔

سنتے نہیں، یا مسافر، یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مَرد ہیں تو ہو جائے گا[۱]۔

(۱۹) خطبہ ذکرِ الٰہی کا نام ہے، اگرچہ خطیب نے صرف ایک بار "الحمدللہ" یا "سبحان اللہ" یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا، مگر اتنے ہی پر اِکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ اگر خطیب کو چھینک آئی اور اُس نے اِس پر "الحمدللہ" کہا، یا تعجّب کے طور پر "سبحان اللہ" یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، تو فرض ادا نہ ہوا[۲]۔

(۲۰) خطیب کے لیے سنّت ہے کہ دو۲ خطبے پڑھے، جو زیادہ طویل نہ ہوں[۳]۔

(۲۱) خطبہ میں آیت نہ پڑھنا، یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا (یعنی تھوڑی دیر نہ بیٹھنا)، یا اَثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا، یا بُری بات سے منع کیا، تو اُسے اس کی ممانعت نہیں[۴]۔

(۲۲) کسی خطیب کا غیرِ عربی میں خطبہ پڑھنا، یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط (شامل) کرنا خلافِ سنّتِ متوارِثہ ہے۔ یونہی خطبہ میں اَشعار بھی نہ پڑھنا چاہیے، اگرچہ عربی ہی کے ہوں، ہاں خطیب دو۲ ایک شعر پند و نصائح کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں[۵]۔

(۲۳) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں، مثلاً کھانا پینا، سلام و جوابِ سلام وغیرہ، یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ امر بالمعروف بھی، ہاں خطیب امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم) کرسکتا ہے[۶]۔

(۱) ایضاً، ۱/۷۶۶۔
(۲) ایضاً، ۱/۷۶۷۔
(۳) ایضاً، ۱/۷۶۸۔
(۴) ایضاً، ۱/۷۶۹۔
(۵) ایضاً۔
(۶) ایضاً، اذنِ عام، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۴۔

(۲۴) خطیب نے (دَورانِ خطبہ) مسلمانوں کے لیے دعا کی، تو سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا زبان سے "آمین" کہنا منع ہے (اگر وہ ایسا) کریں گے گنہگار ہوں گے [1]۔

(۱) ایضًا، ۱/۵۷۷۔

تحسینِ خطابت
جلد اوّل
(جنوری تا جولائی ۲۰۲۲ء)

نفاذِ شریعت میں حکومت کا اختیار

(جمعۃ المبارک ۳ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۱/۰۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عادِل ومُنصِف حکمران کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان وعقیدہ ہے، کہ اللہ ربّ العالمین ہمارا خالق ومالک اور قادرِ مطلق ہے، وہی حاکمِ اعلیٰ ہے، اس دنیا سمیت تمام جہان اسی کی حاکمیت کے تابع ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[1] "اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اُس کی منشا ومشیئت کے بغیر کوئی تنکا بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہوسکتا، کسی کو اقتدار بخشنا اور کسی سے چھین لینا، سب اسی کی مشیئت وحکمت پر منحصر ہے، ارشادِ

(۱) پ ٤، آل عمران: ١٨٩.

باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾[1] "یوں عرض کر، کہ اے اللہ، مُلک (سارے جہاں) کے مالک! تُو جسے چاہے سلطنت دے، اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے!"۔

جن لوگوں کو خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے اقتدار کے ساتھ ساتھ، دولتِ ایمان اور عدل وانصاف کے وصف سے متّصف فرمایا ہے، وہ بڑے خوش نصیب ہیں، دینِ اسلام میں ان کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کے ساتھ، مسلم حکومتِ وقت کی اِطاعت کا بھی حکم بیان فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، اور اُن کا جو تم میں حکومت والے ہیں!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے نیک بخت حکمرانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: «السُّلْطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي الأَرْضِ»[3] "حاکمِ اسلام زمین میں اللہ کی رَحمت کا سایہ ہے"۔

اپنی رِعایا کے حقوق کا خیال رکھنے، اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ کرنے والا حکمران، بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا، حدیث شریف میں ہے: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ

---

(۱) پ ۳، آل عمران: ۲۶.

(۲) پ۵، النساء: ۵۹.

(۳) "السنّة" لابن أبي عاصم، ر: ۱۰۲٤، ۲/ ٤۹۲.

الْعَادِلُ»[1]...الحدیث۔ "بروزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، سات ۷ قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا: (ان خوش نصیبوں میں سے ایک)عدل وانصاف کرنے والا حاکم بھی ہے"۔

غامدیت کی صورت میں سیکولرازم کا فروغ

عزیزانِ محترم! موجودہ دَور میں دنیا کے ہر حکمران کو، اس کا ملکی آئین (Constitution of The Country) اور عالمی قوانین (International Laws) عام طور پر صرف اس بات کا پابند کرتے ہیں، کہ وہ اپنی رِعایا کے حقوق کا خیال رکھے، انہیں ہر طرح کی ممکنہ سہولیات دے، ان کی تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری اِقدامات کرے۔ ان کی عوام اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہے یا نہیں! کوئی اپنا مذہب چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہو رہا ہے! یا سِرے سے کسی مذہب کو تسلیم ہی نہیں کرتا! یا پھر فحاشی، عُریانیت اور بے حیائی کا سرِ عام ارتکاب کرتا ہے، سیکولر اسٹیٹس (Secular Status) کی حامل ان حکومتوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، لیکن اسلامی تشخص کی حامل ایک مسلم ریاست میں ایسی مادَر پدر اور مذہب بیزار آزادی کا کوئی تصوُّر نہیں!۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ جاوید غامدی جیسے بعض لوگ، مذہب کا لبادہ اوڑھ کر، یہود ونصاریٰ کے ایجنڈے (Agenda) کی تکمیل میں کوشاں ہیں، اور اسلامی ریاستوں میں سیکولرِازم (Secularism) کو پروان چڑھانے کے مشن (Mission) پر کاربند ہیں، حالانکہ انہیں یہ بات بھی خوب اچھی طرح معلوم ہے، کہ دینِ اسلام میں،

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٦٠، صـ١٠٧.

پیدائش سے لے کر موت تک، اور قبر سے قیامت تک کے مُعاملات میں، ایک مسلمان کے لیے نہ صرف رَہنمائی موجود ہے، بلکہ اس میں واضح طور پر زندگی گزارنے، مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے، اور اس کے نفاذ کا طریقہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

لہذا ان سمیت ایسی مُلحدانہ سوچ (Atheistic Thinking) کے حامل تمام اَفراد، اسلامی اَحکام کو دیگر سیکولر ممالک (Secular Countries) یا اُن میں رائج مذہبی پالیسیوں پر قیاس کرنے کی غلطی ہرگز نہ کریں!۔

نفاذِ شریعت کی ذمّہ داری

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام ایک مسلمان حکمران، یا اسلامی حکومت کے اختیارات کو، اپنی رِعایا کے بنیادی انسانی حقوق، اور دنیاوی ضروریات کی فراہمی تک محدود نہیں کرتا، بلکہ انہیں مزید اختیارات تفویض کرتے ہوئے، نفاذِ شریعت کی ذمّہ داری بھی سونپتا ہے، اور اس اَمر کا پابند کرتا ہے کہ وہ مسلمان رِعایا کو مذہبی تعلیمات واَحکام بجالانے کا پابند بنائے، ان کی اَخلاقی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے، انہیں نیکی کا حکم دے اور برائی سے بچائے۔ مسلمان حکمران اور اسلامی ریاست کی اس ذمّہ داری کو بیان کرتے ہوئے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾[1] "اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکات دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے، بُرائی سے منع کریں گے، اور تمام مُعاملات کا انجامِ کار اللہ تعالی کے اختیار میں ہے!"۔

---

(١) پ١٧، الحجّ: ٤١.

مذکورہ بالا نصِ قطعی سے یہ ثابت ہوا، کہ مملکتِ خدا داد اسلامی جُمہوریہ پاکستان سمیت، تمام اسلامی ممالک میں قرآن و سنّت کی بالا دستی، اور مذہب و شریعت کا نفاذ، اَربابِ اقتدار اور حکمرانوں کا دینی و اجتماعی فریضہ ہے!۔

کسی کو مسلمان یا کافر ڈکلیئر کرنے کا اختیار

حضراتِ گرامی قدر! یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کے نام پر بننے والے ہمارے اس ملک پاکستان میں، جب نفاذِ شریعت کی بات ہوئی یا شریعت بل پاس کیے گئے، سیکولرازم (Secularism) کے حامی سیاستدانوں، صحافیوں اور انسانی حقوق کی این جی اوز (NGOs) نے، اپنے یورپی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ہمیشہ اس کی مخالفت کی، میڈیا (Media) کا سہارا لے کر دینِ اسلام کو ایک سخت گیر مذہب قرار دیا، علماء کی کردار کشی کی، عوام الناس کو اُن سے متنفّر کیا، اور ان کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ (Propaganda) کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ "اگر شریعت کا نفاذ ہو گیا تو یہ لوگ (یعنی علمائے کرام) دیگر طبقات کا جینا حرام کر دیں گے! اپنے مخالفین کے خلاف کفر و شرک کے فتوے دے کر، عوام کو اُن کی گردنیں کاٹنے پر مجبور کریں گے" حالانکہ در حقیقت ایسا ہرگز نہیں، ہمارے علمائے کرام نے ہمیشہ امن و امان، پیار محبت، حُسنِ سُلوک، نرمی و صلہ رِحمی اور باہمی رَواداری کا درس دیا، اور جہاں تک فتویٰ نویسی کا تعلّق ہے، تو یاد رکھیے کہ اس سلسلے میں علماء و مفتیانِ کرام کا اختیار کفر کو کفر کہنے، اور سائل کو شرعی حکم بتانے تک محدود ہے، کسی شخص پر اس کا اِطلاق کرنا، اور مسلمان یا کافر ڈکلیئر (Declare) کرنا، در حقیقت حکومتِ وقت اور عدالت کا اختیار و ذمّہ ہے!۔

لہٰذا اگر آج بھی ہمارے حکمران اپنی اس ذمّہ داری کو ادا کریں، تو علماء ومفتیانِ کرام سے متعلق کیے جانے والے، بے بنیاد پروپیگنڈہ اور غلط فہمیوں کا اِزالہ کیا جاسکتا ہے، عوام النّاس کو علمائے دِین سے متنفّر ہونے سے روکا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اسی میں ملک وقوم کی حفاظت وبقا ہے، بصورتِ دیگر ع!!

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!!![1]

ان میں یہ شُعور پیدا کیا جاسکتا ہے، کہ علمائے دِین کا کام صرف شرعی اَحکام بتانا ہے، جبکہ مسلمان رِعایا کواُن کی مذہبی تعلیمات پر عمل کروانا، اور انہیں دینِ اسلام پر قائم رکھنا، حاکمِ وقت کی ذمّہ داری ہے۔

نفاذِ شریعت سے مراد غیر مسلموں کے ساتھ جبر واِکراہ نہیں

عزیزانِ مَن! نفاذِ شریعت سے ہماری مراد یہ ہرگز نہیں، کہ غیر مسلموں کو زبر دستی اور جبر واِکراہ کے ساتھ مسلمان بنایا جائے، اور انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کے لیے مجبور کیا جائے۔ یاد رکھیے! اسلام کسی کو قبولِ اسلام کے لیے مجبور ہرگز نہیں کرتا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[2] "دین میں کچھ زبردستی نہیں، بے شک نیک راہ گمراہی سے خوب جدا ہوگئی ہے!"۔

اس آیتِ مُبارکہ کے تحت کتبِ تفاسیر میں علمائے کرام قدّس اسرارہم نے فرمایا، کہ "کسی کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں، مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے، لہٰذا

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، حصہ اوّل، تصویرِ درد، ص۹۷۔

(۲) پ۳، البقرۃ: ۲۵٦.

کسی مسلمان کو مرتَد ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، (اگر -معاذاللہ- کوئی مسلمان مرتَد ہو جائے) تو اس پر لازم ہے کہ تَوبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہو"(۱)۔

دینی اَحکام کے نفاذ میں کوتاہی کا انجام

میرے محترم بھائیو! اپنی غیر مسلم رِعایا کے حقوق کا خیال رکھنا، مسلمانوں کو نماز کا پابند بنانا، انہیں زکات کی ادائیگی کا حکم دینا، نیکی کی دعوت دینا، برائی سے منع کرنا، سُود خوری، بدکاری، دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب، ملاوَٹ، ناپ تول میں کمی جیسی اَخلاقی ومُعاشرتی برائیوں سے بچانا، ان میں باہم عدل واِنصاف کرنا ایک مسلمان حکمران کی ذمّہ داری، اور حکومتی دائرۂ اختیار میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾(۲) "اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا، تو لوگوں میں سچا حکم (فیصلہ) کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکادے گی!"۔

کسی حاکمِ وقت کا اپنی ذمّہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی برتنا، گویا اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرنے کے مترادِف ہے، جس کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ!»(۳) "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کسی رِعایا کا نگران (حاکم) بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرتا ہو، تو

---

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۳، البقرۃ، زیرِآیت: ۲۵۶، ص۶۶۔
(۲) پ ۲۳، صٓ: ۲٦.
(۳) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٦٤، صـ٧٣.

اللہ تعالی اُس پر جنّت حرام کردیتا ہے!"۔

رِعایا کے حقوق کی پاسداری کرنا اور انہیں پورا کرنا، صرف حکمرانوں ہی پر لازم نہیں، بلکہ حتّی المقدور ہر شخص اس بارے میں جوابدہ ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ہر شخص کو اس ذِمّہ داری سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1].

"تم میں سے ہر ایک ذمّہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا: تو لوگوں کا حقیقی امیر (۱) ایک حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں سوال ہوگا، (۲) ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اور اس سے اس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہوگا، (۳) عورت اپنے شَوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، (۴) غلام (وملازم) اپنے آقا (ومالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رَعیّت (ماتحت) کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پُرس ہوگی!"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العِتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.

ریاست کا دینِ اسلام سے تعلق اور غامدی بیانیہ

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان میں، کچھ عرصہ سے سیکولرِازم (Secularism) کے حامی اَفراد کی سرگرمیوں میں بہت تیزی دیکھنے میں آرہی ہے، وہ لوگ الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) کے ذریعے نسلِ نَو کے ذہنوں میں، شب وروز زہر گھول رہے ہیں، ان کا دائرۂ کار اس قدر وسیع ہو چکا ہے، کہ ہمارے سیاستدانوں، صحافیوں اور دانشوَروں کے بعد، ہمارے مذہبی طبقہ کے اَفکار ونظریات میں بھی اس کے اَثرات محسوس کیے جارہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جاوید غامدی صاحب جیسے نام نہاد مفکرین، دینِ اسلام کا پرچار اور دِفاع کرنے کے بجائے، سیکولرِازم (Secularism) کی تبلیغ کرنے میں مصروف دِکھائی دے رہے ہیں! آج کے اس نفسانفسی اور مادّہ پرستی کے دَور میں، جس وقت دینِ اسلام کو دہشتگردی اور انتہا پسندی (Terrorism and Extremism) جیسے گلوبل چیلنجز (Global Challenges) کا سامنا ہے، ایسے میں غامدی صاحب "اسلام اور ریاست" کے نام پر باہمی تضادات سے بھرپور، اور قراردادِ مقاصد جیسے قومی نظریے کی نفی پر مبنی، مذہبی بیانیہ (Religious Narrative) لکھ کر، سیکولرِازم (Secularism) کی راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں، غامدی صاحب اپنے اس متنازعہ بیانیے میں لکھتے ہیں کہ "یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے، کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے، اور اس کو بھی کسی قراردادِ مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے، اور آئینی طور پر اس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، کہ اس میں کوئی قانون قرآن وسنّت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا!"[1]۔

---

(۱) "اسلام اور ریاست... ایک جوابی بیانیہ" روزنامہ جنگ، ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء۔

پاکستان میں قومی و مذہبی عدم اِستحکام کا غامدی منصوبہ

میرے محترم بھائیو! ہماری عوام اور بالخصوص نوجوان نسل کے لیے، یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ جاوید غامدی نامی شخص کس کردار کا مالک ہے، یہ کس کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہے، اس کی ڈور ہلانے والے کون لوگ ہیں؟ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ امریکہ (United States) میں بیٹھا یہ شخص، ہمیشہ پاکستان کے قومی و مذہبی مُعاملات میں ہی مُداخلت کیوں کرتا ہے؟ کیا امریکہ (United States) یا یورپ (Europe) وغیرہ میں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے؟ کیا وہاں تنگ نظری و مذہبی انتہاء پسندی نہیں؟ کیا وہاں مذہب کے نام پر قرآن پاک نہیں جلائے جاتے؟ کیا وہاں سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے لائیو ویڈیوز (Live Videos) چلا کر، سرِعام مسلمان نمازیوں کو شہید نہیں کیا جاتا؟ کیا وہاں مسلمان خواتین کے حجاب نہیں اُتروائے جاتے؟ جب یہ ساری برائیاں امریکہ اور یورپی ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں، توجناب غامدی صاحب کا سارا زور اور دھونس پاکستان ہی پر کیوں چلتا ہے؟ اگر وہ کہیں کہ اسلام کا دعویدار ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا اُن کا حق ہے، تو پھر ہم اُن سے یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے، کہ ہمیشہ آپ کی رائے دیگر ہزاروں علماء کی رائے سے مختلف کیوں ہوتی ہے؟ آج تک آپ کسی عالمِ دین کے ساتھ ڈبیٹ (Debate) کے لیے کیوں نہیں بیٹھے؟ قادیانیوں کو کافر و مرتَد نہ مان کر، آپ کسے خوش کرنے کی کوشش کررہے ہیں؟ توہینِ رسالت کے قانون (295c) کی مُخالفت کرکے آپ کس کے ایجنڈے پر کام کررہے ہیں؟۔

جہاں تک ہماری معلومات ہیں، اس قانون سے یہود، نصاریٰ اور قادیانیوں ہی کو سب سے زیادہ تکلیف ہے، وہ ایک عرصہ سے اس کوشش میں ہیں، کہ کسی طرح پاکستانی آئین سے اس قانون کو ختم کروا دیا جائے؛ تاکہ وہ آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر، جب چاہیں توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتے رہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے گستاخانہ خاکے بناتے رہیں، اور پاکستانی مسلمان اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے باوُجود، بے بسی کی تصویر بنا رہے!۔

دنیا میں پاکستان کے علاوہ اَور بھی بہت سے اسلامی ممالک ہیں، جناب غامدی صاحب نے کبھی اُن کے مذہبی مُعاملات یا ایشوز (Issues) پر ایک اسکالر (Scholar) ہونے کے ناطے، کبھی کوئی رائے یا تجزیہ پیش کیوں نہیں کیا؟، اِسی طرح دنیا بھر میں مسلمانوں پر طرح طرح سے ظلم وستم ڈھائے جا رہے ہیں، انہیں دہشت گرد واِنتہاء پسند قرار دیا جا رہا ہے، ان کے خلاف عالمی جنگی اِتحاد بنائے جا رہے ہیں، اِسلامی ممالک پر حملے کر کے لاکھوں بے گناہ مسلمان مَردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کیا جا رہا ہے، جناب غامدی صاحب نے کبھی اُن کے حق میں آواز کیوں نہیں بلند فرمائی، کسی گستاخِ رسول کو واصلِ جہنّم کرنے والے کے بارے میں تو آپ کا مَوقف بارہا سامنے آیا، لیکن نبیٔ کریم ﷺ کی توہین کرنے والوں کے خلاف کبھی لب کُشائی کیوں نہیں فرمائی، آخر ایسی کیا وجہ ہے، کہ آپ نے ہمیشہ اسلام کا چہرہ معذرت خواہانہ انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن کبھی اسلام کا دِفاع نہیں کیا!۔

اور اگر غامدی صاحب کو پاکستان کے مذہبی مُعاملات سے اتنی ہی دلچسپی ہے، تو وہاں امریکہ سے پاکستان کیوں نہیں آجاتے؟ یہاں تشریف لائیں، زمینی حقائق سے

آگاہی حاصل کریں، اور مُعاشرے کی اصلاح میں عملی طَور پر اپنا کردار ادا کریں! اور اگر ایسا نہیں کرسکتے تو آرام سے وہاں اپنی عیش وعشرت کی زندگی میں مگن رہیں، اور پاکستان کے داخلی مُعاملات میں دخل اندازی کرکے، اُسے مزید عدم استحکام کا شکار نہ کریں! ۔

آئینِ پاکستان کی واضح خلاف ورزی

عزیزانِ مَن! غامدی صاحب کا بیانیہ (Narrative)، پاکستانی آئین (Pakistani Constitution) اور قراردادِ مقاصد کی واضح خلاف ورزی، اور توہین وانکار کے مترادِف ہے؛ کیونکہ آئینِ پاکستان میں واضح طور پر یہ مذکور ہے کہ "تمام موجودہ قوانین کو قرآنِ پاک اور سنّت میں مُنضبِط اسلامی اَحکام کے مطابق بنایا جائے گا ... اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا، جو مذکورہ (قرآن وسنّت کے) اَحکام کے مُنافی ہو!"[1] ۔

قراردادِ مقاصد کا بنیادی تصوُر

حضراتِ گرامی قدر! قراردادِ مقاصد کا بنیادی تصوُر، اور پاکستانی دستور میں بطورِ تمہید جو کلمات مذکور ہیں، اس کی ابتداء ہی میں مذکور ہے کہ "اللہ ﷻ ہی پوری کائنات کا، بلاشرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے، اور پاکستان کا جو اختیار واقتدار، اس کی مقرّر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا، وہ ایک مقدّس اَمانت ہے"[2] ۔

لہٰذا غامدی صاحب کا ریاست کو مذہب سے جدا کرنا، اور اسے غیر ضروری وبے بنیاد

---

(۱) "آئینِ پاکستان" حصّہ نہم۹، اسلامی اَحکام، قرآن پاک اور سنّت کے بارے میں اَحکام، آرٹیکل: ۲۲۷، ص۱۴۵، ملتقطاً۔

(۲) "آئینِ پاکستان" تمہید، ص۱۔

قرار دینا، گویا ریاست کے لیے حاکمیتِ اعلیٰ کے اِقرار کو غیر ضروری و بے بنیاد قرار دینے کے مترادِف ہے، جو کہ واضح طور پر سیکولرِازم کا بیانیہ (Narrative) ہے، اسے مذہبی بیانیے کے طور پر پیش کرکے، قوم کو گمراہ کرنا ایک بڑی علمی خیانت کے سوا کچھ نہیں؛ کیونکہ سیکولرازم (Secularism) بھی یہی کہتا ہے کہ "مذہب ہر انسان کا ذاتی مُعاملہ ہے، ریاست کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں"، لہٰذا غامدی صاحب کی سوچ اور سیکولرِازم (Secularism) کے اسلام مخالف ایجنڈہ (Agenda) میں، انتہا درجے کی یکسانیت ومُماثلت پائی جاتی ہے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ اپنے اَفکار ونظریات اور بیانیے پر نظرِ ثانی کرکے اپنی اِصلاح کریں!۔

غامدی اَفکار ونظریات میں تضاد بیانی کی جھلک

حضراتِ ذی وقار! غامدی صاحب کے اَفکار ونظریات میں باہم کس قدر تضاد ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اپنے اسی متنازعہ آرٹیکل "اسلام اور ریاست" میں پوائنٹ نمبر آٹھ (Point 8) کے تحت لکھتے ہیں کہ "قرآنِ کریم کے ارشاد: ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾[1] "ان کا کام آپس کے مشورے سے ہے" کا تقاضا ہے، کہ ملک میں ایک پارلیمان (Parliament) قائم ہونی چاہیے، اور علماء ہوں یا ریاست کی عدلیہ، پارلیمان (Parliament) سے کوئی بالاتر نہیں ہوسکتا؛ (کیونکہ) ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ کا اُصول ہر فرد اور ادارے کو پابند کرتا ہے، کہ پارلیمان (Parliament) کے فیصلوں سے اختلاف کے باوُجود، عملاً اس کے سامنے سرِ تسلیم خم

---

(١) پ٢٥، الشُّوریٰ: ٣٨.

کر دیں، اسلام میں حکومت قائم کرنے، اور اس کو چلانے کا یہی ایک جائز طریقہ ہے، اس سے ہٹ کر جو حکومت قائم کی جائے گی، وہ ایک ناجائز حکومت ہوگی"(۱)۔

حضراتِ ذی وقار! کتنی عجیب بات ہے! ایک طرف تو غامدی صاحب یہ کہہ رہے ہیں، کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اور وہ قرآن وسنّت کے مُطابق قانون سازی کرنے کی پابند نہیں ہوتی، جبکہ دوسری طرف یہ لکھ رہے ہیں کہ "قرآنی حکم: ﴿أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ کے تحت، ایک پارلیمنٹ (Parliament) کا وُجود عمل میں لایا جائے، اور علماء وعدلیہ سمیت اداروں، اور عوام کو اس پارلیمنٹ (Parliament) کے فیصلے تسلیم کرنے کا پابند بنایا جائے!"۔

میرے محترم بھائیو! جب بقول غامدی صاحب، ریاست کا مذہب سے کوئی تعلق ہی نہیں، تو حکمِ الٰہی: ﴿أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ کے تحت، پارلیمنٹ (Parliament) کا قیام، ریاست کے لیے کس بنیاد پر لازم ہے؟! اور یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ "اسلام میں حکومت قائم کرنے، اور اس کو چلانے کا یہی ایک جائز طریقہ ہے، اس سے ہٹ کر جو حکومت قائم کی جائے گی، وہ ایک ناجائز حکومت ہوگی"؟

چونکہ غامدی صاحب کے اَفکار ونظریات غیر شرعی ہیں، تضاد بیانی کا شکار ہیں، لہٰذا ہر ذی شُعور مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان سے ہوشیار رہے، بچ کر رہے، ان کی کتب کا مُطالعہ نہ کرے، ان کے ٹی وی پروگرامز (TV programs) نہ دیکھے، بلکہ علمائے حق کے دامن سے وابستہ رہے، ان کی صحبت اختیار کرے، اور جو بھی بات سمجھ میں نہ آئے،

---

(۱) "اسلام اور ریاست... ایک جوابی بیانیہ" روزنامہ جنگ، ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء۔

اس میں اپنی عقل کے گھوڑے دَوڑانے کے بجائے، علمائے دِین سے رُجوع کرے!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے حکمرانوں سمیت ہم سب کو نفاذِ شریعت میں اپنا اپنا کردار اور ذمّہ داری، بخوبی انجام دینے کی توفیق مرحمت فرما، دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کا شکار ہونے سے بچا، الیکٹرانک (Electronic) اور پرنٹ میڈیا (Print Media) کے ذریعے، دینِ اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کے اثرات سے محفوظ فرما، ہمیں نیک صالح اور شریعت کے پابند عادِل و منصِف حکمراں عطا فرما، ہمیں اِقامتِ دین کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی توفیق عطا فرما! آمین یا رب العالمین!۔

دینِ اسلام میں اُخوَّت ومُساوات

(جمعۃ المبارک ۱۰ جُمادیٰ الآخرۃ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۱/۱۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

رشتۂ اُخوَّت کا معنیٰ ومفہوم

برادرانِ اسلام! لفظِ "اُخوَّت" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لُغوی معنیٰ بھائی چارہ ویگانگت کے ہیں(۱)۔ یہ مختصر سا لفظ معنیٰ ومفہوم کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی وُسعت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیثِ مُبارکہ میں بھی اس کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، ایک روایت میں حضور خاتم النبیین ﷺ نے رشتۂ اُخوّت کی اَہمیت بیان کرتے ارشاد فرمایا: «المُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ»(۲)

(۱) انظر: "العين" باب اللفيف من الخاء، ٤/ ٣١٩. و"مختار الصِحاح" حرف الهمزة، أ خ ا، صـ١٤.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب البِرّ والصِلة والآداب، ر: ٦٥٤١، صـ١١٢٤.

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے، اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے!"۔

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت رَوائی کرنا، مشکل وقت میں اس کی مدد کرنا، اور اس کی پردہ پوشی کرنا بھی رشتۂ اُخوّت کے وسیع تر مفہوم میں داخل ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً، سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرے، نہ اسے ظالم کے حوالے کرے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت رَوائی فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے گا، اللہ تعالی اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے تکلیف دُور کر دے گا، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔

اُخوّتِ اسلامی کالازَوال رشتہ

عزیزانِ محترم! بحیثیت انسان ہم سب حضرت سیّدنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں، لیکن ان میں سے جس جس نے دینِ اسلام کو سینے سے لگایا، اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوا، اُخوّتِ اسلامی کے رشتہ سے وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، رشتۂ اُخوّت

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.

کی بنیاد عقیدۂ توحید ورسالت، عدل وانصاف کے اُصول وقوانین، اور نَوعِ انسانی کے لیے جذبۂ ہمدردی پر مبنی ہے، اللہ رب العالمین اسی رشتۂ اُخوّت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ﴾[1] "مسلمان مسلمان (آپس) میں بھائی ہیں!"۔ "کہ آپس میں دینی رابطہ اور اسلامی محبّت کے ساتھ مربوط (جڑے ہوئے) ہیں، یہ رشتہ تمام دُنیوی رشتوں سے قوی تر ہے"[2]۔

رشتۂ مُؤاخات کی بنیاد

حضراتِ ذی وقار! اسلام دشمنی میں کفّارِ مکّہ کی طرف سے اِیذاءرَسانی کے واقعات جب حد سے بڑھ چکے، تب سرورِ کونین ﷺ اور آپ کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے، بے سروسامانی کے عالَم میں، بحکمِ الٰہی مکّہ مکرّمہ سے مدینہ طیّبہ کی طرف ہجرت فرمائی، ہجرت کرکے آنے والے مسلمان شدید مُعاشی مسائل کا شکار تھے، صورتحال انتہائی گھمبیر تھی، مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے پاس رہنے سہنے اور کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا، سرورِ کونین ﷺ نے ان ہنگامی حالات کے پیشِ نظر انصار ومہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ما بین، بھائی چارہ قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «تَوَاخَوْا فِي الله، أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ!»[3] "دو دو آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ!"۔

انصارِ مدینہ نے اس اسلامی رشتۂ اُخوّت کو دل وجان سے نہ صرف قبول کیا، بلکہ اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے مال ومَتاع میں بھی شریک کیا، انہیں اپنے مال کا نصف

---

(١) پ٢٦، الحجرات: ١٠.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت:۱۰، ص۹۴۹۔

(٣) "جامع المسانيد والسُنن" تحت ر: ١١٧٠- عبد الرحمن بن عويم بن ساعدة الأنصاري، ر: ٧٠٨٩، ٥/ ٥٩٣.

حصّے دے کر رشتۂ اُخوّت کی ایسی بہترین مثال قائم فرمائی، کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی! حضرت سیّدنا انَس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ جب حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ مدینہ طیّبہ تشریف لائے، تو حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اُن کے اور حضرت سیّدنا سعد بن ربیع رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، حضرت سیّدنا سعد رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: «هَلُمَّ أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ!»[1] "آؤ میں اپنا مال تقسیم کرکے، آدھا تمہیں دے دُوں!"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ ربّ العالمین نے رشتۂ اُخوّت سے سرشار انصارِ مدینہ کی تحسین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[2] "جنہوں نے پہلے سے اس شہرِ مدینہ کو وطن، اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا، وہ اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اُس چیز کی جو اُنہیں دی گئی، اور اپنے آپ پر اُن مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود بھی شدید محتاج ہوں! اور جسے نفس کے لالچ سے بچایا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہیں!"۔

دینِ اسلام کا درسِ مُساوات

عزیزانِ مَن! دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو مُساوات کا درس دیتا ہے، رنگ ونسل، حسَب ونسَب، یا عربی وعجمی ہونے کی بنیاد پر باہم کسی کو دوسرے پر کوئی

(١) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصِلة، ر: ١٩٣٣، صـ٤٥٠.
(٢) پ٢٨، الحشر: ٩.

برتری حاصل نہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے مُساوات کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى!»[1] "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ایک ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر، اور کسی کالے کو کسی گورے پر تقویٰ وپرہیزگاری کے سوا، کوئی برتری حاصل نہیں!"۔

امتیازی سُلوک کا خاتمہ

حضراتِ گرامی قدر! دَورِ جاہلیت میں حسَب نسَب، مال ودَولت اور کمزور یا طاقتور ہونے کی بنیاد پر، لوگوں کے ساتھ امتیازی سُلوک برتنا ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی، جو شخص طاقتور یا مالدار ہوتا، یا اس کا تعلّق کسی بڑے قبیلے سے ہوتا، جُرم سرزَد ہونے کی صورت میں اُسے مُعاف کر دیا جاتا، یا اُس کے ساتھ نرمی کا مُظاہرہ کیا جاتا تھا، جبکہ کمزور اور غریب کو سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ جب رحمتِ عالمیان ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دُکھی انسانیت کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیا، اور ہر قسم کے امتیازی سُلوک کا خاتمہ فرمایا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے امیر وغریب، طاقتور وکمزور اور آقا وغلام، سبھی کو ایک صف میں لا کھڑا کیا، اور اُن کے ساتھ یکساں حُسنِ سُلوک فرما کر، اقوامِ عالَم کو برابری ومُساوات کا درس دیا۔

---

(١) "مسند الإمام أحمد" تتمّة مسند الأنصار، ر: ٢٣٤٨٩، ٣٨/ ٤٧٤.

عدل ومُساوات کی چند مثالیں

حضراتِ ذی وقار! حضور نبئ کریم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا مُطالعہ کیا جائے، توہمیں عدل ومُساوات کی ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جنہیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے، ایسی ہی ایک روایت میں ہے کہ ایک بار بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنتِ اَسوَد نے چوری کی، یہ قبیلۂ قریش میں عزّت ووَجاہت کا حامل خاندان تھا، اس لیے لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے! اور مُعاملہ کسی طرح ختم ہو جائے! حضور نبئ کریم ﷺ سے مُعافی کی درخواست کی گئی، آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1].

"تم سے پہلے لوگ اسی لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ جب ان میں سے کوئی معزّز شخص چوری کرتا، تواُس سے درگزر کرتے تھے، اور اگر کوئی پسماندہ اور کمزور شخص چوری کرتا، تواس پر حد جاری کر دیتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی! اگر میری بیٹی فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تومیں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا"۔

حضور سرورِ دوعالَم ﷺ کے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کی نقشِ قدم کی پیَروی کرتے رہے، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کے سب سے پہلے

(١) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ٣٤٧٥، صـ٥٨٦.

خلیفہ مقرّر ہوئے، تب حضرت سیّدنا عمر فاروق اور حضرت سیّدنا ابو عبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے باہمی مُشاوَرت سے، بحیثیت خلیفہ سیّدنا ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے جو روزینہ مقرّر کیا، اُس میں بھی کسی قسم کے پروٹوکول (Protocol) کا لحاظ نہیں رکھا گیا، اور مُساوات کا مُظاہرہ کرتے ہوئے اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کے برابر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خوراک، اور سردی گرمی کا لباس مقرّر کیا[۱]۔

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں آتا ہے، کہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حج کی غرض سے مدینۂ طیّبہ سے روانہ ہوئے، تو دَورانِ سفر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے خاص طور پر کوئی سائبان یا خیمہ نہیں لگایا گیا، جہاں قیام فرماتے، اپنے کپڑے اور بستر کسی درخت پر ڈال کر، خود ہی سایہ کر لیا کرتے تھے"[۲]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اسلامی تاریخ اُخوّت و مُساوات کے ایسے بے شمار واقعات اور مثالوں سے بھری پڑی ہے، ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں انہیں اپنائیں اور ان پر عمل کریں! اپنے عزیز واَقارب اور ضرورتمند بھائی بہنوں کی مدد کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، اپنا طرزِ زندگی سادہ بنائیں، اسپیشل پروٹوکول (Protocol) کی خواہش یا مُطالبہ نہ کریں، ہمارے حکمراں بھی رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور خلفائے راشدین کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کریں، مُساوات کا مُظاہرہ کریں، پروٹوکول (Protocol) کے نام پر ضرورت سے زائد خرچ نہ کریں، ضرورت اور سہولت کے باہمی فرق کو سمجھیں! اور ایک عام شہری کی طرح جینا سیکھیں!۔

(۱) انظر: "تاريخ الإسلام" للذَهَبي، أبوبكر الصدّيق، ٣/ ١١٣. و"كنز العمّال" كتاب الخلافة، الباب ١ في خلافة الخلفاء، ر: ١٤٠٦٧، ٥/ ٦٠٣.
(٢) "الرياض النضرة" الفصل ٩، الجزء ٢، صـ٣٦٨.

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کے درسِ اُخوّت و مُساوات پر عمل کرنے کا جذبہ عنایت فرما، سب کے ساتھ یکساں حُسنِ سُلوک کی توفیق عطا فرما، دوسروں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور حق تلفی سے بچا، آمین یارب العالمین!۔

صدیق دا پہلا نمبر

(جمعۃ المبارک ۷ اجُمادی الآخرۃ ۱۴۴۳ھ - ۲۱/۰۱/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا مختصر تعارُف

امیر المؤمنین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا اسمِ گرامی عبد اللہ اور لقب صدّیق وعتیق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے والد گرامی کا نام ابو قُحافہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ، اور والدہ محترمہ کا نام امّ الخیر سلمٰی رضی اللہ تعالی عنہا ہے۔ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا سلسلۂ نسَب ساتویں پشت میں، رسول اللہ ﷺ کے نسَب شریف سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نبئ کریم ﷺ سے عمر میں، تقریباً ۲ سال چھوٹے ہیں، آپ نے مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، آپ زمانۂ جاہلیت میں بھی اپنی قوم میں معزّز ومکرّم تھے، قبلِ اسلام بھی آپ نے کبھی شراب نہیں پی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ تمام غزوات میں شریک رہے[1]، آپ کا وصال ۱۳ سنِ ہجری

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الأوّل: أبو بكر الصدّيق رضي الله تعالى عنه، صـ٤١.

۲۲ جُمادَی الآخرہ کو ہوا، آپ مصطفٰی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو میں آرام فرما ہیں[۱]۔

دنیا میں ہی جنّت کی بِشارت

حضرت سیِّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن دس ۱۰ خوش بختوں میں سے ہیں، جنہیں دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت دی گئی، حضرت سیِّدنا سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "(۱) ابوبکر جنّتی ہیں، (۲) عمر جنّتی ہیں، (۳) عثمان جنّتی ہیں، (۴) علی جنّتی ہیں، (۵) طلحہ جنّتی ہیں، (۶) زبیر جنّتی ہیں، (۷) عبد الرحمن بن عَوف جنّتی ہیں، (۸) سعد بن ابی وقاص جنّتی ہیں، (۹) سعید بن زید (بن عَمرو بن نفیل) جنّتی ہیں، (۱۰) اور ابو عبیدہ بن جرّاح جنّتی ہیں[۲]"۔

سیِّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں آیاتِ قرآنیہ کا نُزول

بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں سیِّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مقام ومرتبہ، کس قدر بلند وبالا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جا سکتا ہے، کہ اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ نازل فرمائیں، جن میں سے چند حسبِ ذَیل ہیں:

---

(۱) "سير أعلام النُبلاء" أبو بكر الصديق خليفة رسول الله، ۲/ ۳۹٦.

(۲) "فضائل الصحابة" للإمام أحمد، قوله صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم: «مُروا أبا بكر فليصلِّ بالنّاس» ر: ۸۷، ۱/ ۱۱٦. و"سنن أبي داود" كتاب السنّة، باب في الخلفاء، ر: ٤٦٤۹، صـ٦٥۷. و"سنن الترمذي" [باب] مناقب عبد الرحمن بن عَوف بن عبد عوف الزُهري رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ۳۷٤۷، صـ۸٥۱. [قال أبو عيسى:] "وقد رُوي هذا الحديثُ عن عبد الرحمن بن حَميد عن أبيه عن سعيد بن زيد، عن النّبي صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم نحو هذا، وهذا أصَحُ من الحديث الأوّل".

صاحبِ فضیلت و وُسعت

(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾[۱] "قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت اور وُسعت والے ہیں" یعنی حضرت سیّدنا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ[۲]۔

حق کی تصدیق کرنے والے

(۲) ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾[۳] "وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے، اور وہ جنھوں نے ان کی تصدیق کی، یہی خوفِ خدا والے ہیں"۔ اس آیتِ مبارکہ سے متعلق مفسّرین کِرام فرماتے ہیں کہ "سچ لے کر تشریف لانے والے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"[۴]۔

اللہ تعالیٰ کا شاکر بندہ

(۳) شانِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دلالت کرتی ایک آیتِ مبارکہ میں ربّ کریم نے ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ

---

(١) پ ١٨، النور: ٢٢.

(٢) "تفسير ابن كثير" پ ١٨، النور، تحت الآية: ٢٢، ٣/ ٢٨٠.

(٣) پ ٢٤، الزمر: ٣٣.

(٤) انظر: "تفسير الطبَري" پ ٢٤، الزمر، تحت الآية: ٣٣، ٢١/ ٢٩٠.
و"تفسير السمرقندي" پ ٢٤، الزمر، تحت الآية: ٣٣، ٣/ ١٥١.

﴿فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾[1] "یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا، اور چالیس ۴۰ برس کا ہوا، عرض کی: اے میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں! جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی (کہ ہم سب کو اسلام سے مشرّف کیا) اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے! اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ! میں تیری طرف رُجوع لایا! اور میں مسلمان ہوں!"۔

مفسرینِ کِرام اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "الآيةُ نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ"[2] "یہ آیتِ مبارکہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازِل ہوئی"۔

سب سے بڑا پرہیز گار اور متّقی انسان

(۴) حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، بارگاہِ الٰہی میں کیا مقام ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے، کہ اللہ ربّ العالمین نے انہیں قرآنِ مجید میں سب سے بڑا پرہیز گار اور متّقی انسان قرار دیا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی﴾[3] "اور بہت جلد اس سے دُور رکھا جائے گا، جو سب سے بڑا پرہیز گار (یعنی حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو، اور

---

(١) پ ٢٦، الأحقاف: ١٥.

(٢) "جامع البيان في تأويل القرآن" پ ٢٦، الأحقاف، تحت الآية: ١٥، ٢٢/ ١١٥.
و"تفسير البغوي" پ ٢٦، الأحقاف، تحت الآية: ١٥، ٤/ ١٩٥.

(٣) پ ٣٠، الليل: ١٧-٢١.

کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رَب کی رِضا چاہتا ہوا، جو سب سے بلند ہے، اور یقیناً قریب ہے کہ وہ راضِی ہوگا!"۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں، امام محی السُنّہ بغَوی قدّس سرّہ فرماتے ہیں کہ "تمام مفسّرین کے نزدیک، اس آیت میں لفظ "اَتقی" سے مراد، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"[1]۔ ابن جَوزی قدّس سرّہ نے بھی اس پر اِجماع واتفاق نقل فرمایا[2]۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیّت کا ثبوتِ قطعی

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار پُشت کے صحابی ہیں، آپ کے والدین، آپ خود، آپ کی اَولاد، اور اَولادوں کی اَولاد کو صحابیٔ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جن کی صحابیت قطعی اور قرآنِ کریم سے ثابت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ﴾[3] "صرف دو ۲ جان سے، جب وہ دونوں (سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت ہجرت) غار میں تھے، جب اپنے یار (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرماتے تھے: غم نہ کھا، یقیناً اللہ ہمارے (یعنی میرے اور تمہارے) ساتھ ہے، تو اللہ نے اس (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سکینہ (اطمینان) اُتارا"۔

---

(۱) "تفسير مَعالم التنزيل" پ ۳۰، الليل، تحت الآية: ۱۸، ٤/ ٤٩٦.

(۲) "زاد المسير في علم التفسير" الليل، تحت الآية: ۱۷، ٤/ ٤٥٥.

(۳) پ ۱۰، التوبة: ٤٠.

سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیّت کا اِنکار کفر ہے

علمائے کرام فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیّت، اس (مذکورہ بالا) آیتِ مبارکہ سے ثابت ہے[1]، لہٰذا ان کی صحابیّت کا انکار کفر ہے[2]۔ امام فخر الدین رازی قدّس سرّہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "قال الحسينُ بن فضَيل البجلي: مَن أنكَر أن يكونَ أبو بكرٍ صاحبَ رسولِ الله ﷺ، كان كافراً"[3] "حسین بن فضیل بَجلی رحمہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں، کہ جس نے سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صحابئ رسول ہونے کا انکار کیا، وہ کافر ہے"۔

آیتِ ہجرت میں متعدّد بار خصوصی ذکر

آیتِ مبارکہ: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ﴾[4] میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا متعدّد بار خصوصی طَور پر ذکر آیا ہے، اس فرمانِ الٰہی میں اللہ ربّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے، سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ثانی وساتھی ٹھہرایا جانا، ﴿هُمَا﴾ اور ﴿مَعَنَا﴾ کی ضمیروں کا مَرجِع ٹھہرانا، ﴿لَا تَحْزَنْ﴾ فرماکر مخاطَب کرنا، اور خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر سکینہ واطمینان کا نُزول فرمانا، وہ شرف وسعادتیں ہیں جو دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر آپ کی اَفضلیت کے ثبوت میں بڑی واضح اور قطعی دلیلیں ہیں۔

---

(١) "التفسير الكبير" پ ١٠، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ١٦/ ٥١. و"تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٢٦-٣٠، ملتقطاً.
(٢) "الدرّ المختار" كتاب الصلاة، باب الإمامة، ٣/ ٥٦١.
(٣) "التفسير الكبير" پ ١٠، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ١٦/ ٥١.
(٤) پ ١٠، التوبة: ٤٠.

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی آیاتِ قرآنیہ

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں، جہاں اُن کی ذات وصفات اور صحابیّت کا ذکر فرمایا، وہیں اُن کی خلافت کی طرف بھی اشارہ فرمایا، مفسّرینِ کرام نے ان آیات کی تفسیر میں اس اَمر کو صراحت وتفصیل سے بیان فرمایا ہے، سطورِ ذیل میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی چند آیاتِ مبارکہ، اور ان کے تحت مفسّرینِ کِرام کی رائے حسبِ ذَیل ہے:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلیل

(۱) ارشادِ خداوندی عزّوجلّ ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾[۱] "ہم کو سیدھے راستے پر چلا، اُن کا راستہ جن پر تُو نے احسان کیا"۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "دلالةُ هذه الآيةِ على إمامةِ أبي بكرٍ"[۲] "اس آیتِ مبارکہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق کی امامت (خلافت) پر دلیل ہے"۔

امام فخر الدین رازی مزید فرماتے ہیں، کہ اس آیت کی تقدیر دوسری آیت میں بیان ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے: ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ﴾[۳] "اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا، یعنی انبیاء، صِدّیقین، شہداء اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں!"[۴]۔

(۱) پ ۱، الفاتحة: ٦، ٧.
(۲) "التفسير الكبير" الفصل ٨، پ ١، الفاتحة، تحت الآية: ٦، ٧، ١/ ٢٢١.
(۳) پ ٥، النساء: ٦٩.
(٤) "التفسير الكبير" الفصل ٨، پ ١، الفاتحة، تحت الآية: ٦، ٧، ١/ ٢٢١.

اور بلاشک وشبہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدّیقوں کے سردار ہیں! نیز اس آیتِ مبارکہ کے معنیٰ یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے، جس پر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صِدّیقین ہیں، اگر سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذاللہ) ظالم ہوتے، توآپ کی اقتداء کرنا ہرگز جائز نہ ہوتا[1]۔

سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا ذکر

(۲) اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا﴾[2] "اللہ نے وعدہ دیا، ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے، کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا، جیسی ان سے پہلوں کو دی! اور ضرور اُن کے لیے جمادے گا اُن کا وہ دِین، جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے! اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو اَمن سے بدل دے گا! میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں!"۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبد الرحمن بن عبد الحمید مصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا، کہ وہ فرماتے ہیں: "إنّ ولايةَ أبي بكرٍ وعمرَ في كتاب الله، يقول الله تعالى: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

---

(۱) "الصواعق المحرقة" الفصل ۳ في النصوص السمعية الدالّة على خلافته رضي الله تعالى عنه من القرآن والسنّة، ۱/ ۵۲.

(۲) پ ۱۸، النور: ۵۵.

﴿فِي الْاَرْضِ﴾(۱)"(۲) "سیّدنا ابو بکر صدیق کی خلافت کا ذکر تو کتابُ اللہ میں موجود ہے، (جیسا کہ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے، کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا!"۔

محی ُالسُنّہ ابن مسعود بَغَوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "وفي الآية دلالةٌ على خلافة الصّديق، وإمامةِ الخلفاء الرّاشدين"(۳) "اس آیتِ مبارکہ میں سیّدنا ابو بکر صدّیق کی خلافت، اور خلفائے راشدین کی امامت پر دلیل ہے"۔

اللہ تعالی کا فضل ورِضا چاہنے والے سچے لوگ

(۳) اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾(٤) "ان ہجرت کرنے والے فقیروں کے لیے، جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رِضا چاہتے ہوئے، اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہوئے، وہی لوگ سچے ہیں!"۔

امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ تعالی علیہ یہ آیت ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "ومَن شهدَ له اللهُ سبحانہ وتعالی بالصّدق لا يكذَب، فلَزِمَ أنّ ما أطبقوا عليه من قولهم لأبي بكر: "يا خليفةَ رسول الله" صادِقون فيه، فحينئذٍ كانت الآيةُ

(١) پ ١٨، النور: ٥٥.

(٢) "تفسير ابن أبي حاتم" پ ١٨، النور، ر: ١٤٧٦٤، تحت الآية: ٥٥، ٨/ ٢٦٢٧.

(٣) "تفسير البَغَوي" پ ١٨، النور، تحت الآية: ٥٥، ر: ١٥٤٣، ٣/ ٤٢٦.

(٤) پ ٢٨، الحشر: ٨.

ناصّةً على خلافتِه. أخرجَه الخطيبُ[1] عن أبي بكر بن عيّاش، وهو استنباطٌ حَسنٌ كما قاله ابنُ كثير"[2].

"جس کی سچائی پر خود اللہ عزّوجلّ گواہی دے، اسے جھوٹا نہیں کہا جاسکتا، اس سے لازم آیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو "خلیفۃ الرسول" کہہ کر پکارا، وہ حضرات اپنی اس بات میں سچے ہیں۔ اس لحاظ سے آیتِ مبارکہ آپ کی خلافت پر نَص ہے۔ اسے خطیب نے ابو بکر بن عیّاش سے بیان کیا، اور یہ بہت ہی خوبصورت اِستنباط ہے، جیسا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا"۔

(ا) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾[3] "پیچھے رہ جانے والے ان گنواروں سے فرماؤ، کہ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، کہ ان سے لڑو، یا وہ مسلمان ہو جائیں! پھر اگر تم فرمان مانو گے، تو اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا، اور اگر تم پھر گئے جیسے پہلے پھر گئے تھے، تو تمہیں دردناک عذاب دے گا!"۔

امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "صواعق محرّقہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"قال الشيخ أبو الحسن الأشعَري رحمه الله تعالى إمامُ أهل السُنّة: سمعتُ

(١) "تاريخ بغداد" باب الكُنى، ر: ٧٦٥٠، أبو بكر بن عيّاش بن سالم الحناط، ١٦/ ٥٤٢.

(٢) "الصواعق المحرقة" الفصل ٣ في النصوص السمعية الدالّة على خلافته رضي الله تعالى عنه من القرآن والسُنّة، ١/ ٥١.

(٣) پ ٢٦، الفتح: ١٦.

الإمامَ أبا العبّاس بن سُرَيْج يقول: خلافةُ الصّديق في القرآن في هذه الآية، قال: لأنّ أهلَ العلم أجمعوا على أنّه لم يكن بعد نُزولها قِتالٌ دُعُوا إليه، إلّا دعاء أبي بكر لهم وللنّاس إلى قِتال أهلِ الرِدّة ومَن منعَ الزّكاةَ، قال: فدلّ ذلك على وُجوب خلافة أبي بكرٍ وافتراض طاعته؛ إذ أخبرَ اللهُ أنّ المتولّي عن ذلك يعذَّب عذاباً أليماً"[1].

"امامِ اہلِ سنّت ابو الحسن اَشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام ابو العباس ابن سُرَیج رحمۃ اللہ تعالیٰ کو فرماتے سنا، کہ اس آیتِ قرآنیہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا ذکر ہے۔ (اور پھر اس کی علّت بیان کرتے ہوئے) وہ مزید فرماتے ہیں، کہ اہلِ علم کا اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ اس آیت کے نُزول کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی، سوائے اس جنگ یمامہ کے، جس پر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدّین اور مانعینِ زکاۃ سے جہاد کے لیے لوگوں کو بلایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وُجوب، اور آپ کی اِطاعت کے فرض ہونے پر دلیل ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے، کہ اس سے منہ پھیرنے والے گروہ کو دردناک عذاب دے گا!"۔

متعدّد مفسرینِ کِرام نے آیتِ مبارکہ کے جزء: ﴿قَوۡمٍ أُوْلِي بَأۡسٖ شَدِيدٖ﴾[2] کی تفسیر میں، "قوم" سے اہلِ فارس ورُوم مراد لی ہے[3]۔

(١) "الصواعق المحرقة" الفصل ٣ في النصوص السمعية ...إلخ، ١/ ٥٠.
(٢) پ ٢٦، الفتح: ١٦.
(٣) "تفسير الطَبَري" پ ٢٦، الفتح، تحت الآية: ١٦، ٢٢/ ٢١٩.
و"تفسير الماتُريدي" پ ٢٦، الفتح، تحت الآية: ١٦، ٩/ ٣٠٤.
و"تفسير السَّمَرقندي" پ ٢٦، الفتح، تحت الآية: ١٦، ٣/ ٢٥٥.

امام ابن حجر مکّی، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"فالصّديقُ هو الذي جهّزَ الجُيوشَ إليهم، وتمامُ أمرهم كان على يد عمرَ وعثمانَ، وهُما فَرْعَا الصّديقِ"[1] "جو شخص "قوم" کی یہ تفسیر کرے گا کہ اس سے مراد اہلِ فارس ورُوم ہیں، تو اسے جاننا چاہیے کہ ان کی طرف بھی حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے، جبکہ اس جہاد کی تکمیل حضرت سیّدنا عمر فاروق اور سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ خلافت میں ہوئی، اور یہ دونوں حضرات بھی، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (درختِ خلافت) کی شاخیں ہیں"۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت سے متعلق چند احادیثِ مبارکہ

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی جلیل القدر اور متّقی وپرہیز گار صحابی ہیں، تمام انبیاء ورُسُل علیہم السلام کے بعد مخلوق میں سب سے افضل انسان، اور مسلمانوں کے پہلے خلیفۂ راشد ہیں، متعدّد احادیثِ طیّبہ میں بھی سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت کا بیان واضح طَور پر موجود ہے، اسی چیز کے پیشِ نظر ہم اہلِ سنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ونظریہ ہے، کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد، لوگوں میں سب سے افضل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ کے سب سے زیادہ حقدار، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں[2]۔

---

(١) "الصواعق المحرقة" الفصل ٣ في النصوص السمعية الدالّة على خلافته رضي الله تعالى عنه من القرآن والسُنّة، ١/ ٥٠.

(٢) "المسايَرة" مع شرحه "المسامَرة" صـ٣١٣.

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر

(۱) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ شہزادۂ امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، فرمایا کہ میں نے اپنے والدِ ماجد امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی، کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد، سب سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: «أبو بكرٍ» میں نے عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: «عُمرُ»[۱].

اُمّت میں سب سے بہتر

(۲) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابیٔ رسول ﷺ، اور سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرّبِ بارگاہ ہیں، جناب امیر انہیں وہب الخیر فرمایا کرتے) سے مروی ہے، کہ سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: « يَا أَبَا جُحَيْفَةَ! أَلا أُخْبِرُكَ بِأفضَلِ هَذِهِ الأمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟» "اے ابا جحیفہ! کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں، کہ اُمّت میں سب سے بہتر کون ہے؟" میں نے عرض کی کہ کیوں نہیں! (اور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل کسی کو خیال نہیں کرتا تھا) سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا: أبو بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِي بَكرٍ: عُمَرُ!»[۲] "حضور نبیٔ کریم ﷺ کے بعد اس اُمّت میں، سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں!"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النّبي ﷺ، ر: ۳٦٧١، صـ٦١٦.

(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، ر: ۸۳۵، ۲/ ۲۰۱. وإسناده صحيحٌ على شرط مسلم، رجالُه ثِقاتٌ رجالُ الشيخَين، غير منصور بن عبد الرحمن الغداني، فمِن رجال مسلم. إسماعيل بن إبراهيم: هو ابن علية.

خلفائے راشدین میں سب سے افضل

(۳) حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: «كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لاَ نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَداً، ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ!»[1] "رسول اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں، ہم (آپ ﷺ کے بعد) سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو، اور پھر سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو!"۔

سب سے اَولیٰ و حقدار

(۴) سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اَفضلیت پر صراحۃً دلالت کرتی ہوئی ایک حدیث پاک میں، ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں، کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: «ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ وَأَخَاكِ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ!»[2] "میرے پاس اپنے والد ابو بکر کو اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ؛ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دُوں؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنّا کرنے والا تمنّا کرے گا، اور کوئی کہنے والا کہے گا، کہ میں سب سے اَولیٰ (زیادہ حقدار) ہوں، مگر اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان ابو بکر کے سوا کسی اَور پر راضی نہیں ہوں گے!"۔

ابن بطّال رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی "شرح صحیح بخاری" میں مُہلّب رحمہ اللہ تعالٰی کا قول نقل کرتے

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النّبي ﷺ، ر: ۳٦۹۸، صـ٦۲۲.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ر: ۷۲۱۷، صـ۱۲٤۳. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ر: ٦۱۸۱، صـ۱۰۵۱.

ہوئے لکھا: "فيه دليلٌ قاطعٌ في خلافة أبي بكر"[۱] "اس حدیث پاک میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلیلِ قاطع ہے"۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "فتح الباری" میں، اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "إنّ المرادَ الخلافةُ"[۲] "اس "تحریر" سے مراد خلافت نامہ ہے"۔

صدَقات کی وُصولی کا اختیار

(۵) حضور نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے بعد، صدَقات کی وُصولی کے لیے سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرّر فرمانا بھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت پر دَلالت کرتا ہے، حضرت سیّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ مجھے بنو مُصطلق نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لیے بھیجا، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہم صدَقات (زکات وغیرہ) کسے پیش کیا کریں؟ میں نے آکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا: «إلى أبِي بَكْرٍ»[۳] "ابوبکر کو"۔

امام ابن حجر مکّی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "ومِن لازم دفعِ الصّدقة إليه، كونُه خليفةً؛ إذ هو المتولّي قبضَ الصدَقات"[٤] "ان کے پاس

---

(۱) "شرح صحيح البخاري" لابن بطّال، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ٨/ ٢٨٢.

(۲) "فتح الباري" كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ر: ٧٢١٧، ١٣/ ٢٠٦.

(۳) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، أمّا حديث ضمرة وأبو طلحة، ر: ٤٤٦٠، ٣/ ٨٢. [قال الحاكم:] هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه. [وقال الذهبي:] "صحيحٌ".

(٤) "الصواعق المحرقة" الفصل ٣ في النصوص السمعية ...إلخ، ١/ ٥٨.

صدقہ (زکات) اسی صورت میں پیش کرنا لازم ہوگا، کہ جب وہ خلیفہ ہوں؛ کیونکہ خلیفۂ وقت ہی صدَقات (زکات) جمع کرنے پر ذمّہ دار ہوتا ہے"۔

سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خصوصی استثناء

(٦) نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خصوصی استثناء بھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لا يَبْقَيَنَّ فِي المَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ!»(١) "مسجدِ نبوی کے اندر ابو بکر کے دروازے کے سوا، کوئی دروازہ باقی نہ رہے!"۔

امام جلال الدّین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ علمائے کرام نے فرمایا: "هذه إشارةٌ إلى الخلافة؛ لأنّه يخرج منها إلى الصّلاة بالمسلمين"(٢) "اس حدیثِ مبارک میں خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ خلیفۃ المسلمین کو لوگوں کو نماز پڑھانے (اور دیگر کاموں) کے لیے، مسجد کی طرف نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے"۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رُجوع کرنے کا حکم

(٧) بخاری ومسلم نے حضرت سیّدنا جُبیر بن مُطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون آئیں، انہوں نے کسی چیز کے بارے میں حضور

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، ر: ١١٣٣٤، ١٧/ ٢١٥. و"صحيح البخاري" كتاب الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد، ر: ٤٦٦، صـ٨١. و"سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٦٧٨، صـ٨٣٧. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ غريبٌ من هذا الوجه، وفي الباب عن سعيد".

(٢) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، الخليفة الأوّل: أبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ١/ ٥١.

اکرم ﷺ سے گزارش کی، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کو فرمایا، اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ ﷺ! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟(راوی کا کہنا ہے کہ شاید ان خاتون کی مراد حضور کی وفات تھی) سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنْ لَمْ تَجِدِينِي، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ»[(١)] "اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا" یعنی اگر میری وفات ہو جائے، تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا فیصلہ کرا لینا۔

اس فرمانِ عالی شان میں، سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرف صاف اشارہ ہے، جیسا کہ امام عبد الرحمن ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیثِ مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں: "وهذا من النّصوص الخفية على خلافة أبي بكرٍ"[(٢)] "یہ حدیثِ پاک سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی، نصوصِ خفیہ میں سے ایک نص ہے"۔

اسی طرح علّامہ طِیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وفيه دليلٌ على أنّه رضي الله تعالى عنه خليفةُ رسولِ الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعدَه، وقائمٌ مقامَه"[(٣)] "اس حدیثِ پاک میں دلیل ہے، کہ سیّدنا ابو بکر صدیق، حضور اکرم ﷺ کے (ظاہری وِصال کے) بعد خلیفۃ الرسول، اور حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ر: ٧٢٢٠، صـ١٢٤٣، ١٢٤٤. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ر: ٦١٧٩، صـ١٠٥١.
(٢) "كشف المشكل من حديث الصحيحَين" كشف المُشكل من مسند جبير بن مُطعم، ر: ٢٢٤٧، ٤/ ٤٦.
(٣) انظر: "مرقاة المفاتيح" كتاب الرقاق، ر: ٥٢٢٧، ٨/ ٣٢٧٢.

علّامہ بدر الدین عینی قدّس سرّہٗ اس حدیث شریف کے تحت فرماتے ہیں: "وفيه إشارةٌ أيضاً إلى أنّه هو الخليفةُ من بعده"[1] "اس حدیثِ پاک میں اشارہ ہے، کہ حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ ہیں"۔

سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو نماز کے لیے مقدّم ومقرّر فرمانا

(۸) سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اپنے اَیامِ علالت میں، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو نماز کے لیے مقدّم ومقرّر فرمانا، انہیں حضرت سیّدُنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر ترجیح دینا، اور سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی عدمِ موجودگی کے سبب، سیّدُنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اِمامت کے لیے آگے بڑھائے جانے پر، اظہارِ ناراضگی فرمانا بھی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی اَفضلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے!۔

سیّدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالی عنہ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی علالت نے شدّت اختیار کی، تو چند مسلمانوں کے ساتھ، میں بھی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا، نماز کے لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بلایا، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ!» "کسی سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے!" حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالی عنہ باہر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں میں موجود تھے، جبکہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ وہاں موجود نہیں تھے، اس پر میں نے کہا کہ اے عمر کھڑے ہوکر لوگوں کو نماز پڑھائیے! وہ آگے بڑھے اور (نماز شروع کرنے کے لیے) تکبیر کہی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

---

(۱) "عمدة القاري" كتاب المناقب، باب، ر: ٣٦٥٩، ١٦/ ١٧٨.

اُن کی آواز سنی (کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز رکھتے تھے) فرمایا: «فأينَ أبو بَكْرٍ؟ يأبى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ! يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ!» "ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہیں ہوں گے!" (دوبار)، لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا، وہ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا چکے تھے[1]۔

سیّدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں، کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی، تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لانے لگے، یہاں تک کہ سرِ اقدس حجرے سے باہر نکال کر فرمایا: «لَا لَا لَا! لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ!» "نہیں نہیں نہیں! لوگوں کو ابن ابی قُحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) ہی نماز پڑھائیں!" (راوی کا کہنا ہے کہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بات حالتِ جلال میں فرما رہے تھے[2]۔

اِمامت کے سب سے زیادہ حقدار

(۹) ایک اَور حدیثِ پاک میں حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لا ينبغي لقومٍ فِيهمْ أَبُو بَكْرٍ، أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ!»[3] "جس قوم میں ابوبکر ہوں، انہیں

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب السُنّة، باب استخلاف أبي بكر رضي الله تعالى عنه، ر: ٤٦٦٠، صـ٦٥٩. و"مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ذكر عبد الله بن زمعة بن الأسود، ر: ٦٧٠٣، ٣/ ٧٤٣. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحٌ على شرط مسلم ولم يخرجاه". وسكت عنه الذهبيُّ في "التلخيص".

(٢) "سنن أبي داود" كتاب السُنّة، باب استخلاف أبي بكر رضي الله تعالى عنه، ر: ٤٦٦١، صـ٦٥٩.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب [«لا ينبغي لقوم فيهم أبو بكر، أن يؤمّهم غيره!»

=

لائق نہیں کہ ان کی امامت ابو بکر کے سوا کوئی اَور کرے!"۔

سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم

(۱۰) بخاری و مسلم نے حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ جب نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدّت اختیار کر گیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ!» "ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں!" حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے والد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے! حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ!» "ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں!" حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوبارہ وہی بات دُہرائی، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: «مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ! فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ!» "ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں! تم خواتین تو حضرت یوسف والیاں ہو!"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک صحابی حضورِ اکرم کا حکم لے کر آئے، تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ میں، لوگوں کو نمازیں پڑھائیں[1]۔

صدیقِ اکبر کی خلافت سے متعلق مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان

(۱۱) سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنہیں سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

=

...إلخ] ر: ٣٦٧٣، صـ٨٣٦. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حَسنٌ غريب".

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٧٨، صـ١١٠. و"صحيح مسلم" كتاب الصلاة، ر: ٩٤٨، صـ١٨٠.

فرضیتِ حج کے بعد، پہلے ہی سال امیر الحجّاج مقرّر فرمایا، اور انہیں اپنے سامنے مرضُ الوفات میں اپنی جگہ نماز کے لیے امام مقرّر فرمایا۔ حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- کا ارشاد ہے: «لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلاَةِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ الله ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[1] "نبئ رحمت ﷺ کے وِصال کے بعد، جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے)، کہ جب نماز کے مُعاملہ میں نبئ کریم ﷺ نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدّم فرمایا، اور ہمارے دِین کے لیے انہیں امام بنانا پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہو گئے، یعنی ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے، انہیں خلیفہ مقرّر کر دیا"۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے پہلے خلیفۂ برحق سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور یہی اہلِ اسلام کا نظریہ ہے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت سے متعلق اَسلاف کی رائے

ہمارے اَسلاف بھی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمیع اُمّتِ مسلمہ پر، حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت کے قائل تھے، اس سلسلے میں چند علمائے امّت کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

اِسلام میں سب سے افضل

(۱) حضرت سالم بن ابی الجعد تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی کہ "کیا حضرت ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟

(١) "الطبقات الكبرى" الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدراً من المهاجرين الأوّلين، ذكر بيعة أبي بكر رضي الله تعالى عنه، ٣/ ١٨٣.

فرمایا: نہیں، میں نے کہا کہ پھر کیا بات ہے کہ ابو بکر سب سے بالا رہے اور پیشی لے گئے؟ یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذِکر ہی نہیں کرتے! فرمایا: یہ اس لیے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل ہیں"[1]۔

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے افضل

(۲) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد، سیّدنا صدیقِ اکبر، اور اُن کے بعد سیّدنا عمر فاروقِ رضی اللہ تعالی عنہما، تمام لوگوں سے افضل ہیں!"[2]۔

سب سے پہلے خلیفہ اور افضل شخص

(۳) امام بَغَوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدّیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہم، انبیاء و مرسَلین کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں، اور پھر ان چاروں میں اَفضلیت کی ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے، حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں، لہٰذا وہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمان غنی اور اُن کے بعد سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہم افضل ہیں"[3]۔

---

(۱) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب المَغازي، إسلام علي بن أبي طالب، ر: ۳٦٥۹٥، ۷/ ۳۳۸.

(۲) "الفقه الأكبر" المفاضَلة بين الصحابة، ۱/ ٤۱. و"فواتح الرَّحموت بشرح مسلَّم الثبوت" مسألة: الصحابي، ۲/ ۱۹۷، نقلاً عن الإمام رحمه الله تعالى.

(۳) "شرح السُنّة" كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسُنّة، ر: ۱۰۲، ۱/ ۲۰۸.

افضلیت کی ترتیب

(۴) خلفائے راشدین کی اَفضلیت کے بارے میں، اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے، شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے نبیِ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے اَفضل سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اور اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمانِ غنی، اور پھر سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم اَفضل ہیں"[1]۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اَفضلیت پر اہلِ سنّت کا اتفاق

(۵) امامِ علّام ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "شرح صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اَفضلِ صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں"[2]۔

تمام لوگوں سے اَفضل

(٦) علّامہ قاضی عضد الدّین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام لوگوں سے اَفضل ہیں"[3]۔

خُلفائے رَاشدین میں اَفضلیت بترتیبِ خلافت ہے

(۷) امام ابن حجر عَسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت وجماعت کے درمیان اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ خُلفائے رَاشدین میں اَفضلیت اُسی ترتیب سے ہے، جس ترتیب سے خلافت ہے"[4]، یعنی سیّدُنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے اَفضل ہیں،

---

(١) "شرح العقائد النَّسَفية" صـ١٧٢.

(٢) "شرح صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، الجزء ١٥، صـ١٤٨.

(٣) "المَواقف مع شرحه" الأصل٨: المقصد ٥: الأفضل بعد ...إلخ، الجزء ٨، صـ٣٩٧.

(٤) "فتح الباري" كتاب فضائل أصحاب النبي، ر: ٣٦٧٣، ٧/ ٣٤.

اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمان غنی اور پھر سیّدُنا مولا علی رضی اللہ تعالی عنہم افضل ہیں۔

افضل الخلق بعد الرسل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں

(۸) امام ابن ہُمام حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ (انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد) سب لوگوں سے افضل ہیں"[1]۔

خلافتِ برحق سے متعلق سلَف صالحین کے چند اَقوال

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفۂ راشد ہیں، آپ کی خلافت برحق ہے، اور اسی پر امّت کا اِجماع واتفاق چلا آرہا ہے[2]، اس سلسلے میں سلَف صالحین اور بزرگانِ دین کے چند اَقوال پیشِ خدمت ہیں:

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے خلیفۂ راشد

(۱) حضرت عمر بن عبد العزیز کے کہنے پر، حضرت محمد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت حَسَن بصری رحمۃ اللہ تعالی سے دریافت کیا، کہ کیا رسولِ پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟ تو جواباً آپ رحمۃ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "والله الذي لا إلهَ إلّا هو! لقد استخلفَه، ولهو كان أعلَمَ بالله وأتقَى له، وأَشهدَ له مخافةً من أن يموتَ عليها، لولم يُؤَمِّرْهُ "[3] "اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

---

(۱) "المسايَرة" الأصل٨: فضل الصحابة الأربعة، الجزء ٢، صـ١٥٧.

(٢) "الصواعق المحرقة" الفصل ٢ في بيان انعقاد الإجماع على ولايته رضي الله تعالى عنه، ١/ ٣٩.

(٣) "تاريخ دِمشق" حرف العين، ر: ٣٣٩٨، عبد الله ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة رضي الله تعالى عنه، ٣٠/ ٢٩٧. و"تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، الخليفة الأوّل: أبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ١/ ٥٣. و"الصواعق المحرقة" الفصل ٣ في النصوص السمعية الدالّة على خلافته رضي الله تعالى عنه من القرآن والسُنّة، ١/ ٦٧.

نہیں! یقیناً حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ یقیناً سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے تھے، سب سے بڑھ کر متقی وپرہیزگار تھے، اور وہ اِس قدر خوفِ خدا والے تھے، کہ اگر رسول اللہ ﷺ انہیں امیر نہ بناتے، تو وہ (خلافت کے بجائے) مَوت کو ترجیح دیتے!"۔

ولایت (خلافت) کے زیادہ حقدار

(۲) حضرت سفیان ثَوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس نے یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت (خلافت) کے زیادہ حقدار تھے، اس نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور مہاجرین وانصار، سارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غلطی پر ٹھہرایا، اور میرے خیال میں اس خطا کے ہوتے ہوئے، اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں ہوسکتا!"[1]۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اِجماع واتفاق

(۳) امام بیہقی نے زعفرانی سے بیان کیا، کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا: "أجمع النّاسُ على خلافة أبي بكر رضي الله تعالى عنه... وذلك أنّه اضطراب النّاس بعد رسول الله ﷺ، فلم يجدوا تحت أديم السّماء خيراً من أبي بكرٍ، فوَلّوه رِقابَهم"[2] "لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اِجماع واتفاق کرلیا؛ اس لیے کہ نبئ کریم ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا، جب لوگوں نے زیرِ آسمان سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

(۱) انظر: "الصواعق المحرقة" الفصل ٢ في بيان انعقاد الإجماع على ولايته رضي الله تعالى عنه، ١/ ٤٤.

(٢) "معرفة السنن و الآثار" باب ما يستدلّ به على صحة اعتقاد الشّافعي، ر: ٣٥٣، ٣٥٤، ١/ ١٥٣.

بہتر کسی کو نہ پایا، تو اپنی گردنیں حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے جھکا دیں"۔

تمام صحابہ سے زیادہ قرآن پاک کو سمجھنے والے

(۴) امام ابن کثیر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: "كان الصّديقُ أقرأَ الصّحابة، أي: أعلمَهم بالقرآن؛ لأنّه ﷺ قدّمه إماماً للصّلاة بالصّحابة"[۱] "حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام صحابہ سے زیادہ قرآنِ پاک کو سمجھتے تھے، اسی لیے حضور نبئ کریم ﷺ نے آپ کو نماز کی امامت کے لیے، دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے مقدّم فرمایا"۔

قرآنِ پاک کے سب سے بڑے عالِم اور خلافت کے حقدار

(۵) حضرت امام ابو الحسن اشعری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: "قد عُلم بالضرورة أنّ النبيَّ ﷺ أمرَ الصّديقَ أن يصلّيَ بالنّاس مع حضور المهاجرين والأنصار، مع قوله: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ»[۲] فدلّ على أنّه أقرؤُهم: أي أعلَمُهم بالقرآن، انتهى. وقد استدلّ الصحابةُ أنفُسُهم بهذا، على أنّه أحقُّ بالخلافة، منهم: عمرُ"[۳]. "یہ بات تو بالبَداہت معلوم ہو گئی، کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام مہاجرین وانصار کی موجودگی میں، حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نماز پڑھنے کے لیے حکم فرمایا، اور یہ بھی

---

(۱) انظر: "الصواعق المحرقة" الفصل ۲ في بيان انعقاد الإجماع على ولايته رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ۱/ ۴۸.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب من أحق بالإمامة، ر: ۱۵۳۲، صـ۲۷۱. و"سنن أبي داود" كتاب الصلاة، باب من أحقّ بالإمامة، ر:۵۸۲، صـ۹٦. و"سنن الترمذي" أبواب الصلاة، باب من أحق بالإمامة، ر: ۲۳۵، صـ٦۵. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ".

(۳) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، الخليفة الأوّل: أبو بكر الصديق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ۱/ ۵۳.

نبیٔ کریم ﷺ سے مروی ہے کہ "لوگوں کونماز وہ پڑھائے جوقرآنِ پاک کو ان سب میں زیادہ سمجھتا ہو"، تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآنِ پاک کے سب سے بڑے عالِم تھے، اور خود صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسی بات سے دلیل پکڑی، کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، مِن جملہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں"۔

زمانۂ نبوی میں امامت کی اہلیت کے لیے سب سے مشہور

(٦) علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں، کہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: "وقد كان معروفاً بأهليّة الإمامةِ في زمان النّبي ﷺ"(١) "زمانۂ نبوی میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اِمامت کی اہلیت کے لیے مشہور ہو چکے تھے"۔

خلافت کے زیادہ اہل اور حقدار

(٧) امام ابن حجر مکّی رحمہ اللہ تعالیٰ "صواعق محرّقہ" میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت پر اِجماع سے متعلق، بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "كان هو الأحقُّ بالخلافة عند جميع أهل السُنّة والجماعة، في كلّ عصرٍ، منّا إلى الصّحابة رضي الله تعالى عنهم، وكذلك عند جميع المعتزلة وأكثرِ الفِرق، وإجماعُهم على خلافتِه قاضٍ بإجماعِهم على أنّه أهلٌ لها، مع أنّها من الظُهور بحيث لا تخفى"(٢). "ہر زمانے کے اہلِ سنّت وجماعت، یعنی ہمارے زمانے سے

---

(١) المرجع نفسه.

(٢) "الصواعق المحرقة" الفصل ٢ في بيان انعقاد الإجماع على ولايته رضي الله تعالى عنه، ١/ ٣٩.

لے کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے تک، سب کے سب حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے آئے ہیں، اسی طرح تمام معتزلہ اور اکثر فرقوں کا یہی اعتقاد ہے، اور ان سب کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اِجماع واتفاق، اس بات پر فیصلہ کُن ثبوت ہے، کہ وہ خلافت کے زیادہ اہل اور حقدار ہیں، اور یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جسے پوشیدہ رکھنا ممکن ہی نہیں"۔

خلاصۂ کلام

مختصر یہ کہ سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مُقابلے میں، حضرت سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اَور صحابی کو افضل قرار دینا، یا خلیفہ بالفصل ماننا، رافضی شیعوں اور تفضلیوں کا کام ہے، ایسی بدمذہبی، بدعقیدگی اور بدفکری کے اَمراض وفِتن سے کوسوں دُور رہیے! حکمِ شریعت کے مطابق صحابہ واہلِ بیت کرام کا حسبِ مُراتب اَدب واحترام کیجیے، اَور اہلِ سنّت وجماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حسبِ مَراتب تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اَدب واِحترام کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، ان کے مقام ومرتبہ اور شان وعظمت کی پاسداری کا جذبہ عنایت فرما، سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت کو صِدقِ دل سے تسلیم کرنے اور دُرست عقائد پر ثابت قدم رہنے کی سوچ عطا فرما، اور بدمذہبی وبدعقیدگی سے محفوظ فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا تبلیغی منہج

(جمعۃ المبارک ۲۴ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۱/۲۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

سلسلۂ بعثتِ انبیاء علیہم السلام

برادرانِ اسلام! اللہ ربّ العالمین نے بنی نوعِ انسان کی رُشد وہدایت اور اِصلاحِ اَفکار ونظریات کے لیے، انبیاء ورُسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، ان پاکیزہ ہستیوں کے دم قدم اور تبلیغی کوششوں سے، دنیا بھر میں ایمان کا نُور پھیلا، توحید ورسالت کا عَلَم (پرچم) بلند ہوا، سسکتی انسانیت شاد کام ہوئی، اور بے سہاروں کو سہارا ملا۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی حکمت ودَانائی، صبر واِستقامت، تقویٰ واِخلاص، اور مَواعظِ حَسَنہ کے ذریعے، شرک وجہالت کے اندھیروں کا خاتمہ فرمایا، اور نورِ اسلام کے ذریعے طلوعِ سحر کی نوید سنائی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا یہ سلسلہ ختم ہوا، تو خالقِ

کائنات نے یہ ذمّہ داری حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اُمّت کے سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1] "تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے، جو بھلائی کی طرف بلائیں، اور اچھی بات کا حکم دیں، اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ مراد کو پہنچے!"۔

امّتِ محمدیّہ کی ذمّہ داری

عزیزانِ محترم! نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا، بہترین جہاد اور امّتِ محمدیّہ کا وصفِ خاص ہے، اللہ رب العزّت نے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[2] "تم ان سب اُمّتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو"۔ لہٰذا بحیثیت مسلمان ہم سب پر لازم ہے، کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے تبلیغی منہج کو اپناتے ہوئے، دعوتِ اسلام اور تبلیغ واِشاعتِ دِین کے سلسلے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں، اور مقدور بھر کوشش ضرور کریں!۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے نقشِ قدم کی پیروی

حضراتِ گرامی قدر! مَعیشت ہو یا مُعاشرت، حکومت ہو یا سیاست، تبلیغِ دِین کا فریضہ انجام دینے والے پر لازم ہے، کہ وہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتِ طیّبہ کو مشعلِ راہ بنائے، ان حضرات مقدّسہ کے نقشِ قدم کی پیروی

---

(۱) پ ٤، آل عمران: ١٠٤.
(۲) پ ٤، آل عمران: ١١٠.

کرے؛ تاکہ مبلغینِ اسلام کی کوششیں مفید ومؤثر اور نتیجہ خیز وبارآور ثابت ہوں!۔

حکمت ودانائی، مُباحَثہ اور عمدہ نصیحت

عزیزانِ مَن! اللہ ربّ العالمین نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بنی نَوعِ انسان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا، انہیں تبلیغ کے انداز میں حکمت ودانائی، مُباحَثہ اور عمدہ نصیحت کرنے کا حکم دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی طرف بلاؤ، پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور اُن سے اس طریقہ سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"۔

صدر الاَفاضل سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ "پکّی تدبیر سے مراد وہ دلیلِ مُحکَم ہے، جو حق کو واضح اور شُبہات کو زائل کر دے، اور اچھی نصیحت سے مراد ترغیبات وترہیبات (فضائل ووعیدیں) ہیں، جبکہ بہتر طریق سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی آیات اور دلائل سے بُلائیں"[2]۔

یعنی مُبلّغ کو چاہیے کہ تبلیغ کرتے وقت، انبیائے کرام علیہم السلام کے طریقہ ومنہج کو پیشِ نظر رکھے، مدلّل اور اَحسن انداز میں سادہ وسلیس گفتگو کرے، مشکل، غیر مستند اور کمزور بات ہرگز نہ کرے، اپنا لہجہ نرم رکھے، شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے، تلخی وتُرشی سے پرہیز کرے، اپنے وعظ وبیان میں فضائل ووعیدیں دونوں کا ذکر کرے، اور اپنی بات میں وَزن پیدا کرنے کے لیے بطورِ دلائل، قرآنی آیات واَحادیث پیش کرے!۔

---

(١) پ١٤، النحل: ١٢٥.
(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۴، النحل، زیرِ آیت: ۱۲۵، صـ۵۲۳۔

نرم انداز اپنائیے

حضراتِ ذی وقار! دعوتِ اسلام اور تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والوں کے لیے، یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صبر وتحمل کا دامن تھامے رہیں، اور اپنے مُخاطب کو نرمی اور شفقت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کریں؛ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغِ دین کے سلسلے میں، یہی انداز اپنانے کی تلقین فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى﴾[1] "دونوں (یعنی موسیٰ وہارون) فرعون کے پاس جاؤ! بے شک اس نے سر اُٹھایا، تو اس سے نرم بات کہنا؛ اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے!"۔

"یعنی تعلیم ونصیحت اس امید کے ساتھ ہونی چاہیے، کہ آپ کے لیے اجر اور اس پر اِلزامِ حُجّت اور قطعِ عذر ہو جائے! اور حقیقت میں ہونا تو وہی ہے جو تقدیرِ الٰہی ہے!""[2]۔

نمود ونمائش اور ریاکاری سے اجتناب

حضراتِ گرامی قدر! سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغِ دین کے سلسلہ میں، ہمیشہ رِضائے الٰہی اور اِخلاص کے پہلو کو پیشِ نظر رکھا، نمود ونمائش، رِیاکاری اور دکھلاوے سے اجتناب فرمایا، اور اپنی امّت کو بھی اسی بات کی تعلیم دی، اللہ ربّ العزّت نے تبلیغی منہج کے اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[3] "اے حبیب تم فرماؤ! کہ یقیناً میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور

---

(١) پ١٦، طه: ٤٣، ٤٤.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۶، طٰہٰ، زیرِ آیت: ۴۴، صـ۵۸۷، ۵۸۸۔

(٣) پ٨، الأنعام: ١٦٢.

میرا مرنا، سب اللہ تعالی کے لیے ہے، جو رب ہے سارے جہان کا!"۔

جذبۂ خیر خواہی اور رحیمانہ کردار

رفیقانِ ملّتِ اسلامیّہ! انبیائے کرام علیہم السلام کو راہِ خدا میں بے شمار مَصائب، آلام اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، مگر اس کے باوُجود اپنی امّت کی فکر اور خیر خواہی کا جذبہ، ہمیشہ ان حضرات کے دلوں میں مَوجزن رہا، اپنے اِسی مُشفقانہ ورحیمانہ کردار اور خیر خواہی کے جذبے کے باعث، وہ لوگوں کے قلوب واَذہان کو مسخّر کرنے میں کامیاب رہے!۔

میرے محترم بھائیو! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی امّت کے اس قدر خیر خواہ ہیں، کہ اُن کو پہنچنے والی ذرا سی تکلیف بھی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر گراں گزرتی، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شفقت ومہربانی اور خیر خواہانہ طبیعت کے بارے میں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾[1] "یقیناً تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے، جن پر تمہارا مشقّت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں، اور مسلمانوں پر کمال مہربان ورحیم ہیں!" ۔ لہٰذا دعوت وتبلیغ کے شعبہ سے وابستہ اَفراد کو چاہیے کہ اپنے اندر، لوگوں کی اِصلاح اور خیر خواہی کا جذبہ خوب پیدا کریں، اور امّت کی ہدایت کے لیے فکر مند رہا کریں!۔

دنیا سے بے نیازی

عزیزانِ محترم! مبلّغین کو چاہیے کہ دنیا سے بے نیازی اختیار کریں، اور اُخروی کامیابی اور اجر وثواب کو دنیا پر ترجیح دیں، تبلیغ کا فریضہ انجام دینے میں رِضائے

(۱) پ۱۱، التوبة: ۱۲۸.

الٰہی کو مقدّم رکھیں، اور دنیا والوں سے اس کے اجر ومُعاوَضہ یا بدل کی امید ہرگز نہ رکھیں؛ کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی طُرّۂ امتیاز تھا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾[1] "اے قوم! میں تم سے اس پر کچھ بھی مال نہیں مانگتا، میرا اَجر تو اللہ تعالی ہی پر ہے!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی ہمیں دنیا سے بے نیازی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے، حضرت سیّدنا سَہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوْكَ»[2] "دنیا (اور اس کی لذّتوں) سے بے پرواہ ہو جاؤ، اللہ تمہارے ساتھ محبت فرمائے گا، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، اس سے بے نیاز ہو جاؤ، تو لوگ بھی تم سے محبت کرنے لگیں گے!"۔

حقِ رسالت وتبلیغ کی ادائیگی

حضراتِ گرامی قدر! اللہ تعالی نے حضور سرورِ دوعالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر، جو کچھ اَحکام نازل فرمائے، انہیں بلاکم وکاست (بغیر کسی کمی بیشی کے) بنی نوعِ انسان تک پہنچانے کا حکم دیا، اور ان مقبولانِ بارگاہ نے بھی اس فرمانِ الٰہی پر مِن وعَن عمل فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾[3] "اے رسول! جو کچھ اُترا تمہارے

---

(١) پ١٢، هُود: ٢٩.

(٢) "سنن ابن ماجه" باب الزُهد في الدنيا، ر: ٤١٠٢، ٥/ ٢٢٥.

(٣) پ٦، المائدة: ٦٧.

رب کی طرف سے پہنچادو! اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا!"۔

ہمارے پیارے حضور ﷺ اس فرمانِ ذی شان کی عملی تفسیر ہیں، آپ ﷺ نے اس حکمِ الٰہی پر عمل کرتے ہوئے، تمام فرامین وارشادات اور تعلیمات کو پہلے اپنی اُمّت تک پہنچایا، اور پھر حجۃ الوَداع کے موقع پر امّت سے اقرار لیتے ہوئے فرمایا: «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» "کیا میں نے اللہ کا دِین تم تک پہنچا دیا؟" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ پھر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ! فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ! فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ!»(۱) "اے اللہ تو گواہ رہنا! اب جو لوگ یہاں حاضر ہیں، وہ غائب (غیر موجود لوگوں) تک اللہ کا دِین پہنچا دیں!؛ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتا (اور سمجھتا) ہے"۔

میرے محترم بھائیو! مبلغینِ اسلام کو چاہیے، کہ ان پاکیزہ نُفوس کے نقشِ قدم کی پیَروی کرتے ہوئے، دینِ اسلام کے بارے میں جتنی مستند معلومات اور اَحکام کا علم ہو، اُسے کسی کمی بیشی کے بغیر دوسروں تک پہنچائیں، کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام نے زندگی بھر اس اَمر کی پابندی فرمائی، اور اس چیز کو اپنے تبلیغی منہج میں رکھا۔

حقِ تبلیغ کی ادائیگی کس قدر اَہمیت کی حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً!»(۲) "میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگرچہ ایک ہی آیت ہو"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الحجّ، ر: ۱۷٤۱، صـ۲۸۱.
(۲) "سنن الترمذي" أبواب العلم، ر: ۲٦٦۹، صـ٦۰٥.

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "آیت کے لُغوی معنی ہیں: علامت اور نشان۔ اس لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معجزات، اَحادیث، اَحکام، قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اِصطِلاح میں قرآن کے اُس جملے کو آیت کہا جاتا ہے، جس کا مستقل نام نہ ہو، نام والے مضمون کو "سورۃ" کہتے ہیں۔ یہاں آیت سے لُغوی معنی مُراد ہیں، یعنی جسے کوئی مسئلہ، یا حدیث، یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو، وہ دوسرے تک پہنچادے"[1]۔

علم چھپانے کی مذمّت

کسی صحیح عذرِ شرعی کے بغیر اپنے علم کو چھپانا، کسی طَور پر بھی درست نہیں، ایسا کرنا علمائے یہود کا طریقۂ کار تھا، جن پر اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں لعنت فرمائی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾[2] "یقیناً وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چُھپاتے ہیں، بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور لعنت کرنے والوں کی لعنت!"۔

حرفِ آخر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی حکمت، دانائی، نرمی، شفقت، حُسنِ اَخلاق، حُسنِ تدبیر، مدلّل گفتگو، مؤثر مَواعظِ حَسَنہ

(١) "مرآۃ المناجیح" علم کی کتاب، پہلی فصل، ١/١٦٩۔
(٢) پ٢، البقرۃ: ١٥٩.

اور جذبۂ خیر خواہی کے ذریعے، کفر و شرک سے ویران سینوں کو نورِ ایمان سے، نہ صرف لبریز فرمایا، بلکہ اپنے حکیمانہ تبلیغی منہج اور تربیت کے ذریعے، انہیں امّت کے ایسے روشن ستاروں میں تبدیل کیا، کہ رہتی دنیا تک ایک جہاں ان کی ضیاپاشیوں سے منوّر ہوتا رہے گا! نشانِ منزل پاتا رہے گا، ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہمارے مبلغینِ اسلام بھی حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے اس تبلیغی منہج (طریقہ) کو اپنائیں، حکمت ودانشمندی سے کام لیں، دینی اَحکام کو کسی پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں۔ حُسنِ تدبیر سے کام لیتے ہوئے ترجیحات کو بدلیں، اسلامی اَحکام کی اَہمیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کریں، مُلحدانہ سوچ اور گمراہ کن اَفکار ونظریات سے بچائیں؛ تاکہ یہود ونصاریٰ اپنے مذموم مَقاصد کی تکمیل میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں۔

اسی طرح جو علماء و مُبلّغینِ کرام یورپی ممالک (European Countries) میں غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے میں کوشاں ہیں، انہیں بھی چاہیے کہ اپنے ظاہر وباطن کو ایسا پاکیزہ رکھیں، کہ اُن کی نَس نَس سے نورِ اسلام کی جھلک نمایاں ہو، اُن کا کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا، سب اسلامی اَحکام اور قرآن وسنّت کے مُطابق ومُوافق ہو، یقین جانیے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو پھر ہمارا چلنا پھرنا بھی گویا دینِ اسلام ہی کی تبلیغ کے مترادِف ہوگا، پھر غیر مسلم ہمارے حُسنِ عمل اور حُسنِ سیرت سے متاثِر ہوکر، خود بخود حلقہ بگوشِ اسلام ہونا پسند کریں گے، ان شاء اللہ!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا حقیقی اور باعمل مُبلّغ بنا، دعوتِ اسلام وتبلیغِ دین میں آنے والی مشکلات پر صبر کی توفیق مرحمت فرما، حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور حضور

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکیمانہ اندازِ تبلیغ کو اپنانے کی توفیق عطا فرما، خوش اَخلاقی اور نرمی سے وافر حصّہ عطا فرما، دینِ اسلام کو درپیش عالَمی چیلنجز سے، کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی صلاحیت اور حوصلہ عطا فرما! آمین یارب العالمین!۔

سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی علیہ

(جمعۃ المبارک ۰۲ رجب المرجّب ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۲/۰۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! حضرتِ سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی علیہ کا نام، عرب وعجم میں کسی تعارُف کا محتاج نہیں، مسلمانانِ عالَم کم وبیش ساڑھے تیرہ سو ۱۳۵۰ سال سے، سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی علیہ کے اجتہاد واستنباط سے، اَخذ کردہ اُصول وضَوابط، اور مسائلِ شرعیّہ سے استفادہ کررہے ہیں، دنیا کے کونے کونے میں موجود کروڑہا کروڑ مسلمان، آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ سے منسوب فقہِ حنفی سے تعلّق رکھتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ کی شانِ اجتہاد، پیچیدہ ودقیق فقہی نِکات سے آگاہی، وُسعتِ علم، اور تفقُّہ فی الدین کا شُعور اپنی مثال آپ ہے!۔

ولادت واسمِ گرامی

عزیزانِ محترم! امام الائمہ، سِراج الاُمّہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سیّد الاَولیاء والمحدِّثین، حضور سیّدنا امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالی علیہ کا پورا اسمِ گرامی: نعمان بن ثابت بن نعمان

بن مَرزُبان ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی، آپ کے آباء واَجداد کا تعلّق کابُل (افغانستان) کے ایک مشہور اور معزّز خاندان سے تھا[1]۔

برکت کی دعا

کتبِ تاریخ میں مذکور ہے، کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے داداجان نعمان بن مَرزُبان، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد حضرتِ ثابت بن نعمان رحمۃ اللہ علیہما کو لے کر، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو حضرت نے ان کے اور ان کی آنے والی نسل کے حق میں برکت کی دعا فرمائی[2]۔

کنیت "ابو حنیفہ" کی چند توجیہات

حضراتِ گرامی قدر! سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے اسمِ گرامی کی بہ نسبت، اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ومعروف ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کنیت "ابو حنیفہ" ہے، آپ کو ابو حنیفہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس سلسلے میں مختلف وُجوہ بیان کی جاتی ہیں:

ایک وجہ یہ ہے کہ "اہلِ عرب دَوات کو حنیفہ کہتے ہیں، چونکہ کُوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چار سو ۴۰۰ دواتیں، طلبہ کے لیے ہمیشہ وقف رہتی تھیں، سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا حلقۂ درس وسیع ہونے کے سبب، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ہر شاگرد کے پاس علیحدہ علیحدہ دَوات رہتی، لہٰذا آپ کو ابو حنیفہ کہا گیا۔

---

(١) انظر: "تاريخ بغداد" باب النون، ٧٢٤٩- النعمان بن ...إلخ، ١٥/ ٤٤٤.
و"مَغاني الأخيار في شرح أَسامي رجال مَعاني الآثار" للعَيني، باب النون بعدها العين، ٢٤٧١- النعمان بن ثابت، ٣/ ١٢١.

(٢) تاريخ بغداد" باب النون، ٧٢٤٩- النعمان بن ...إلخ، ١٥/ ٤٤٤.

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اَدیانِ باطلہ سے اِعراض کر کے، پوری شدّت سے دِین ملّتِ حنیف کی طرف مائل و قائم رہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ابو حنیفہ کہا گیا[1]۔

سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شان وعظمت

عزیزانِ محترم! حضور سراج الاُمّہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اللہ رب العالمین نے، بہت بلند شان وعظمت سے نوازا، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا، لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ» یا فرمایا: «مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ»[2] "اگر دِین ثُریّا ستارہ پر بھی ہوا، تو فارس سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اس کو ضرور پالے گا!"۔

مُفسّرِ قرآن علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اسی مضمون کی متعدّد احادیثِ مبارکہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "سرورِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان روایات میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں بِشارت دی ہے،... اور یہ احادیث بِشارت وفضیلت کے باب میں ایسی واضح ہیں، کہ ان پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے"[3]۔

حِلم، بُردباری اور عفو و درگذر

سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حِلم، بُردباری اور عفو و درگذر کے پیکر تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کبھی کسی کے بُرے برتاؤ پر بدلہ نہیں لیا، نہ کسی کو گالی دی، نہ کبھی کسی پر

---

(۱) "سوانحِ امامِ اعظم ابو حنیفہ" از زید فاروقی، حضرت امام کی کُنیت، صـ۶۰۔

(۲) "صحيح مسلم" باب فضل فارس، ر: ٦٤٩٧، صـ١١١٦.

(۳) "تبييض الصحيفة" ذكر تبشير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم به، صـ٣٣، ملتقطاً.

ظلم کیا، لوگوں سے گفتگو کم کرتے، اور لڑائی جھگڑے سے ہمیشہ دُور رہا کرتے[۱]۔

اہلِ علم کی کفالت اور ضرور تمندوں کی حاجت روائی

میرے محترم بھائیو! سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نہایت سخی طبیعت کے مالک تھے، اہلِ علم کی کفالت، اور ضرور تمندوں کی حاجت روائی، آپ کے معمولات کا حصہ تھا، آپ کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ۱۰ سال تک میری اور میرے اہل وعِیال کی کفالت فرمائی"[۲]۔ "آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جب کسی کو کچھ عطا فرماتے اور جواباً وہ اس پر آپ کا شکریہ ادا کرتا، تو اس سے فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو؛ کیونکہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لیے بھیجا ہے"[۳]۔

زُہد وتقویٰ کا عالَم

حضراتِ گرامی قدر! حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بڑے متقی وپرہیزگار تھے، آپ کا زُہد وتقویٰ مثالی تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ہر قول وعمل میں اس اَمر کو ملحوظِ خاطر رکھا کرتے۔ حضرت سیّدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا، کہ ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو دیکھ کر چُھپ

---

(۱) "الخيرات الحِسان" لابن حجر المكّي، الفصل ۲٤ في حلمه ونحوه، صـ۱۹۹، ملخّصاً.

(۲) "عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم رحمه الله تعالى" لمحمد بن يوسف الصالحي، الباب ۱۳ في ...إلخ، صـ۲۳۳.

(۳) "عقود الجمان" الباب ۱۳ في ...إلخ، صـ ۲۳۳. و"الخيرات الحِسان" الفصل ۱۷، صـ۱۳٥، ملخّصاً.

گیا اور دوسرا راستہ اختیار کر لیا، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے پُکارا، اس کے آنے پر اس سے راستہ بدلنے اور چھپنے کی وجہ پوچھی، اس نے عرض کی کہ میں آپ کا دس ہزار درہم کا مقروض ہوں، قرض لیے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا، اب میں تنگدست ہوں، اور ادائیگی نہ کرنے کے باعث آپ کا سامنا کرنے سے شرماتا ہوں، سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: "چونکہ میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے، لہذا جاؤ میں نے سارا قرض تمہیں مُعاف کیا!" حضرت سیّدنا شقیق بَلخی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ (اس واقعہ سے) میں نے جان لیا کہ یہ فی الحقیقت زاہد و متقی ہیں"[1]۔

سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کاروباری شراکت دار، حضرت سیّدنا حفص بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں نے مالِ تجارت فروخت کیا، اور بیچتے وقت اس مال کا عیب بتانا بھول گیا، جب امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اس بات کا علم ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے (وَرع و تقویٰ کے باعث) ان کپڑوں کی تمام قیمت صدقہ کر دی"[2]۔

عبادت و رِیاضت کی کثرت

عزیزانِ محترم! امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کثرت سے عبادت کیا کرتے، کلامُ اللہ شریف کی تلاوت اور ذِکر و دُرود کے بغیر، آپ کے شب و روز اُدھورے تھے۔ سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دن بھر خدمتِ دین میں مصروف رہتے، اور رات بھر عبادت و رِیاضت میں رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عبادت و رِیاضت کا یہ عالَم تھا، کہ آپ نے

(١) "الخيرات الحِسان" الفصل ١٧، صـ١٣٦. و"سوانحِ امامِ اعظم ابو حنیفہ" ص۷۲۔

(٢) انظر: "تاريخ بغداد" ر: ٧٢٤٩- النعمان بن ثابت أبو حنيفة، ١٥/ ٤٨٧.

مسلسل تیس ۳۰ سال تک رات بھر عبادت کی، اور ایک ایک رکعت میں ایک ختمِ قرآن فرمایا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے چالیس ۴۰ سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی[۱]۔ سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رات کو خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے، کہ ہمسائے آپ پر ترس کھاتے! جس جگہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے وفات پائی، اس مقام پر آپ نے سات ہزار بار قرآن پاک ختم فرمایا[۲]۔

رمضان المبارک میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شب وروز تلاوتِ قرآن پاک میں گزرتے، حضرت سیّدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رمضان المبارک سے یومِ عید تک، باسٹھ ۶۲ قرآنِ پاک ختم فرمایا کرتے"[۳]۔

اساتذہ وشُیوخ

حضرات گرامی قدر! حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی عمرِ عزیز کا ایک طویل حصہ، حُصولِ علمِ دِین میں گزارا، اس سلسلے میں آپ نے مختلف شہروں میں جاکر، جن جن اساتذہ وشُیوخ سے اکتسابِ فیض فرمایا، ان کی تعداد تقریبًا چار ہزار ہے، اس مختصر بیان میں سب کا اِحاطہ کرنا ممکن نہیں، البتہ چیدہ چیدہ اَسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) سیّدنا امام محمد بن سیرین، (۲) حضرت سیّدنا ابو جعفر محمد (باقر)، (۳) حضرت عطاء بن ابی رَباح، (۴) حضرت عَمرو بن دِینار، (۵) حضرت نافِع مَولیٰ عبد اللہ بن عمر، (۶) امام حمّاد بن ابو سلیمان، (۷) حضرت قاسم بن عبد الرحمن بن

(١) "عقود الجمان" الباب ١١، صـ٢١٤.

(٢) المرجع نفسه.

(٣) "الخيرات الحِسان" الفصل ١٤ في شدّة اجتهاده ...إلخ، صـ١١٨، ١١٩.

عبد اللّٰہ بن مسعود، (۸) حضرت سِماک بن حَرب، (۹) حضرت امام ابنِ شِہاب زُہری، (۱۰) سیّدنا محمد بن مُنکدِر، (۱۱) حضرت ہشام بن عُروہ بن زُبیر، (۱۲) سیّدنا امام سلیمان اَعمش، (۱۳) حضرت مِسعَر بن کِدام رحمۃ اللہ علیہم[1]۔

مشہور تلامذہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں علماء و محدثین اور فقہائے کرام قدس سرہم نے علمی استفادہ کر کے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے شرفِ تلمُّذ پایا، آپ کے چند مشہور تلامذہ (شاگردوں) کے اسمائے گرامی حسبِ ذَیل ہیں: (۱) امام قاضی ابویوسف، (۲) امام محمد بن حسن شَیبانی، (۳) امام زُفر بن ہذیل، (۴) امام داوٗد طائی، (۵) امام حمّاد بن ابی حنیفہ، (۶) سیّدنا عبد اللّٰہ بن مبارک، (۷) امام یحیٰی بن زکریا کُوفی، (۸) امام وکیع بن جراح، (۹) امام یحیٰی بن سعید قطّان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم[2]۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ملاقات اور روایت کا شرف

حضراتِ گرامی قدر! سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مشہور اور اکابر تابعین میں سے ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو متعدّد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ملاقات اور سماعت وروایتِ حدیث کا شرف حاصل ہوا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تابعی ہونے پر جُمہور محدثین کا اتفاق ہے، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تابعیت اور فضیلت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو جن صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی زیارت، اور اُن سے سماعت وروایتِ حدیث کا

---

(۱) "عقود الجمان" الباب ٤، صـ٨٧-١١٢، ملتقطاً.
(۲) المرجع نفسه، الباب ٥، صـ١١٥-١٦٠، ملتقطاً.

شرف حاصل ہوا، اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت سیّدنا انَس بن مالک، (۲) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن اُنَیس، (۳) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن حارِث بن جَزء زَبِیدی، (۴) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ابی اَوفٰی، (۵) حضرت سیّدنا واثلہ بن اَسقَع، (٦) اور حضرت سیّدہ عائشہ بنت عَجرَد رضی اللہ تعالٰی عنہم[1]۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی علمِ حدیث میں مہارت

میرے محترم بھائیو! سراج الاُمّہ، کاشف الغُمّہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صرف علمِ فقہ ہی میں امامِ اعظم نہیں، بلکہ علمِ حدیث میں بھی آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ امامِ اعظم ہیں، جَرح وتعدیل اور قواعدِ حدیث میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، حضرت حَسَن بن صالح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی، علمِ حدیث میں مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حدیث کے ناسخ و منسوخ سے متعلق بڑی تحقیق، جستجو اور جدو جہد فرمایا کرتے، اُس حدیث پر عمل فرماتے جو صحیح ہو، اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو، اور وہ صحیح سند سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مَروی ہو، یہاں تک کہ صحابۂ کرام کی روایات کو بھی نہایت صحت اور سند سے قبول فرماتے، آپ کو نبیِّ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال شریف کے قریبی زمانہ کی، احادیث ورِوایات کا بڑا علم تھا"[2]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ امامِ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے علمِ حدیث میں، ملکہ ویدِ طُولٰی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں، کہ "حضرت کی حدیث دانی نے (مستقبل میں مرتّب کی جانے والی کتبِ احادیث، مثلِ) صِحاح ستّہ کے رَدّ وابطال

---

(۱) "مناقب أبي حنيفة" للموفّق بن أحمد، الباب ٣، الجزء ١، صـ٢٧-٣٢، ملتقطاً.
(۲) المرجع نفسه، الباب ٥، الجزء ١، صـ٨٠.

کے لیے، قواعدِ سَبْعہ (سات ۷ قاعدے) وضع فرمائے، ... حضرت (امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے یہ قواعدِ سَبْعہ پیش نظر رکھ کر، بخاری ومسلم سامنے لائیے، اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدَثات پر رَد ہوتی جائیں کاٹتے جائیے، اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمّہ!"[1]۔

علمِ حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما کا مُوازنہ

برادرانِ اسلام! بعض لوگ عدمِ واقفیت کی بناء پر، سیّدنا امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما کے مابین باہم مُوازنہ کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علم فقہ کے اگرچہ بہت بڑے امام ہیں، مگر علمِ حدیث میں انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ جیسی مہارت اور روایات حاصل نہیں۔

ہم اپنے احباب سے مختصر لفظوں میں، صرف اتنا کہنا چاہیں گے، کہ اس میدان میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے امام بُخاری رحمۃ اللہ تعالی کا مُوازنہ کرنا، علمی اعتبار سے نا انصافی ہے؛ کیونکہ امام بخاری کا علمِ حدیث کے اعتبار سے، امام ابو حنیفہ کا ہم پلّہ ہونا تو بہت دُور کی بات ہے، سرے سے اُن کے مابین کوئی مقابلہ ومُوازنہ ہی نہیں!۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ تک جو احادیث پہنچیں اُن میں سے بعض وہ ہیں، جو آپ نے براہِ راست صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کیں، جبکہ بعض روایات دو ۲ واسطوں (یعنی صحابي وتابعي) سے مَروی ہیں، دو ۲ واسطوں سے روایت کردہ حدیث کو "حدیثِ ثُنائی" کہا جاتا ہے، جو کہ اپنی سند کے

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الشتّی"، رسالہ "الفضل الموهبي" ۲۷/ ۸۱ ملتقطاً۔

اعتبار سے احادیث کی اعلیٰ ترین قسموں شمار کی جاتی ہے، جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا عظیم اور معتبر محدِّث، علمِ حدیث میں اتنی خدمات انجام دینے، اور ہزاروں احادیث روایت کرنے کے باوُجود، اس عظیم شرف کو حاصل نہیں کر پایا!۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تابعین میں سے ہیں، براہِ راست صحابہ کے شاگرد ہیں، آپ نے براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اَحادیث سماعت فرمائیں اور روایت کیں، جبکہ امام بُخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن شُیوخ سے علمِ حدیث حاصل کیا، اُن میں سے بعض امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بالواسطہ شاگرد ہیں، مثال کے طَور پر امام بخاری کے شُیوخ میں ایک بڑا نام سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، وہ سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام محمد بن حسَن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں، جبکہ امام محمد کو قاضی امام ابو یوسُف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرفِ تتلمُذ حاصل ہے، اور سیّدنا قاضی امام ابو یوسُف کا شمار سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اجلّ تلامذۂ مجتہدین میں ہوتا ہے، اس اعتبار سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑپوتے شاگردوں کے بھی پوتے شاگرد قرار پاتے ہیں، لہٰذا کہاں دادا اُستاد اور کہاں پڑپوتا شاگرد! تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ اِمام بخاری کا مُوازنہ سیّدنا امام ابو حنیفہ سے کرنا، کیا انصاف کے تقاضوں اور معیار کے مُطابق ہے؟!

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمِ حدیث کے بھی امامِ اعظم ہیں

عزیزانِ محترم! "صحیح بخاری شریف" سمیت دیگر کتبِ صحاح ستّہ میں، ایک بھی حدیثِ پاک ایسی نہیں، جو صرف دو ۲ واسطوں سے مَروی ہو، جبکہ "بخاری شریف" میں تین ۳ واسطوں سے مَروی روایات کی کُل تعداد بائیس ۲۲ ہے، جن میں

سے ۲۱ روایات ایسی ہیں، جنہیں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردوں سے روایت کیا ہے۔

تین ۳ واسطوں سے روایت کردہ "صحیح بخاری" کی ان اَحادیث کو، محدّثین کی اِصطلاح میں "ثُلاثیاتِ بخاری" کہا جاتا ہے، امام بخاری نے یہ ۲۲ ثُلاثیات پانچ راویوں سے روایت کی ہیں، اُن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں: (۱) مکّی بن ابراہیم، (۲) خلاد بن یحییٰ، (۳) محمد بن عبد اللہ انصاری، (۴) ابو عاصم ضحّاک بن مخلد نبیل، (۵) عصام بن خالد رحمۃ اللہ علیہم[1]۔ یہ پانچوں راوی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اَسانیدِ عالیہ ثُلاثیات کے شُیوخ ہیں، جبکہ ان میں سے پہلے چاروں راوی، سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں، اگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردوں کی ثُلاثیات (تین ۳ واسطوں سے روایت کردہ احادیث) کو ایک طرف کر دیا جائے، تو ثُلاثیات کے اعتبار سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امتیاز و افتخار کیسے باقی رہے گا؟!

لہٰذا یہ اَمر مُسلّم ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم فقہ کے ساتھ ساتھ، علمِ حدیث کے بھی امامِ اعظم ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اُن سے مُوازنہ کسی صورت ممکن ہی نہیں!۔

علمِ حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام اور محدّثین کی رائے

حضراتِ ذی وقار! اپنے وقت کے مشہور اور نامور محدّثینِ کرام قدّس سرّہم نے، علمِ حدیث میں امام اعظم کے فضل و کمال کا بہت شاندار الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

(۱) مشہور محدِّث امام مِسعَر بن کِدام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام

---

(۱) "نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری، امام بخاری کے مشائخ کے اسماء، ۱/ ۷۶، ۷۷۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی، وہ ہم سب پر غالب رہے"[1]۔

(۲) مشہور محدِّث حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر مجھے امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہما سے، ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا ہوتا، تو میں بدعتی ہو جاتا!"[2]۔

(۳) مشہور محدِّث حضرت سیّدنا سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "مجھے محدِّث بنانے والا، سب سے پہلا شخص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہے"[3]۔

(۴) استاذ المحدِثین حضرت سیّدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حدیثِ صحیح کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں"[4]۔

(۵) مشہور محدِّث حضرت حافظ محمد بن میمون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "امام صاحب کے زمانہ میں، اُن سے بڑھ کر نہ کوئی عالِم تھا، نہ کوئی پرہیزگار، نہ زاہد وعارِف، اور نہ کوئی فقیہ تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے ایک لاکھ دینار اس قدر نہیں بھاتے، جس قدر میں ان سے حدیث شریف سن کر خوش ہوتا ہوں"[5]۔

(٦) مشہور محدِّث امام یحیٰی بن نصر بن حاجب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں، کہ "مجھے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بتایا، کہ میرے پاس احادیثِ نبویہ کے مجموعوں کے

---

(۱) "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" للذَهَبي، صـ٤٣.

(٢) المرجع نفسه، صـ٣٠.

(٣) "الإرشاد في معرفة علماء الحديث" الرُّواة عنه ...إلخ، ر: ٨٠، ١/ ٣٦٩.

(٤) "الخيرات الحِسان" الفصل ٩، صـ٩٠.

(٥) المرجع نفسه، الفصل ١٣، صـ١١٤.

صندوق بھرے ہوئے ہیں، ان میں سے چند صندوق ایسے ہیں، جن کی روشنی میں مجھے علمِ فقہ کی ترتیب وتحصیل میں مدد ملی"[۱]۔

(۷) مشہور محدِّث امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ چار ہزار احادیث روایت فرماتے تھے، دو ہزار احادیث اپنے استادِ مکرّم شیخ حمّاد بن سلیمان سے حاصل لیں، اور دو ہزار دیگر مشائخِ حدیث سے لیں"[۲]۔

(۸) حضرت سیّدنا عبید اللہ بن عَمرو رَقّی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک بار ہم حضرت سیّدنا امام اَعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں حاضر تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بھی ان کے ساتھ تشریف فرما تھے، کسی نے امام اَعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، تو امام اَعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے نعمان آپ اس مسئلہ کا جواب دیجیے! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فوراً اس مسئلہ کا جواب دے دیا، امام اَعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے فرمایا، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب کہاں سے اَخذ کیا؟ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ "اُس حدیث شریف سے جو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ہم پر بیان فرمائی تھی" اور پھر وہ حدیث شریف بھی سنادی، یہ سن کر امام اَعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ " تم (فقہاء حضرات) طبیب (Doctor) ہو، اور (ہم) محدِّث لوگ صرف عطّار (pharmacist) ہیں"[۳]، یعنی احادیث تو ہم محدثین کے پاس ہیں، مگر ان کا طریقۂ استعمال تم مجتہد لوگ خوب جانتے ہو!۔

---

(۱) "مناقب أبي حنيفة" الباب ٦، صـ٨٥.

(۲) المرجع نفسه.

(۳) "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" صـ٣٤، ٣٥.

مسائل کا اِستنباط واِستخراج اور فقہ حنفی کی تدوین

عزیزانِ مَن! امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احادیثِ نبوی سے مسائل کے اِستنباط واِستخراج میں بڑی مہارت رکھتے تھے، فہمِ احادیث اور ان سے شرعی مسائل اَخذ کرنے میں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص بصیرت عطا فرمائی تھی۔ استاذ المحدّثین حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑھ کر، کسی کو حدیث کی گہرائی سمجھنے، اور اُس سے فقہی جزئیات اَخذ کرنے والا نہیں دیکھا! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح حدیث کی مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے"[1]۔

امام مُوفّق بن احمد مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "یقیناً ابو حنیفہ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علمِ فقہ کی تدوِین فرمائی، اور اس کو ابواب پر مرتَّب فرمایا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کوئی سبقت نہ کر سکا؛ کیونکہ حضراتِ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اعتماد اپنی قوّتِ حافظہ پر تھا، ان کے دل ودماغ علوم کے صندوق تھے، جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ علمِ شریعت اَطراف واکنافِ عالَم میں پھیل گیا ہے، اور علماء اس دنیا سے رِحلت فرما رہے ہیں، تو آپ کو اس علم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا، اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ خطرہ محسوس کیا، کہ اگر یہی صورتحال رہی، اور کوئی کام نہ ہوا، تو بعد میں آنے والے لوگ اپنی مرضی کی شریعت بناتے رہیں گے، لٰہذا اس اَمر کے پیشِ نظر حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، شریعت کو اَبواب وکتب میں مرتَّب ومُنضَبِط فرمایا۔ ابتداء طہارت کے مسائل سے کی، پھر نماز، روزہ اور دیگر عبادات ومُعاملات سے

---

(١) "محاضرات في تاريخ الفقه الإسلامي" لأبي يوسف موسى، صـ٦٦.

متعلق مسائل بیان کیے، پھر اس ترتیب کا اختتام مسائلِ وراثت پر کیا؛ کیونکہ وراثت کے مُعاملات انسانی زندگی کے آخری حصے سے تعلق رکھتے ہیں، سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی یہ ترتیب کتنی شاندار ہے! یہ کام وہی کر سکتا ہے جسے شریعت کے تمام عُلوم وفُنون پر ماہرانہ دسترس ہو"[1]۔

یقیناً امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے احادیثِ نبوی کے ذریعے، شرعی مسائل کا اِستنباط، اِستخراج اور تدوِین فرما کر، امّتِ مسلمہ پر ایک ایسا احسانِ عظیم فرمایا، کہ اُمّتِ مسلمہ تاقیامت آپ کی احسان مندر رہے گی!۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا فقہی مقام اور علمائے امّت کے اقوال

حضراتِ ذی وقار! فقہِ اسلامی میں سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقام اس قدر بلند ہے، کہ کم وبیش ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوُجود، کروڑوں مسلمان آج بھی فقہِ حنفی پر عمل پیرا ہیں، اور کیوں نہ ہوں؟ کہ (۱) حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امّت کی فقہی ضروریات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "فقہِ اسلامی میں سب لوگ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے عیال (اولاد اور شاگرد) ہیں"[2]۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پوچھا گیا، کہ امام مالک زیادہ بڑے فقیہ ہیں، یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ"[3]۔

(۳) حضرت مکّی بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "سیّدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ

(١) "مناقب أبي حنيفة" الباب ٢٦، صـ٣٩٣، ٣٩٤.
(٢) "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" للذهبي، صـ٣٠.
(٣) المرجع نفسه، صـ٣٢.

اپنے مُعاصرین (ہم زمانہ) میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے"[۱]۔

(۴) حضرت سیّدنا محمد بن سعد کاتب، حضرت خُرَیبی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ "(امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی فقہی خدمات کے پیشِ نظر) مسلمانوں پر واجب ہے، کہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیا کریں"[۲]۔

(۵) حضرت سیّدنا عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے افضل اور زیادہ فقیہ نہیں پایا"[۳]۔

(۶) حضرت سیّدنا وکیع رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بڑھ کر فقیہ، اور اچھی طرح نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا"[۴]۔

(۷) حضرت سیّدنا ابو عاصم رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "خدا کی قسم! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ میرے نزدیک، ابن جُرَیج سے بڑے فقیہ ہیں، میری آنکھوں نے فقہ پر امام صاحب سے زیادہ قدرت رکھنے والا شخص نہیں دیکھا"[۵]۔

چیف جسٹس کے عہدے کی پیش کش

عزیزانِ محترم! سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ علم وفضل میں یگانۂ روزگار تھے، آپ کی فہم وفراست، قرآن وحدیث پر گہری نظر، اور علمی وفقہی قابلیت کا ایک جہاں قائل

(۱) المرجع السابق.
(۲) المرجع السابق.
(۳) "الخيرات الحِسان" الفصل ۱۳ في ثناء الأئمّة عليه، صـ۱۱۰.
(٤) المرجع نفسه، صـ۱۱۱.
(٥) المرجع السابق، صـ۱۱٤.

و معترِف ہے، حاکمِ وقت ابو جعفر منصور نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مقدّمات میں مَن مانے فیصلوں کے لیے، اپنے حکم کے تابع کرنے کی کوشش کی، اور آپ کو کوفہ سے بغداد شریف بلاکر قاضِی القُضاۃ (Chief Justice) کا عہدہ پیش کیا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے زُہد وتقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے باعث اسے قبول کرنے سے معذرت فرمائی، حاکمِ وقت کو یہ بات پسند نہیں آئی، اس نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے انکار کو اپنی اَنا کا مسئلہ بناتے ہوئے آپ کو قید کرلیا، اور جبراً یہ عُہدہ قبول کروانے کی کوشش کی، پَیہم اِصرار کے باوُجود امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے انکار کیا، آپ پر مَصائب وآلام کے پہاڑ توڑے گئے، پُشت پر کوڑے مارے گئے، ان تمام اَذیتوں اور تکالیف کے باوُجود، جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نہ مانے، عبّاسی حکمران ابو جعفر منصور نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو زہر دے کر شہید کردیا[1]۔

شہادت کا سبب

حضرت یحیٰی بن نضر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شہادت کا سبب بیان فرماتے ہیں کہ "کوڑوں کی سزا کے باوُجود امام ابو حنیفہ ثابت قدم رہے، مگر آخری دنوں میں آپ کو زہر دیا گیا، جس سے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شہادت واقع ہوگئی"[2]۔

نمازِ جنازہ میں جمِ غفیر کی شرکت

برادرانِ اسلام! امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شہادت ووفات کی خبر سن کر، پورے بغداد شریف میں کُہرام مچ گیا، ہر طرف رنج وغم کے بادل چھاگئے، نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے لوگوں کا جمِ غفیر اُمڈ آیا، کثرتِ ہجوم کے باعث چھ ٦ بار آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی،

---

(١) "عقود الجمان" الباب ٢٤، صـ٣٢٤، ملخّصاً.
(٢) المرجع نفسه، صـ٣٢٥.

تقریبًا پچاس ہزار افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی، حسبِ وصیت بغداد شریف کے وقف شدہ خیزران قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی[1]۔

سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ وصیت اس لیے فرمائی، کہ خلیفۂ وقت کے محلّات کے اِرد گرد لوگوں کی غصب شدہ زمین تھی، جسے حاکمِ وقت نے بزورِ طاقت اپنے قبضے میں کر رکھا تھا، لہٰذا سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ گوارا نہ فرمایا، کہ ان کی تدفین کسی مظلوم کی غصب شدہ زمین میں ہو، جب عباسی حکمران ابو جعفر منصور کو امام ابو حنیفہ کی اس وصیت کا علم ہوا، تو اس نے کہا: "اے ابو حنیفہ اللہ تم پر رحم فرمائے! تم نے زندگی میں بھی مجھے شکست دی، اور مَوت کے بعد بھی مجھے شرمندہ کیا!"[2]۔

وصال شریف

میرے محترم بھائیو! سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا انتقال سن ۱۵۰ ہجری، ماہِ رجب المرجب میں ہوا، اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عمر مبارک ۷۰ برس تھی[3]۔ آپ کا مزار شریف بغداد میں آج بھی مَرجعِ خلائق، اور حُصولِ خیر وبرکت کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مزار پُرانوار سے حاصل ہونے والی برکتوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ "میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، تو دو ۲ رکعت پڑھ کر حضرت کی قبرِ مبارک کے پاس آکر، اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں، تو (ان کی برکت اور وسیلہ سے)

---

(۱) المرجع السابق، صـ۳۲۶، ۳۲۷، ملخّصاً.

(۲) "مناقب أبي حنيفة" صـ٤٣٧.

(۳) "عقود الجمان" الباب ٢٤، صـ٣٢٦.

میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے"[۱]۔

دعا

اے اللہ! ہمارے پیارے امام سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مزار پُرانوار پر اپنی کروڑہا کروڑ رحمتوں کا نُزول فرما، انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما، ہمیں ان کے نقشِ قدم کی پیرَوی کی توفیق مَرحمت فرما، علمِ دین حاصل کرنے کا جذبہ عنایت فرما، امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سمیت تمام بزرگانِ دین کی سیرتِ طیّبہ کا مُطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرما، اُن سے محبت و عقیدت رکھنے، اور اُن کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرما، اُن سے بُغض و کینہ رکھنے والوں کے عقائد و ایمان کی اِصلاح فرما، دنیا بھر میں بسنے والے کروڑہا کروڑ مسلمانوں کے اِیمان کی حفاظت فرما، بد مذہبوں، گمراہوں اور مُلحدین کی صحبت سے بچا۔

اے اللہ! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے، قرآن و سُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالَم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اور صحابۂ کِرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) المرجع نفسه، صـ۳۲۹.

مسلم مُعاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حِسی

(جمعۃ المبارک ۰۲ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۲/۰۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اِسلام انسانیّت کا بے پناہ خیر خواہ ہے، یہ اپنے ماننے والوں کو مُؤاسات غمخواری اور انسانی ہمدردی کا درس دیتا ہے، غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی کفالت، بیوہ ومساکین کی مدد، ضرورت مندوں کی حاجت رَوائی، اور مصیبت زَدوں کی فریادرَسی سے متعلّق تعلیمات، دینِ اِسلام میں بڑی اہمیّت کی حامل ہیں۔

خدمتِ خَلق میں باہم سبقت لے جانے کا حکم

غریب اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، انہیں پہننے کے لیے کپڑے دینا، کھلے آسمان تلے رات گزارنے والوں کو سردی سے بچنے کے لیے کمبل اور بستر دینا، مصیبت زَدوں کو اپنے گھر میں پناہ دے کر ان کی مہمان نوازی کرنا، آفت وطوفان میں گھرے لوگوں کی ہر ممکنہ طریقے سے مدد کرنا، اور انسانی فلاح وبہبود کے لیے اللہ عزّوجلّ کی

راہ میں اپنا کمایا ہوا حلال مال خرچ کرنا، دینِ اِسلام میں بہت ہی محبوب عمل اور بڑے اَجر وثواب کا باعث ہے، بلکہ ایسے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا حکم ہے، اللہ ﷻ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ﴾(۱) "نیکیوں (بھلائیوں) میں دوسروں سے آگے نکل جائیں!"۔

خیر وبھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی فضیلت

راہِ خدا اور خیر وبھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا، اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کے مترادِف ہے، یہ عمل رزق میں کشائش ووُسعت کا بھی سبب ہے، فرمانِ خداوندی عزّوجلّ ہے: ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقۡبِضُ وَ یَبۡصُۜطُ ۪ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾(۲) "ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حَسن دے! تو اللہ اس کے لیے کئی گُنا بڑھا دے، اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے، اور تمہیں اسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے"۔

دینِ اسلام نے خدمتِ خَلق اور دیگر نیک اعمال والوں کو، کثیر اجر کا یقین دلایا ہے، اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا﴾(۳) "جو ایک نیکی لائے، تو اُس کے لیے اس جیسی دس ۱۰ ہیں"۔ اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیۡرٌ مِّنۡهَا﴾(۴) "جو کوئی نیکی لائے، اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے"۔

---

(١) پ٢، البقرة: ١٤٨.
(٢) پ٢، البقرة: ٢٤٥.
(٣) پ٨، الأنعام: ١٦٠.
(٤) پ٢٠، القصص: ٨٤.

خیر و بھلائی کی بِشارت

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رِضا وخوشنودی کی خاطر، مصیبت وپریشانی میں گھرے لوگوں کی مدد کرتے ہیں، ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اللہ ﷻ کی طرف سے اُن کے لیے خیر وبھلائی کی بشارت ہے، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾(۱) "اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے، اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں سوائے اللہ کی رضا کی خاطر، اور جو کچھ مال دو تمہیں پورا ملے گا، اور نقصان نہ دیئے جاؤ گے!"۔

دوسروں کے اِحساس سے متعلّق رسولِ اکرم ﷺ کا طرزِ عمل

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ بنفسِ نفیس مصیبت زدہ اور ضرورتمند لوگوں کی مدد فرماتے، ان کی دِلجوئی کرتے، اور ان کا بوجھ تک اٹھالیتے تھے، عوام النّاس کے ساتھ سرکارِ دو عالَم ﷺ کے اس دوستانہ، مُشفِقانہ، اور مہربانہ حُسنِ سُلوک کے بارے میں بیان کرتے ہوئے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ «إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ!»(۲) "آپ صلہ رِحمی فرماتے ہیں، لوگوں کا بار (بوجھ) اُٹھاتے ہیں، لوگوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو اُن کے پاس نہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور (حُصولِ) انصاف میں (دَرپیش) مُشکلات پر مدد فرماتے ہیں"۔

---

(۱) پ۳، البقرة: ۲۷۲.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب بدء الوحي، ر: ۳، صـ۱.

کسی مشکل یا آفت میں گرفتار مسلمان بھائی کی مدد

کسی بھی مصیبت وپریشانی، یا آفت وطوفان میں گرفتار اپنے مسلمان بھائی کی مدد پر ترغیب دیتے ہوئے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»[1] "جس نے کسی مسلمان کی دُنیاوی مشکل دُور کردی، اللہ تعالی قیامت کے دن اُس کی مشکل دُور فرمادے گا، اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کردی، اللہ تعالی اس کے لیے دنیا وآخرت میں آسانی فرمادے گا "۔

ہم اس قدر بے حِس کیوں ہوگئے ؟!

یقیناً یہ ایک تلخ حقیقت اور مقامِ اَفسوس ہے، کہ آج ہم قرآن وسنّت کی ان تعلیمات کو بھول کر، اس قدر بے حِس ہوچکے ہیں، کہ ہمارے اِرد گرد چاہے طوفان آئے یا سونامی، حادثات رُونما ہوں یا سانحات، سانحۂ مَری میں درجنوں لوگوں کی وفات ہو، یا کرونا وائرس میں لاکھوں اَموات، ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہماری مَوج مستیاں، عیاشیاں اور سیر سپاٹے اسی طرح جاری وساری رہتے ہیں!۔

سانحۂ مَری اور ہماری بے حِسی کا عالَم

کیا بحیثیت مسلمان کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ ہم کیسے مسلمان ہیں؟ کیا ہماری عادات واَطوار اور سیرت واَخلاق، اسلامی تعلیمات کے مُطابق ہیں؟ کیا ہمارے دِلوں میں انسانی ہمدردی وغمخواری کے جذبات زندہ ہیں؟ کیا لوگوں کو پریشانی ومصیبت میں

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، ر: ٦٨٥٣، صـ١١٧٣.

دیکھ کران کی مدد کے لیے ہمارے دل تڑپتے ہیں؟کیا سانحۂ مَری جیسے واقعات میں آفت زدہ لوگوں کی فَوری مدد کو ہم پہنچے؟کیا گرم بستروں کو چھوڑ کر برفباری کی زَد میں آئے اپنے مسلمان بھائی بہنوں کو، ہم نے ریسکیو(Rescue) کیا؟کیا ہم نے موسم کی سختیوں کو برداشت کرتے، چھوٹے چھوٹے بچوں، عورتوں اور بزرگوں کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھولے؟کیا اس ہنگامی صورتحال میں جائے پناہ کی تلاش میں آنے والے مسافروں کے لیے، ہم نے اپنے ہوٹلوں کے کرایوں میں کمی کی؟ یا پھر ہم بے حِس ہوکر مَری کی یخ بستہ ہواؤں، خون جما دینے والی سردی، اور برفباری کی تہہ میں دَبے اپنے بھائی بہنوں کو مرتا دیکھتے رہے؟!!

جو لوگ اپنی گاڑیوں کے اندر بیٹھے بیٹھے وفات پاگئے، سوشل میڈیا(Social Media) اور نیوز چینلز(News Channels) پراُن کی دِلخراش اور دَردناک ویڈیوز (Videos) دیکھنے کے باوُجود، ہمارے ذمّہ داران دو ۲ دن تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے!بعض وفاقی وُزراء بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ صرف بیان بازی سے قوم کو بے وقوف بناتے رہے، جھوٹی تسلّیاں دیتے رہے!دوسری طرف مَری جیسے معروف سیاحتی مقام پر موجود، ہوٹل مالکان اور انتظامیہ نے اس موقع پر ہمدردی، رحمدلی اور خدا خوفی کا مُظاہرہ کرنے کے بجائے،اس سانحہ کو مال کمانے کا سنہری موقع جانا،اور لوگوں کی مجبوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا، ان بے رحم اور سَنگدل لوگوں نے کرایوں میں اچانک بے پناہ اضافہ کردیا،اور ایک ایک کمرہ کا کرایہ ۳۰ سے ۵۰ ہزار روپے تک وُصول کیا[۱]۔

---

(۱) "مَری میں ہوٹل کا کرایہ ۵۰ ہزار، انڈے کی قیمت ۵۰۰ روپے تھی" ڈان نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن، ۱۱ جنوری ۲۰۲۲ء۔

تاجر برادری کی مَن مانیاں اور ہمارا حرص ولالچ

ہماری لالچ، خود غرضی اور بے حِسی کی یہ دردناک مثالیں، صرف سانحۂ مَری تک محدود نہیں، بلکہ ہم دنیاوی مال ودَولت کے چکر میں اس قدر لالچی اور حریص ہو چکے ہیں، کہ مال بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اگر مسلمانوں کے مقدّس فریضۂ حج اور بقرہ عید کا موقع ہو، تو ہم ضروریاتِ حج کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لے کر قربانی کے جانور تک، ہر چیز کی قیمت میں بے پناہ اضافہ کر دیتے ہیں، عید الفطر ہو تو نئے کپڑوں اور جوتوں کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگتی ہیں، رمضان المبارک میں کھجوروں اور پھلوں کی قیمتوں میں اتنا اضافہ کر دیتے ہیں، کہ غریب آدمی کی قوّتِ خرید اور پہنچ سے باہر ہو جاتا ہے! موسمی خرابی، راستوں کی بندش یا ملکی حالات کے باعث، اگر وقتی طور پر مارکیٹ میں کسی چیز مثلاً آٹا، چینی، گھی یا پیاز، ٹماٹر اور سبزی وغیرہ کی کمی واقع ہو جائے، تو اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں دو سے تین گُنا اضافہ کر دیا جاتا ہے! ملک میں کوئی آفت دَرپیش ہو یا بیماری، میڈیکل اسٹورز مالکان اَدویات کی قیمتوں میں اتنا اضافہ کر دیتے ہیں، کہ غریب آدمی کو بسا اَوقات اپنی جمع پونجی تک بیچنا پڑ جاتی ہے! بطورِ مثال کرونا وائرس (Corona Virus) ہی کو لیجیے، گزشتہ سال جب یہ وائرس آیا تو ویکسین (Vaccine) نہ ہونے کے باعث، اینٹی بائیوٹک (Antibiotic) کے طور پر ایکٹیمرا انجکشن (Actimara Injection) کا استعمال کیا گیا، جس کے بعد اس کی قیمت ۵۰ ہزار روپے سے بڑھ کر تین لاکھ روپے تک جا پہنچی[1]، بلکہ بعض فارمیسی

---

(۱) "ایکٹیمرا انجکشن سے سنّاٹی تک" بی بی سی اردو ڈیجیٹل ایڈیشن، ۹ جون ۲۰۲۰ء۔

(Pharmacy) والوں نے تو اس سے بھی مہنگا فروخت کیا، جس کا جتنا مَن چاہا اس نے اتنی قیمت وصول کی، کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں تھا، ملک میں حکومتی رِٹ (Government writ) کا عملی طَور پر کہیں نام ونشاں تک نظر نہیں آیا!!

حکومتی رِٹ کا فُقدان اور اس کے اَسباب

تاجر برادری اور چھوٹے بڑے دکاندار اس قدر اپنی مَن مانی آخر کیوں کرتے ہیں؟ لوگ قانون کی دھجیاں کیوں اڑاتے ہیں؟ حکومت اپنی رِٹ (writ) قائم کرنے میں ہمیشہ ناکام کیوں رہتی ہے؟ کیا کبھی ہمارے حکمرانوں نے اس کے وُجوہ واَسباب پر غَور کیا ہے؟ آپ خود ہی سوچیے کہ جب ہماری حکومت اپنی عوام کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے میں ناکام رہے گی، تاجروں کے لیے کاروباری مَواقع اور آسانیاں پیدا نہیں کرے گی، انہیں ٹیکسوں میں چُھوٹ نہیں دے گی، برآمدی اشیاء کو ڈیوٹی فری (Duty free) نہیں کرے گی، اپنی شاہ خرچیوں کا بوجھ عوام پر ڈالتی رہے گی، تو عوام کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ قانون کی پاسداری کرے؟ جب حکومت اپنی عوام کے مفادات کا ہی تحفظ نہیں کرے گی، تو یقینی بات ہے کہ رِعایا بھی اپنی مَن مانی کرتی چلی جائے گی؛ کیونکہ مُعاملات ہمیشہ ہر جگہ "کچھ لو اور کچھ دو" کی بنیاد پر ہی کامیابی کے ساتھ چلتے ہیں، مگر جب بات صرف لینے اور وصول کرنے ہی کی ہو، اور دینے کے لیے آپ کے پاس کچھ نہیں، تو ایسا ون وے ٹریفک (One way traffic) زیادہ دیر چلنا کسی طور پر ممکن ہی نہیں، بلکہ یہ چیز تو قانونِ قدرت وفطرت کے بھی خلاف ہے!!

حکومت اگر واقعی اپنی رِٹ قائم کرنا چاہتی ہے، تو سب سے پہلے اسے اپنی شاہ خرچیاں اور پروٹوکول (Protocol) ختم کرنا ہوگا، حقیقی معنوں میں سادگی

اپنائیے، عوام کے ٹیکسوں کا صحیح استعمال کیجیے، انہیں سہولیات فراہم کیجیے، انہیں کھانے پینے کی اشیاء اور ادویات پر خصوصی ریلیف (Special Relief) دیجیے، انہیں سَستی بجلی دیجیے، انڈسٹریل ایریا (Industrial Area) کو ٹیکس فری زون (Tax Free Zone) بنانے کا اعلان کیجیے، ورنہ حکومتی رِٹ (Government writ) کی یہ پامالی وفُقدان، اور قانون کی دھجیاں یونہی اُڑائی جاتی رہیں گے، اور حکومت سانحۂ مَری کی طرح ہر جگہ بے بسی کی تصویر بنی رہے گی!۔

ابھی چند ہفتے قبل کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہ مَری کے ہوٹل مالکان نے کس طرح کھانے پینے کی اشیاء اور کمروں کے، منہ مانگے دام اور کرائے وصول کیے؟! ایک طرف جب بَرفباری اور کاربَن مونوسائیڈ گیس (Carbon monoside gas) کے باعث، لوگ اپنی گاڑیوں میں مَر رہے تھے، تو ٹھیک اُسی وقت ہوٹل مالکان مال بنانے اور اپنی جیبیں بھرنے میں مصروف تھے، اگر حکومتی رِٹ قائم تھی، تو اس ہنگامی اور حادثاتی صورتحال میں انہیں حکومت نے کیوں نہیں روکا؟ یہ بیان باز ذمہ داران اُس وقت کہاں غائب تھے؟ وزیرِ اعظم، وزیرِ اعلیٰ پنجاب، وفاقی وزیر داخلہ، صوبائی وزیرِ قانون، ریلیف کمشنر صاحبان، اور مَری پولیس اور انتظامیہ اس وقت فوری طَور پر حرکت میں کیوں نہیں آئی؟ انہوں نے فَوری طَور پر ضروری اَحکام صادَر کیوں نہیں کیے؟ حکومت فَوری طَور پر متاثرین کی مدد کو کیوں نہیں پہنچی؟ اسلام آباد سے صرف ایک گھنٹہ کی دُوری پر، فوج، رینجرز، حُکّامِ بالا اور ضروری مشینری کو مَری پہنچنے میں دو ۲ دن کیوں لگ گئے؟؟؟؟؟؟؟!!!!!!!

ہمارے حکمرانوں کی نااہلی اور بے حِسی

ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے، کہ مَری میں ہر سال برفباری ہوتی ہے، تو پھر کسی حادثاتی صورتحال سے نپٹنے کے لیے، ہمارے حکمران مَری شہر کے اندر ہی بہترین انتظامات کرنے میں کیوں ناکام ہیں؟ ہماری حکومت اور بعض بدزبان وبدکردار وُزراء، قومی میڈیا (National Media) اور اپنے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ (Twitter Account) پر سیاحت کے فروغ کا کریڈٹ (Credit) تو لیتے نہیں تھکتے! مہنگائی اور پریشانی کے مارے غریب پاکستانی شہریوں سے ہر چیز پر بھاری ٹیکس لینا بھی انہیں خوب یاد رہتا ہے! لیکن سیاحت کے فروغ اور ہنگامی صورتحال میں سیّاحوں کی مدد کے لیے، انہوں نے مَری سمیت کسی بھی سیاحتی مقام پر سہولیات وانتظامات کیوں نہیں کیے؟ اگر ہمارے حکمرانوں نے سیاحتی مقامات پر سیّاحوں اور وہاں رہنے والے مقامی لوگوں کی، بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے عملی طور پر کچھ کام کیا ہوتا، تو شاید آج صورتحال کچھ مختلف ہوتی! شاید ہم سانحۂ مَری میں مَرنے والے اپنے پاکستانی بھائی بہنوں اور بچوں کی، فوری طَور پر کچھ مدد کر پاتے، شاید ان میں سے کچھ جانیں بچانے میں کامیاب ہو جاتے! اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ زندگی اور موت اللہ ربّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے ہاتھ میں ہے، لیکن کوشش کرنا تو ہمارے اختیار میں ہے یا وہ بھی نہیں؟!

ہمارے وزیرِ اعظم صاحب ریاستِ مدینہ ریاستِ مدینہ کا رَٹّا لگاتے نہیں تھکتے، لیکن عملی طَور پر ان کی کارکردگی سب کے سامنے ہے! گُڈ گوَرنس (Good Governance) کا حال یہ ہے کہ اسلام آباد کی بغل میں واقع مَری میں پھنسے سیّاحوں کو، بَروقت ریسکیو (Rescue) تک نہیں کر پاتے! تبدیلی کے نعرۂ دلفریب پر

اِقتدار میں آنے والی حکومت کی، پانچ سالہ مدّت پوری ہونے کے قریب ہے، لیکن تادمِ تحریر عوام سے کیے گئے وعدے کس حد تک پورے کیے؟ یہ سب کے سامنے ہے! گذشتہ حکمرانوں کی طرح موجودہ حکومت نے بھی قوم کو بے وقوف بنایا، اور اپنی ہر بات پر یوٹرن (U Turn) لے کر عہد شکنی کی! انہوں نے بھی کرپٹ (Corrupt) لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر انہیں اپنی کابینہ کا حصہ بنایا! میڈیا پبلسٹی (Media Publicity) اور دِکھلاوے کے طور پر، کچھ مُعاملات میں سادگی کا ڈھونگ بھی خوب رَچایا، مگر ان سب اُمور کے پیچھے تقریبًا سبھی سیاستدانوں نے، اپنی اپنی عیّاشیاں موج مستیاں دھوم دھام سے جاری وساری رکھی ہوئی ہیں۔

ہمارے وزیرِ اعظم صاحب کو اب یہ بات بڑی اچھی طرح پتہ چل گئی ہوگی، کہ باتیں کرنا آسان اور عملی طور پر کام کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، انہیں یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ وہ اپنی ذِمّہ داری پوری کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں! اپنی غلط اور ناکام پالیسیوں کے باعث وہ مہنگائی کو کنٹرول نہیں کر پائے، ان کے ناکام دَورِ حکومت میں آٹا، چینی اور گھی کی قیمتیں تین ۳ گنا بڑھ چکی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب عوام کو دو ۲ وقت کی روٹی کے بھی لالے پڑے ہیں! موجودہ حکومت نے ان کے منہ کا نوالہ تک چھین لیا ہے! اور اب حال یہ ہے کہ غربت اور مہنگائی سے تنگ آکر لوگ خودکشی تک کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں! اور ایسے کتنے ہی واقعات میڈیا میں رپورٹ بھی ہو چکے ہیں!۔

موجودہ باڈی کا ظلم ستم

موجودہ حکومت کی بے شرمی وڈھٹائی کا عالَم یہ ہے، کہ اگر کوئی پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ کی بات کرے، تو یورپی ممالک کی مثالیں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"فُلاں فُلاں ملک میں پاکستان سے بھی زیادہ مہنگائی ہے، یا پیٹرول کی قیمتیں دُگنی ہیں" میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں، کہ کیا یورپی ممالک میں اَوسطاً ماہانہ آمدنی، پاکستان کی اَوسطاً ماہانہ آمدنی کے برابر ہے؟ کیا ان کا لائف اسٹائل (Lifestyle) پاکستانی عوام کے طرزِ زندگی کی طرح ہے؟ ایک عام خوشحال پاکستانی، پورے سال میں اتنا نہیں کما سکتا، جتنا یورپین لوگوں کے گھروں میں، جھاڑو پونچا اور برتن صاف کرنے والے ملازمین، ایک ماہ میں کما لیتے ہیں! تو پھر بیرونی قرضوں اور بے روزگاری سے بدحال، ایک ترقی پذیر ملک پاکستان کا، آپ کسی ترقی یافتہ اور خوشحال یورپی ملک سے مُوازنہ کیسے کرسکتے ہیں؟!

یورپی ممالک میں لوگوں کا علاج مُعالجہ اور تعلیم مفت ہے، وہاں اگر کوئی بے روزگار ہو جائے تو اسے بھی الاؤنس (Allowance) ملتا ہے، عمر کی زیادتی کے باعث اگر کوئی کام کاج کرنے کے قابل نہ رہے اور بوڑھا ہو جائے، تو اسے بھی زندگی بھر بڑھاپا الاؤنس دیا جاتا ہے، کیا آپ نے پاکستانی عوام کو یہ سہولیات دے رکھی ہیں، اپنی حکومت کا مُوازنہ یورپ سے کرتے ہوئے، کیا آپ کبھی شرمائے لجائے بھی ہیں؟! آپ نے اپنے دَورِ حکومت میں عوام کو بھاری ٹیکسز (Taxes) کا تحفہ تو دیا، لیکن بدلے میں کیا دیا؟ جبکہ یورپی ممالک کے حکمرانوں نے اپنی عوام سے ٹیکس (Tax) وصول کیا، تو انہیں ٹیکس ریٹرن (Tax Return) کے طَور پر، ہر طرح کی سہولیات بھی فراہم کیں، جبکہ آپ کی حکومت میں فی الحال ایسی سہولیات صرف کاغذات اور آپ کی تقریروں کی حد تک محدود ہیں، آپ اس قدر بے حِس کیسے ہوسکتے ہیں؟! آپ کو غریبوں کی آہ و پکار سُنائی کیوں نہیں دیتی؟! غربت و مہنگائی سے تنگ آکر اپنے بچوں کو زہر دینے والے ماں باپ کا درد دکھائی کیوں نہیں دیتا؟! آپ کے اِقدامات اور مہنگائی

کے باعث مرنے والے بچوں کی چیخیں سنائی کیوں نہیں دیتیں؟! آپ پُر سکون اور بے فکر ہوکر میٹھی نیند کے مزے کیسے لے پاتے ہیں؟! کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کی رِعایا وعوام کے بارے میں، بہت جلد آپ سے پوچھ گچھ ہونی ہے؟!

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْـمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ!»[1] "تم میں سے ہر شخص حاکم ہے، اور اُس سے اس کی رِعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا: تو لوگوں کا حقیقی امیر (۱) ایک حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا! (۲) ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اور اس سے اس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہو گا! (۳) عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا! (۴) غلام (وملازِم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا! لٰہذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک، اپنے اپنے مقام پر حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رَعِیت کے بارے میں (عنقریب قیامت کے دن) باز پُرس ہونی ہے!!!"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العِتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.

جنابِ وزیرِ اعظم صاحب! بصد احترام عرض ہے کہ آپ کے وُزَراء و مُشیر، کرپشن وبد عنوانی (Corruption) کے مقدّمات میں عدالتوں اور نیب (NAB) کو مطلوب ہیں، انہوں نے عوام کا پیسہ کھایا ہے، اُن کا حق مارا ہے، آپ اُن کے خلاف ایکشن (Action) کیوں نہیں لیتے؟! انہیں اپنی کابینہ اور پارٹی سے باہر کیوں نہیں کرتے، حالانکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آپ اِقتدار میں آنے سے پہلے چور ڈاکو کہا کرتے تھے! وہ کونسی واشنگ مشین (washing machine) ہے جس میں یہ سب کے سب دُھل دُھلا کر اَب پاک صاف اور پاکیزہ کردار کے حامل ہو گئے ہیں؟!۔

یاد رکھیے! مَسندِ اِقتدار ایک بہت بڑی ذِمّہ داری اور آزمائش ہے، یہ پھولوں کی نہیں کانٹوں کی سیج ہے! حاکمِ وقت سے اس کے ہر فعل اور اِقدام کا حساب لیا جائے گا! اگر آپ نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیے، تو یہی اِقتدار آپ کے گلے کی ہڈی، اور آخرت میں آپ کی پکڑ کا سبب بھی بن سکتا ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ شَيْئاً، فَاحْتَجَبَ عَنْ أُولِي الضَّعَفَةِ وَالْحَاجَةِ، احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ!»[1] "جو لوگوں کے مُعاملہ میں سے کسی چیز کا ذِمّہ دار بنا، اور وہ کمزوروں اور حاجتمندوں سے پردے میں رہا (یعنی ان سے ملاقات نہ کی) تو قیامت کے دن (اُس کی حاجت کے وقت) اللہ تعالی بھی اُس سے پردہ فرمالے گا!" یعنی اسے اپنی ملاقات کا شرف نہیں بخشے گا۔

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل، ر: ٢٢١٣٧، ٨/ ٢٥٠.

کچھ مفید مشورے

آپ کی رِعایا وعوام، مہنگائی اور بے روزگاری کے باعث بدحال، غمزدہ اور بے حد پریشان ہے، ان کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لیے عملی طور پر کچھ کر جائیے، انہیں کچھ ریلیف (Relief) دیجیے، مہنگائی کم کیجیے، عام مزدور کی اُجرت میں، تنخواہ دار طبقے کی ماہانہ سیلری (Salary) میں اضافہ کیجیے، اور سب سے اہم یہ کہ اپنی اور پوری کابینہ کی جملہ سہولیات کو عوامی سطح پر لائیے؛ کہ سب کو پتا چل جائے کہ عوام اور حکمران سب ایک پیج پر ہیں اور جملہ مصائب وآلام میں ہم سب برابر کے شریک ہیں نیز یہ بھی پتا چل جائے کہ حکمراں طبقے کو اپنی عوام کا پورا پورا احساس ہے!۔

اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا، کہ حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کے باعث، عوام پر جو مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے ہیں، اس میں کچھ نہ کچھ کمی واقع ہوگی، اور انہیں خوشی حاصل ہوگی، اور ایسا کرنا اللہ تعالی کے ہاں بہت پسندیدہ عمل ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلى الله تَعَالى، سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ عَلى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكَشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِيْ عَنْهُ دَيْناً، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعاً!»[1] "اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین اعمال میں سے ہے، کہ مسلمان کو خوش کردو، یا اس کی مشکل دُور کر دو، یا اس کا قرضہ ادا کر دو، یا اس کی بھوک مٹادو!"۔

ہمدردی اور خیر خواہی کا اِنعام

مسلمان کی مدد کرنا، مشکل وقت میں اس کے کام آنا، اس کے دکھ درد اور تکلیف

(١) "المعجم الكبير" عبد الله بن عمر بن الخطّاب رضي الله عنه، عَمرو بن دينار عن ابن عمر، ر: ١٣٦٤٦، ١٢/ ٣٤٧.

کو اپنی تکلیف جاننا، یہ صرف حکومتِ وقت کی ہی ذمّہ داری نہیں، عام مسلمان بھی یہ نیکیاں کر کے، اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی حاصل کر سکتا ہے، اور جنّت کا مستحق بن سکتا ہے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں اس قدر وُسعت کی حامل ہے، کہ وہ کسی بھی نیک عمل کا اجر ضائع نہیں فرماتا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کے ساتھ بھلائی کرے، تو اس کا بھی اجر عطا کیا جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَنَّ رَجُلاً رَأَى كَلْباً يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ ،فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ»(۱) "ایک شخص نے کتے کو دیکھا کہ پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے، اُس شخص نے اپنے چمڑے کے موزہ میں پانی بھر کر کتے کی پیاس بجھائی، اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا، اور اسے جنّت میں داخل کر دیا"۔

مسلمانوں کی مثال آپس میں جسدِ واحد کی سی ہے

غور وفکر کا مقام یہ ہے کہ جب اللہ ربّ العالمین کسی جانور سے کی ہوئی بھلائی کا بدلہ، جنّت کی صورت میں عطا کر رہا ہے، تو اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد وحاجت رَوائی، اور مشکل کشائی کی صورت میں، وہ اِنعام واِکرام کی کیسی بارش فرمائے گا! انسانی ہمدردی وخیر خواہی کا اتنا بڑا انعام ہونے کے باوُجود، ہم بے حِسی کا مُظاہرہ کیسے کر سکتے ہیں؟! کہاں وہ رحمدل اور نیک لوگ تھے، جو ایک کتے کو بھی پیاسا نہیں دیکھ سکتے تھے! اور کہاں آج ہم ہیں کہ ہمارے سامنے کشمیر وفلسطین میں مسلمانوں کو

---

(۱) "صحيح البخاري" كتابُ الوُضوء، ر: ۱۷۳، صـ۳٤.

شہید کیا جارہا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، مسلمان عورتوں کی عَصمت دَری کی جارہی ہے، ان کی عزّتیں پامال ہورہی ہیں، مگر ہمیں بظاہر کوئی فرق نہیں پڑتا! آخر ہم اس قدر بے حِس کیوں ہو چکے ہیں؟ کیا رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»[1] "مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں، ایک جسم کی مانند ہیں کہ جس طرح جسم کا کوئی ایک عضو بیمار پڑ جائے، تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

اگر آپ کو اُن کی تکلیف اُن کا دُکھ درد، اپنی تکلیف اور اپنا دکھ دُرد محسوس نہیں ہوتا، تو اپنی ایمانی کیفیت پر ایک نظر ضرور دَوڑائیے؛ کیونکہ جس کریم آقا ﷺ کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے، وہ نبئ رحمت ﷺ تو اپنے ہر اُمّتی کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آذَى مُسْلِماً فَقَدْ آذَانِي! وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ!»[2] "جس نے ناحق کسی مسلمان کو اِیذاء دی یقیناً اس نے مجھے اِیذاء دی! اور جس نے مجھے اِیذاء دی اس نے اللہ تعالی کو اِیذاء دی!"۔

باہم اتحاد واتفاق اور مسلمان بھائی کا ساتھ دینے کا حکم

اسلام ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت اور باہم اتحاد واتفاق کے ساتھ

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٨٦، صـ١١٣١.
(۲) "المعجم الأوسط" باب السين، من اسمه سعيد، ر: ٣٦٠٧، ٢/ ٣٨٧.

رہنے کی تعلیم دیتا ہے، مشکل وقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا رہنے، اور باہمی تکلیف ومجبوری کا اِحساس کرنے کا حکم دیتا ہے، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"۔ رَحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ فرما کر، اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرکے اشارہ فرمایا[1]۔

جبکہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک مسلمان ہی دوسرے مسلمان کا گلہ کاٹ رہا ہے! اس کی عزّت وناموس کے ساتھ کھلواڑ کر رہا ہے! اسے جانی ومالی نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے! اپنے ہی لوگوں کے ساتھ خود غرضی اور بے حسی کا مُظاہرہ کرنے میں غیر مسلموں کو بھی پیچھے چھوڑ رہا ہے! بلکہ خدمتِ خَلق اور انسانیّت کے سارے آداب بھولتا جارہا ہے، یقین جانیے! اگر مسلمان بحیثیت اُمّت، خدمتِ خَلق کو آج بھی اپنا شِعار بنالیں، تو انہیں ساری دنیا کے دل فتح کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا! خدمتِ خَلق اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کو بڑا ہی محبوب عمل ہے، اس میں اجرِ عظیم اور آخرت کی کامیابی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کی ہر ممکنہ مدد کرے، ان پر جانی یا مالی صورت میں کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے، مصطفیٰ جانِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ، كَانَ اللهُ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.

فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ!»[١] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ اسے دوسروں کے حوالے کرتا ہے۔ جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالی اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دُور کی، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی مصیبت دُور فرمائے گا!"۔

ماضیٔ قریب کی ایک بدنما تاریخ

مذکورہ بالا حدیث پاک میں ہمارے بے حِس حکمرانوں کے لیے بھی دَرس ونصیحت ہے، جو چند ڈالروں (Dollars) کے عِوض اپنے ہی مسلمان بھائی بہنوں اور پاکستانی شہریوں کو، امریکہ وبرطانیہ کے حوالے کردیتے ہیں، قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی اس کی زِندہ مثال ہے! وہ آج بھی امریکی جیل میں قید وبند کی صورت میں ناکردہ جرائم کی سزا بھگت رہی ہے! اسی طرح اَیمل کانسی کا نام بھی ہماری یادداشت میں ابھی تازہ ہے، اس پر امریکی سی آئی اے (CIA) کے پانچ ۵ اہلکاروں کے قتل کا الزام تھا، ہمارے حکمرانوں نے اُسے پکڑ کر خود اپنے ہاتھوں سے امریکی حکومت کے حوالے کیا، صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے حکمران تو امریکی وفاداری میں اس حد تک گر گئے، کہ اپنے ہی ملک کے بعض ایسے شہریوں کو بھی اُن کے حوالے کیا، جن کے بارے میں خود امریکی سی آئی اے (CIA) تک کو بھی یہ علم نہیں تھا، کہ یہ لوگ ان کے حوالے کیوں کیے گئے ہیں![٢]۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتابُ المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.

(٢) "پاکستانی ایمل کانسی کو امریکہ میں سزائے موت کا واقعہ" آن لائن آرٹیکل، ۷ جنوری ۲۰۱۵ء۔

اُصولاً ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اُن لوگوں پر جو بھی الزامات تھے، اُن پر پاکستانی عدالتوں میں مقدّمات دائر کر کے کیس چلائے جاتے، انصاف کے تقاضے پورے کیے جاتے، لیکن ہمارے بے حِس اور قومی غیرت سے عاری حکمرانوں کو رَتی برابر شرم محسوس نہ ہوئی، انہوں نے غیرت اور جوشِ ایمانی کا ثبوت دینے کے بجائے، اپنے ہی شہریوں کو امریکہ کے حوالے کر کے دَاد و تحسین وُصول کرنے کو ترجیح دی، جبکہ اس کے بَرعکس امریکی سفارتخانے کے ملازِم اور جاسوس ریمنڈ ڈیوس (Raymond Davis) نے جب ہمارے اپنے ملک پاکستان میں، دن دیہاڑے دو ۲ بے گناہ افراد کو قتل کیا، تو ہمارے حکمرانوں نے اُسے پاکستان میں سزا دینے کے بجائے، راتوں رات عدالتیں لگوا کر، اور لواحقین کو دِیَت لینے پر مجبور کر کے، عزّت واِحترام سے امریکہ روانہ کر دیا، اور یہود و نصاریٰ سے اپنی وفاداری پر حرف بالکل نہیں آنے دیا، شاباش!!

بحیثیت قوم ہماری بے حِسی اور لمحۂ فکریہ

نہ جانے یہ سب کرتے ہوئے ہماری قومی غیرت و حَمیت کہاں چلی جاتی ہے؟ نائن الیون (9/11) کے انتقام، اور ایٹمی ہتھیاروں کا الزام لگا کر، امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پورے افغانستان (Afghanistan)، عراق (Iraq)، اور لیبیا (Libya) کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا، لیکن بحیثیت قوم ہم بے حِسی کی تصویر بنے یہ سب کچھ خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہے! ہماری ماؤں بہنوں کی عصمت دَری کی گئی، انہیں بیچ چوراہوں میں گھسیٹا گیا، ہمارے پھول جیسے دودھ پیتے بچوں کو شہید کیا گیا، ہماری مساجد اور مقدّس مقامات پر بمباری کی گئی، لیکن مجال ہے کہ ہماری غیرت جاگی ہو! ہمارا جوشِ ایمانی یہ ظُلم وزِیادتی دیکھ کر بھی سرد کا سرد ہی رہا! پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک خاموش

تماشائی بنے رہے! بلکہ ہمارے حکمران اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کے بجائے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ بلند کرکے، ہمیں بے وقوف بناتے رہے! جبکہ سچا نعرہ یہ ہے کہ "سب سے پہلے اسلام!"۔

وقت کا تقاضا

یاد رکھیے! اِسلام خود غرضی اور بے حِسی پر مبنی کسی پالیسی کی تائید وحمایت نہیں کرتا، اگر ایسا ہوتا تو ایک مظلوم مسلمان بیٹی کی پکار پر، محمد بن قاسم ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے ہندوستان (India) نہ آتے، لہٰذا اپنے ذہنوں کو جُغرافیائی سرحدوں سے باہر نکالیے، اور یہ اَمر ذہن نشین کر لیجیے، کہ مسلمان چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، وہ ہمارا بھائی ہے، اور مشکل وقت میں اس کی مدد کرنا ہمارا قومی، مِلّی اور دینی فریضہ ہے، ملکی سرحدوں کے نام پر خود کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم مت کیجیے، سارے جہاں کو اپنا وطن سمجھو! اور کسی مشکل و مصیبت میں پھنسا مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، فوری طَور پر اس کی مدد کو پہنچو! جنگ ہو یا اَمن، آفت ہو یا طوفاں، بہر صورت اس کا ساتھ دیجیے اور اس کے حق میں آواز بلند کیجیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ظالم، جابر اور نا اہل حکمرانوں سے نَجات عطا فرما، ان میں جو فاسِق وفاجِر اور دین دشمن ہیں، انہیں ہدایت نصیب فرما، جن کی قسمت میں ہدایت نہیں انہیں نیست ونابُود کردے، خوابِ غفلت میں سونے والوں کو بیداری نصیب فرما، نیک اَور رحمدل حکمرانوں کو خیر وبرکت عطا فرما، ان کا مقام ومرتبہ بلند فرما، انہیں عوام کی بھلائی کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرما، ان میں جو عیّاش اور شاہ خرچ ہیں

انہیں عقلِ سلیم عطا فرما، سادگی اور کفایت شِعاری اختیار کرنے کا جذبہ و سوچ عنایت فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

پاکستانی مُعاشرہ میں ٹی وی ڈراموں کے منفی اثرات

(جمعۃ المبارک ۹ رجب المرجّب ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۲/۱۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

الیکٹرانک میڈیا ...ایک بدمست ہاتھی

برادرانِ اسلام! ہمارے دَور میں الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) ایک بہت بڑی طاقت بن چکا ہے، آج لوگوں کی مثبت یا منفی ذہن سازی میں میڈیا (Media) کا بڑا عمل دخل ہے، اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اسے اب ریاست کے چوتھے سُتون کے طور پر دیکھا جاتا ہے، یہ اپنی اس طاقت کے زعم میں کسی بدمست ہاتھی سے کم نہیں! حاکمِ وقت بھی ان کے شر سے پناہ مانگتا، اور ان سے بات بنائے رکھنے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرتا ہے! کسی شخص کو راتوں رات ہیرو (Hero) یا مقبول لیڈر (Popular Leader) بنانا ہو، یا کسی ہیرو (Hero) کو وِلَن (Wilan) بنا کر راتوں رات زمین پر پٹخنا، اب الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے!۔

اسلامی واَخلاقی اَقدار کی پامالی

عزیزانِ محترم! پاکستانی مُعاشرہ میں میڈیا کی اس طاقت اور ترقی کے فوائد کم، اور نقصانات زیادہ ہو رہے ہیں! الیکٹرانک میڈیا بالخصوص ٹی وی چینلز (TV Channels) توکسی شُترِ بے مُہار سے کم نہیں! جس کے مَن میں جو آتا ہے بول دیتا ہے، انہیں کسی کی اِیذارَسانی، عیب جُوئی، راز اِفشانی اور حکمِ شریعت کی خلاف ورزی کی مُطلقاً پرواہ نہیں، حالانکہ یہ سب برائیاں اَخلاق وشَرافت کے مُنافی اور ناجائز وحرام ہیں، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ!»[۱] "اے وہ لوگو، جو صرف اپنی زبان سے اسلام لائے، جبکہ ایمان ابھی اُن کے دِلوں میں داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت مت کرو! اُن کی عَیب جُوئی مت کرو! جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر فرما دے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب ظاہر فرمانے پر آجائے، وہ اپنے گھر میں بھی ذِلّت ورُسوائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا!"۔

بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے، کہ کمرشل اِزم (Commercial Ism) کے اس دَور میں، مذہب ووطن اور ناجائز وحرام کی پرواہ کیے بغیر، بیرونی فنڈنگ (Funding) اور ڈکٹیشن (Dictation) پر ایسے پروگرام، ڈرامے اور اشتہارات چلائے جارہے ہیں،

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الغيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

کہ کوئی شریف آدمی اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر، انہیں دیکھنے سے بھی شرمائے! ان اشتہارات اور ڈراموں میں اسلامی واَخلاقی آقدار کی پامالی کا سلسلہ دھوم دھام سے جاری ہے! فحاشی، عُریانی اور بے حیائی کو خوب فروغ دیا جارہا ہے، اولاد کو اپنے والدین کی نافرمانی پر اُبھارا جارہا ہے، ان کے ساتھ بدسُلوکی سے پیش آنے، اور اپنی جائز وناجائز خواہشات کی تکمیل کی خاطر، سرکشی کی جرأت پیدا کی جارہی ہے، آزادئ نسواں کے نام پر انہیں ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ، غیر اَخلاقی رویہ اپنانے کی ترغیب دی جارہی ہے، مال ودَولت، شُہرت، فیشن (Fashion) اور روشن خیالی کے نام پر، ان کے کپڑے اُتروائے جارہے ہیں، ٹی وی اشتہارات (TV Commercials)، پروگرامز اور فلموں ڈراموں کے ذریعے، انہیں کروڑوں لوگوں کے سامنے سرِعام برہنہ کیا جارہا ہے، ان کی عزّت کو نیلام کیا جارہا ہے، اور ایسے ایسے غیر اَخلاقی اور حیا سوز مَناظر فلم بند (Filmed) کیے جارہے ہیں، کہ زبان وقلم انہیں بیان کرنے سے بھی قاصر ہیں!!۔

یورپی اندازِ فکر سے متاثر پاکستانی میڈیا کا کردار

برادرانِ اسلام! یہود ونصاریٰ سے ٹی وی اشتہارات کی مد میں ملنے والے، ہر ماہ کروڑوں روپوں نے، میڈیا مالکان اور صحافی برادری کی آنکھیں، اس قدر خیرہ کردی ہیں، کہ اِنہیں اب حق وباطل میں فرق محسوس ہی نہیں ہوتا، صحیح وغلط کی پہچان سے یہ لوگ عاری ہوچکے ہیں، جب یہ کسی مذہبی یا سیاسی ایشو (Religious or political issues) پر بات کرتے ہیں، تو اپنی زبان سے یہود ونصاریٰ کی ترجمانی کرتے ہیں، ان کے اَغراض ومَقاصد کا تحفظ، اور اسلامی تعلیمات سے متصادِم سوچ کو پروان دیتے ہیں، اپنے ٹاک شوز (Talk shows) میں جن سیاستدانوں یا مذہبی رَہنماؤں کو، اپنا

مَوقف پیش کرنے کے لیے بلاتے ہیں، انہیں اپنی بات پوری کرنے تک کا موقع نہیں دیتے، بار بار ان کی بات کاٹتے اور اپنی مَن مانی کرتے ہیں، اپنے شو (Show) کی ریٹنگ (Rating) بڑھانے کے چکر میں، ان سے بدتہذیبی سے پیش آتے، اور غیر اَخلاقی طرزِ عمل اپناتے ہیں، اسلامی تعلیمات کے خلاف بات کرنے کے لیے، لبرل مافیا کو بھرپور مواقع فراہم کرتے ہیں، لیکن مذہبی طبقے کا مَوقف سننے کے لیے کسی مستند عالِم دِین سے رُجوع کرنے کی زحمت نہیں کی جاتی، ہزار ہا اَفراد پر مشتمل، ان کے جلسے جلوسوں کی کوریج (Coverage) نہیں کی جاتی، ان کی بریکنگ نیوز(Breaking News) تک نہیں چلائی جاتی، لیکن عورت آزادی مارچ کے نام پر، چند دشمنانِ دِین ووَطن روڈ پر نکل آئیں، تو پاکستان کا سارا میڈیا انہیں لائیو کوریج(Live coverage) دیتا، اور ان کے فحش وبیہودہ پلے کارڈز(Play cards) دنیا بھر میں دِکھاکر، اسلام اور پاکستان کو بدنام کرتا ہے، بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا میڈیا، اب ہمارا نہیں رہا، بلکہ یہود ونصاریٰ کا میڈیا ہے، ان کے مفادات کا تحفظ کرتا، اور ان کی زبان بولتا ہے، تو شاید یہ بے جانہ ہوگا۔ لہٰذا میں اپنے مسلمان بھائی بہنوں سے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا، کہ ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ کر یا کسی نام نہاد دانشور کو سن کر اسلام کے خلاف ہرگز کوئی رائے قائم نہ کریں، بلکہ اپنے علماء سے اس سلسلے میں رُجوع کریں اور صحیح رہنمائی حاصل کریں۔

اسلامی کلچر سے بیگانگی اور آزاد خیالی

حضراتِ گرامی قدر! پاکستانی ڈرامہ انڈسٹری (Pakistani Drama Industry) میں انٹرٹینمنٹ (Entertainment) کے نام پر، جو مَواد نشر کیا جارہا ہے، وہ کسی طور پر دیکھنے کے لائق نہیں! ہمارے میڈیا ہاؤسز (Media

Houses) اپنے ڈراموں میں سُسر بہو، اور دیور بھابھی کے ناجائز تعلقات دکھا کر، ہماری نسلِ نَو میں بدعملی اور یورپی کلچر (European Culture) کو پروان دے رہے ہیں! آزاد خیالی کا بیج بو کر ان کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہے ہیں، تین ۳ طلاقوں کے باوُجود سابقہ شوہر اور بوائے فرینڈ (Boy Friend) کے ساتھ زندگی گزارتے دِکھا کر، ہماری اسلامی تعلیمات کی اَہمیت کو پامال کر رہے ہیں! تفریحی پروگرامز میں ایسے ذُومعنٰی الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں، کہ فیملی کے ساتھ بیٹھا شخص سن کر شرم سے پانی پانی ہو جائے! مارننگ شوز (Morning Shows) اور گیم شوز (Game Shows) کے نام پر ناچ گانا، بے پردگی اور نامحرم واَجنبی لوگوں کے ساتھ، بے تکلّفی کے مَواقع فراہم کیے جا رہے ہیں، یہ تو صرف چند وہ خرابیاں ہیں جن سے تقریبًا ہر شخص آگاہ ہے، ورنہ ان فلموں، ڈراموں، تفریحی اور مارننگ شوز (Morning Shows) کے ایسے اَن گنت منفی اثرات ہیں، جن سے پاکستانی مُعاشرہ بہت زیادہ متاثر ہو رہا ہے! اور یہی وجہ ہے کہ آج یہ چیز نعمت کم، اور زحمت زیادہ محسوس ہو رہی ہے! ایسی فلموں اور ڈراموں کے باعث، ہمارا کلچر (Culture) اور مذہبی مُعاملات سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں! ہماری نوجوان نسل اپنی تہذیب سے بے گانہ ہوتی جا رہی ہے، اپنے رہن سہن کے طور طریقوں اور اندازِ گفتگو کو اپنانے میں انہیں عار محسوس ہوتی ہے، جاہلیت کے اَطوار اور ہندوؤں کے رسم ورَواج کو جدید فیشن سمجھ کر اپنانے میں، ہمارا مُعاشرہ اس قدر آگے نکل چکا ہے، کہ ہماری نسلِ نَو کو اپنی مذہبی تعلیمات کی بھی پرواہ نہیں رہی۔

فحاشی و عُریانی اور بے حیائی کا فروغ

حضراتِ ذی وقار! فلموں، ڈراموں کے باعث ہمارے مُعاشرہ پر جو منفی اثرات مرتّب ہوئے، ان کے باعث ہمارے ملک میں فحاشی، عُریانی اور بے حیائی بھی بہت عام ہوئی، جبکہ میڈیا کے مثبت اثرات نہ ہونے کے برابر ہیں، اس کا بنیادی سبب ڈراموں کے اسکرپٹس (Scripts) میں یورپی کلچر (European Culture) سے اَخذ کیا گیا وہ مرکزی خیال ہے، جس کا ہمارے مُعاشرتی حقائق اور کلچر (Culture) سے کوئی لینا دینا نہیں! موم بتی مافیا اور عورت مارچ سے متاثرہ سوچ کے حامل ڈرامہ نویس (Drama Writer)، ڈائریکٹر (Director)، پروڈیوسر (Producer) اور ٹی وی چینلز (TV Channels)، بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے ہماری نسلِ نَو میں، مادر پدر آزادی اور فحاشی وبے حیائی کو پروموٹ (Promote) کرکے، ان کی ذہن سازی میں لگے ہوئے ہیں!۔

بے حیائی پھیلانے والوں کا انجام

عزیزانِ مَن! جو لوگ یہود ونصاریٰ کے اس مذموم ایجنڈے کی تکمیل میں کوشاں ہیں، انہیں خوب یاد رکھنا چاہیے، کہ اُن کا یہ فعل دنیا وآخرت میں دردناک عذاب کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾[1] "یقیناً جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں، کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا وآخرت میں دُکھ دینے والا عذاب ہے"۔

---

(۱) پ۱۸، النُور: ۱۹.

روزِ محشر ہونے والی باز پُرس

اسی طرح جو لوگ ایسی فلمیں ڈرامے یا پروگرامز دیکھتے سنتے ہیں، انہیں بھی خوب جان لینا چاہیے کہ جن اَعضاء کے ذریعے آج ہم گناہ کر رہے ہیں، روزِ محشر ہمارے جسم کے ان تمام اَعضاء سے بھی باز پُرس ہوگی، چاہے وہ کان، آنکھ ہو یا دل، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[1] "کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے!" لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جب بھی ٹی وی وغیرہ دیکھیں، تو تلاوت ونعت سُنیں، دینی پروگرامز دیکھیں، علمائے اہلِ سنّت کے بیانات سُننے کا شرف حاصل کریں، اور اَحکامِ شرعیّہ سیکھنے کی کوشش کریں!۔

دوسروں کی نقل اُتارنے اور ہنسی مذاق بنانے کی مُمانعت

حضراتِ گرامی قدر! ٹی وی اور اسٹیج کے کامیڈی شوز (Comedy Shows) میں، عموماً تفریح اور ہنسی مذاق کے نام پر سیاستدانوں، کھلاڑیوں، فنکاروں اور علمائے دین کے اندازِ گفتگو کی نقل اُتاری جاتی ہے، اور باتوں ہی باتوں میں ان کی کردار کشی بھی کی جاتی ہے، کسی کا یوں مذاق اڑانا، ہنسی بنانا، یا اپنے معنیٰ خیز انداز وگفتار سے اس کی توہین وتذلیل کرنا، میڈیا (Media) کی اِصطلاح میں میمکری (Mimicry) کہلاتا ہے، ایسا کرنا انتہائی دل آزاری کا باعث، خلافِ شرع اور حرام کام ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا

---

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۳٦.

اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾[1].

"اے ایمان والو! مرد مَردوں کی ہنسی نہ بنائیں؛ عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں! اور نہ عورتیں عورتوں کی؛ دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں! اور آپس میں طعنہ نہ کرو، اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو؛ کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا! اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں!"۔ لہٰذا جو لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں، انہیں چاہیے کہ فوراً توبہ کریں، اور آئندہ اس فعلِ حرام کے اِرتکاب سے بچیں!۔

تہذیب وثقافت پر یلغار اور اس کا سدِّباب

میرے محترم بھائیو! ایسے غیر اَخلاقی اور شرعی قباحتوں سے بھرپور ڈراموں، فلموں اور پروگرامز کے باعث، پاکستانی مُعاشرے پر بڑے گہرے اور منفی اثرات مرتّب ہو رہے ہیں، ٹی وی چینلز (TV Channels) اپنی ریٹنگ (Rating) اور کمرشلز (Commercials) کے چکر میں، تمام شرعی وقانونی حدود پامال کر رہے ہیں، ان کے اس غیر ذمّہ دارانہ روِیے اور کردار کے باعث، ہمارے مُعاشرے میں نمود ونمائش، بے حیائی اور نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، عورتوں کا لباس روز بروز مختصر ہوتا جارہا ہے، ٹی وی ڈرامے دیکھ کر مکر وفریب اور جاسوسی سیکھنے والوں میں اضافہ ہو رہا ہے، میاں بیوی اور ساس بہو کے گھریلو جھگڑوں، ناچاقیوں اور طلاق کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے، اولاد کو اپنے والدین پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دکھایا جارہا ہے، گھریلو خواتین کا اپنے شوہروں پر حکم چلانا اور ان سے نوکروں جیسا برتاؤ کرنا، کیا یہ ہمارا کلچر (Culture) ہے؟!

---

(۱) پ۲٦، الحجرات: ۱۱.

ہمارا میڈیا یہ سب دِکھا کر آخر کسے خوش کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ آخر ایسی کونسی مجبوری ہے کہ ہماری ڈرامہ انڈسٹری (Drama Industry) اپنی مَشرقی روایات کی عکّاسی نہیں کر پا رہی؟ کیوں پاکستانی ڈراموں میں مسلمانوں کو مسجد جاتے، نماز پڑھتے اور عبادت کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرتے ہوئے نہیں دکھایا جاتا؟ کیوں ہماری عورتیں باحجاب نظر نہیں آتیں؟ کیوں یہ لوگ اپنی فلموں ڈراموں میں داڑھی والوں کی توہین کرتے، علماء کا تمسخر اُڑاتے اور اُن کے پاکیزہ کردار پر کیچڑ اُچھالتے نظر آتے ہیں؟ ایک اسلامی ملک ہونے کے باوُجود کیوں یہ لوگ ہمیشہ مذہبی طبقے ہی سے نالاں نظر آتے ہیں؟ کیا مُعاشرے میں ہونے والی تمام برائیاں، قتل وغارتگری، کرپشن (Corruption)، جنسی استحصال، لُوٹ مار، منشیات فروشی، مہنگائی، ملاوَٹ، ناپ تول میں کمی، ملکی قرضے اور ناکام حکومتی پالیسیوں کے ذمّہ دار، مذہبی طبقہ اور علماء ہیں؟!

میرے محترم بھائیو ذرا سوچیے! دیندار طبقے اور حقیقی مسلمان کے کردار، کیوں آج تک اُن پروگرامز میں جگہ نہیں بنا سکے؟ یا پھر انہیں مقبولیت نہیں مل سکی؟ ان ڈراموں سے لوگوں نے دھوکہ اور فریب، خود غرضی اور مفاد پرستی اور نت نیا فیشن (Fashion) تو سیکھا، لیکن کیوں آج تک ان ڈراموں سے متاثر ہو کر، کسی نے داڑھی نہ رکھی، کوئی نمازی نہ بن سکا، کسی مسلمان کے کردار میں بہتری نہیں آئی، کسی مسلمان عورت نے برقع وحجاب کا اہتمام نہیں کیا؟ بحیثیت مسلمان اور پاکستانی شہری، یہ ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے!۔

ایک منظّم پلاننگ (Planning) اور سوچی سمجھی سازش کے تحت، ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سیکولرازم (Secularism) کے حامی حلقوں کی

طرف سے پھیلایا جانے والا، یہ ثقافتی وائرس (Cultural Virus)، کینسر (Cancer) کی طرح نہایت خاموشی سے، ہماری تہذیب وثقافت اور مذہبی اَقدار میں سرایت کیا جا رہا ہے، اس ثقافتی یلغار کو روکنے کے لیے ہم سب کو اپنی اپنی ذمّہ داری ادا کرنی ہوگی، اہلِ قلم اپنے قلم کے ذریعے، علمائے دین اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے، اور حاکمِ وقت اپنی طاقت واِقتدار کے ذریعے، ایسے غیر شرعی اُمور کے سدِّباب اور روک تھام میں اپنا اپنا کردار ادا کریں!۔

اِصلاحِ مُعاشرہ میں میڈیا کا کردار اور ذمّہ داری

حضراتِ ذی وقار! ماہرینِ نفسیات کے مُطابق، انسان انٹرنیٹ (Internet) یا ٹی وی (TV) پر جو بھی فلم، ڈرامہ یا پروگرام دیکھتا ہے، اس کی شخصیت پر اس کے مثبت یا منفی اثرات ضرور مرتَّب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری نسلِ نَو، ہر چیز میں الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) کو فالو (Follow) کررہی ہے، ماں باپ یا اسکول کالج میں، اساتذہ کی تربیت کی اُن میں دُور دُور تک کوئی جھلک نظر نہیں آتی، لہذا اب یہ ذمّہ داری میڈیا (Media) کے سر ہے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ اپنے پروگرامز میں مُعاشرے کی اِصلاح کے پہلو کو پیشِ نظر رکھے، کسی بھی کردار کے مثبت اور منفی دونوں رُخ ضرور دکھائے جائیں، لیکن مُعاملہ مبہم رکھنے کے بجائے حق بات کو واضح کیا جائے، مُعاشرے پر منفی اثر ڈالنے والے فرضی قصّے کہانیوں، گھریلو ناچاقیوں پر مبنی، نہ ختم ہونے والی ٹی وی سیریلز (TV Serials)، اور قتل وغارتگری پر مبنی ڈراؤنی فلمیں (Horror Movies) بنانے سے گریز کیا جائے، اچھے، معیاری اور تخلیقی پروگرام بنائے جائیں، اَخلاقی تعلیم وتربیت

دیں، ٹیکنیکل ایجوکیشن (Technical education) سے متعلق پروگرام چلائے جائیں، لوگوں کے اندازِ فکر کو مثبت اور شُعور کو پختہ کیا جائے، اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنّت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، مسلم ہیروز (Muslim Heroes) کے کارناموں، اور اسلامی تاریخ کے درخشاں پہلواُجاگر کیے جائیں، اپنی نسلِ نَو کو بزرگوں کی قربانیوں سے آگاہ کیا جائے، دینِ اسلام کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے واضح کیا جائے، میڈیا کے ذریعے ہونے والی اسلام مخالف عالَمی سازشوں کا جواب بھی میڈیا ہی کی زبان میں دیا جائے، یہود ونصاریٰ اور اُن کی مختلف این جی اوز (NGOs) کو خوش کرنے، اور اشتہارات کے نام پر اُن سے ملنے والے چند ڈالروں (Dollars) کے عوض اپنے مذہب، وطن، حکمرانوں، اَفواج اور علمائے دین کی کردار کشی نہ کی جائے، گھریلو ناچاقیوں، مار دھاڑ، چوری چکاری، قتل وغارتگری، اور خواتین پر فرضی ظلم وستم دکھاکر، مُعاشرے پر منفی اثرات ڈالنے کا سبب مت بنیے! دُنیا پر اپنے مذہب اور وطن کے بارے میں غلط اور منفی تاثر نہ چھوڑیں، لوگوں کو باہم پیار محبت اور عمدہ اَخلاق کے ساتھ رہنا سکھائیں، انہیں ایک دوسرے کے ساتھ اِیثار، ہمدردی اور حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی ترغیب دیں، دیانت وایمانداری کے واقعات کے ذریعے، پاکستانی مُعاشرے میں مثبت سوچ کے فروغ کے لیے کام کریں، تبلیغی نقطۂ نگاہ سے اپنے پروگرامز (Programs) میں علمائے دین کو زیادہ نمائندگی دیں، نیز ہر چیز کو تجارتی نقطۂ نظر سے نہ پرکھیں، بلکہ ہمیشہ اللہ ورسول کی رِضا کو پیشِ نظر رکھا کریں!۔

پیمرا قوانین میں اضافہ وتبدیلی کے لیے ضروری اِقدامات

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! وطنِ عزیز پاکستان دینِ اسلام کے نام پر بنا

ہے، اس میں بسنے والوں کی اکثریت مسلمان اور اسلامی اَحکام پر عمل پیرا ہے، لہٰذا ہمارے حکمرانوں پر یہ بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ ایسے غیر شرعی اُمور کے خلاف فَوری اِقدامات کریں، پیمرا (PEMRA) قوانین سخت کیے جائیں، اس کے قوانین پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظرِ ثانی کی جائے، فحاشی، بے حیائی اور اسلامی اَقدار کے مُنافی ٹی وی پروگرامز، مارننگ شوز (Morning Shows)، ایوارڈ شوز (Awards Shows)، اشتہارات، اَخلاقیات سے عاری ڈراموں اور اُن میں بولے جانے والے ذُو معنیٰ جملوں پر، فوری طور پر پابندی عائد کی جائے، ایسے ٹی وی مالکان کو بلاکر تنبیہ کی جائے، اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کے لائسنس (License) کینسل کر دیے جائیں!۔

اسی طرح والدین کو بھی چاہیے، کہ اپنے بچوں کی مصروفیات پر گہری نظر رکھیں، اور انہیں ٹیلی ویژن یا انٹرنیٹ پر اَخلاقیات کے مُنافی پروگرام یا ڈرامے دیکھنے کی اجازت ہرگز نہ دیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ذرائعِ اِبلاغ کا مثبت استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما، اس کے منفی استعمال اور اثرات سے بچا، ٹی وی چینلز (TV Channels) اور انٹرنیٹ (Internet) جیسی سہولیات کے ذریعے، تلاوت ونعت اور علمائے دِین کے بیانات سننے کا جذبہ عطا فرما، ہمیں اَخلاق باختہ اور غیر شرعی پروگرامز دیکھنے سے بچا، آمین! یا رب العالمین!۔

اسلام کے نظریۂ امن پسندی کی حدِّ فاصل

(جمعۃ المبارک ۱۶ رجب المرجّب ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۲/۱۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

امن وامان کا لُغوی معنیٰ

برادرانِ اسلام! لفظِ اَمن کا لُغوی معنیٰ سُکون واِطمینان، دِلجمعی، حفاظت وپناہ اور چین وقرار ہے[1]، لفظِ اسلام بھی تقریبًا اس کا ہم معنیٰ ہے، یا پھر دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے، کہ دینِ اسلام ہی وہ لازَوال سلامتی والا دِین ہے، جس کے سائے اور تعلیمات میں امنِ عالَم کا راز پنہاں ہے۔

اِسلام کا نظریۂ امن پسندی

عزیزانِ محترم! اِسلامی تعلیمات اپنے ماننے والوں کو صبر وتحمل، عفوودرگزر اور امن وامان کا درس دیتی ہیں، دینِ اِسلام کا نظریۂ امن پسندی اس قدر واضح ہے، کہ دنیا

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" ۱/۲۲۷۔

کے تمام نام نہاد جُمہوری ممالک، اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اپنے اپنے اَدیان اور مُلکی وعالمی قوانین میں، اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں! یہ دینِ اسلام کا نظریۂ امن پسندی ہی ہے کہ اس کی تعلیمات میں، ایک انسانی جان کے قتلِ ناحق کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾[1] "جو کوئی مسلمان کو جان بُوجھ کر قتل کرے، تو اُس کا بدلہ جہنّم ہے کہ مدّتوں اُس میں رہے، اور اللہ تعالی نے اُس پر غضب کیا، اور اُس پر لعنت کی، اور اس کے لیے بڑا عذاب تیّار کر رکھا ہے"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾[2] "ہر وہ جان جس کی حُرمت اللہ تعالی نے رکھی ہے، اسے ناحق مت مارو!" یعنی مُعاشرے کا امن وسکون برقرار رکھو، کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرو، اور امن وسکون کے علمبردار بن کر رہو!۔

بدامنی وبے سکونی کا دَور دَورہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل دنیا میں ظلم وزیادتی، ناانصافی اور بدامنی وبے سکونی کا دَور دَورہ تھا، کوئی کسی کا پرسانِ حال اور غمگسار نہ تھا، ناحق قتل وغارتگری اور کمزوروں پر ظلم وجبر عام تھا، دینِ اسلام نے عدل وانصاف، عفو ودرگزر اور حُسنِ سُلوک وحُسنِ اَخلاق جیسی تعلیمات کے ذریعے، دنیا کو امن وسکون اور باہمی پیار ومحبت کے ساتھ مل جُل کر، رہنے اور جینے کا

(١) پ٥، النساء: ٩٣.
(٢) پ٨، الأنعام: ١٥١.

تصوّر دیا، ظلم وزیادتی کرکے مُعاشرے کا امن وسُکون تباہ کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کرنے، اور ان کا ہاتھ روکنے کا درس دیا۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ مُعاشرے کا امن وسکون برقرار رکھنے، اور آخرت میں ہونے والی پکڑ سے بچنے کے لیے، دوسروں پر ظلم وستم کرنے سے بچیں، اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیں!۔

اللہ رب العالمین ظلم وزیادتی کرنے والوں کو اُن کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾[1] "جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے!"۔

دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والا نارَوا سُلوک

حضراتِ گرامی قدر! آج دنیا کے متعدّد ممالک میں، مسلمانوں پر ظلم وزیادتی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ نارَوا سُلوک برتا جارہا ہے، انہیں ناکردہ جرائم میں قید کرکے دہشتگردی کے مقدّمات میں ملوّث کیا جارہا ہے، مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی آبرُوریزی کی جارہی ہے، ان کی اَملاک (مال واَسباب) کو نقصان پہنچایا جارہا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کیے جارہے ہیں، ان کی کردار کُشی کرکے ان کی عزّت وناموس پہ حملے کیے جارہے ہیں، اس کے باوُجود ہمارے حکمران اپنا لبرل امیج (Liberal Image) بچانے کے چکر میں، ان کے خلاف کوئی سخت ایکشن (Action) لینے، ان سے

(۱) پ۵، النساء: ۳۰.

سفارتی وتجارتی تعلقات منقطع کرنے، عالَمی عدالتِ انصاف (International Court of Justice) میں کیس (Case) دائر کرنے، یا اَقوامِ متحدہ (United Nations) اور یورپی یونین (European Union) جیسے عالَمی فورمز (Global Forums) پر آواز بلند کرنے کے لیے تیّار نہیں، اور اگر ہزاروں غیرتمند مسلمان بطورِ احتجاج سڑکوں پر آکر ایسی جرأت کرلیں، تو ساری دنیا کا دَجّالی میڈیا انہیں انتہاء پسند ثابت کرنے پر تُل جاتا ہے، جبکہ ہمارا موم بتی مافیا، ٹی وی پر آکر ان کے اس عمل کو دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی کے مُنافی قرار دینے لگتا ہے!۔

فلسفۂ امن کی بے وقت راگنی

میرے محترم بھائیو! دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی کی ایک حدِّ فاصل ہے، دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو امن وامان کا درس ضرور دیتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جس سرپھرے کے مَن میں جو آئے، وہ کرتا پھرے، کوئی ہمارے دینی مقدّسات اور شعائر کی توہین کرتا رہے، ہماری جان سے پیارے نبئ کریم ﷺ کی توہین اور عزّت وناموس پہ حملہ آوَر ہوتا رہے، ہماری آنکھوں کے سامنے قرآنِ پاک کو شہید کیا جاتا رہے، ہمارے مسلمان بھائی بہنوں سے جبری طور پر مذہب تبدیل کروایا جاتا رہے، انہیں جانوروں کی طرح ذبح کیا جاتا رہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے رہیں، اور ہم محض خاموش تماشائی بن کر فلسفۂ امن وامان کا راگ اَلاپتے رہیں، ظلم، جبر اور بربریت کے خلاف کبھی آواز بلند نہ کریں! نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں! ظلم کو دیکھ کر اس کے خلاف آواز بلند نہ کرنا، اور قدرت کے باوُجود اُسے نہ روکنا کسی مسلمان کی شان ہرگز نہیں! رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: «انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً» "اپنے بھائی کی مدد کرو! چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کرسکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ»[1] "اس کا ہاتھ پکڑ لو" یعنی اسے ظلم کرنے سے روک لو!۔

توہینِ مذہب کو بنیاد بنا کر قانون ہاتھ میں لینا

میرے محترم بھائیو! واضح رہے کہ کسی بھی برائی کو طاقت وقوّت سے روکنے کا اختیار حاکمِ وقت کے پاس ہے، عام عوام پُر امن طریقے سے اپنا احتجاج ریکارڈ (Record) کروا سکتے ہیں، اپنے حکمرانوں سے قاتلوں، زانیوں، شرابیوں، دہشتگردوں اور گستاخانِ رسول کے خلاف ایکشن (Action) لینے کا مُطالبہ ضرور کرسکتے ہیں، لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر قوانینِ حدود وقصاص کا نفاذ کرنے، اور مجرموں کو خود سزائیں دینے کا اختیار اور اجازت انہیں کسی طور پر نہیں۔

توہینِ مذہب یا قتل کے واقعات میں بارہا دیکھنے میں آتا ہے، کہ مشتعل عوام کا ایک ہجوم یا متاثرہ خاندان، قانون ہاتھ میں لے کر ملزم کو موقع ملتے ہی ہلاک کر دیتا ہے، یہ رجحان قابلِ تعریف وتقلید ہرگز نہیں، ہونا یہ چاہیے کہ ملزم کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا جائے، مقدّمہ درج کرکے عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق عدالتی کاروائی کی جائے، اگر وہ مجرم ثابت ہو جائے تو فوراً سزا دی جائے، بصورتِ دیگر اُسے رہا کر دیا جائے، لیکن بدقسمتی سے صورتحال انتہائی افسوسناک ہے، ہمارے ہاں عدل وانصاف کے تقاضے

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٤، صـ٣٩٤.

پورے نہیں کیے جاتے، ایسے مجرِم رشوت اور سیاسی اثر ورُسوخ استعمال کرکے باعزّت بَری ہو جاتے ہیں، اگر مجرِم کوئی غیر مسلم ہو تو سارا یورپ اور ان کا میڈیا چیخنے چلانے لگتا ہے، اور ہمارے حکمران اپنے ان بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر، راتوں رات انہیں ملک سے فرار کروا دیتے ہیں، اور اپنی عوام کو دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی کا درس دے کر، مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، ہمارے حکمرانوں کے اسی طرزِ عمل کے باعث، آج عوام قانون اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہوتی ہے، اگر حاکمِ وقت اور ہماری عدالتیں اپنی اپنی ذمّہ داری صحیح طور پر ادا کریں، تو ایسے واقعات کو رُونما ہونے سے روکا جاسکتا ہے، ورنہ یہ سلسلہ یونہی جاری رہنے کا خدشہ ہے!۔

فتنہ وفساد پھیلانے والوں کے خلاف جہاد کا حکم

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام میں جہاد کا حکم بڑی اہمیت اور مصلحتوں کا حامل ہے، حکمِ جہاد کا مقصد لوگوں کو جَبری طور پر دینِ اسلام میں داخل کرنا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا مقصد دینِ اسلام کی عزّت وناموس کی حفاظت، دنیا سے فتنہ وفساد کا خاتمہ اور امن وامان کی بحالی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾[1] "تم اُن سے اس وقت تک لڑائی کرتے رہو، جب تک کوئی فتنہ باقی نہ رہ جائے، اور سارے کا سارا دین اللہ تعالیٰ کا ہی ہو جائے!"۔

فسادیوں کے قتل کی اجازت

حضراتِ گرامی قدر! مُعاشرے کا امن وسکون، مسلمانوں کے جان ومال اور باہمی اجتماعیت کی حفاظت، دینِ اسلام کی اوّلین ترجیحات میں سے ہے، لہٰذا جو

(۱) پ۹، الأنفال: ۳۹.

لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے زمین پر فساد پھیلائیں، حضور ﷺ کی عزّت وناموس پر حملہ کریں، توہین آمیز خاکے بنائیں، دینی شعائر کی توہین کریں، اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوں، مسلمانوں کو شہید کریں، مسلمانوں میں پُھوٹ ڈالنے اور اِفتراق واِنتشار پھیلانے کی کوشش کریں، اور دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی کی حدِّ فاصل کو عبور کریں، دینِ اسلام انہیں فسادی قرار دے کر قتل کی اجازت دیتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾[1] "وہ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے، اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں، ان کا بدلہ یہی ہے کہ چُن چُن کر قتل کیے جائیں، یا سُولی دیے جائیں، یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں، یا زمین سے دُور کر دیے جائیں، یہ دنیا میں اُن کی رُسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے!"۔

حضرت سیِّدنا عَرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: «مَنْ أَتَاكُمْ، وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ، عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ»[2] "کوئی شخص تمہارے پاس آئے، اور تم اپنے مُعاملے میں ایک شخص پر متفق ہو، اور وہ تم میں پُھوٹ ڈالنا چاہے، یا تمہاری اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا چاہے، اُسے قتل کر دو"۔

---

(۱) پ٦، المائدة: ٣٣.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٧٩٨، صـ٨٣٢.

امنِ عالَم کے نام نہاد علمبردار اور اُن کی وَحشت وبربریت

میرے محترم بھائیو! آج دنیا بھر میں امریکہ اور اسرائیل سمیت دیگر طاقتور یورپی ممالک، فتنہ وفساد پھیلا رہے ہیں، دینِ اسلام کے خلاف اپنی مذموم سازشوں اور ہتھکنڈوں سے زہر افشانی کر رہے ہیں، مسلمانوں میں باہمی اختلافات اور جنگوں کا سبب بن رہے ہیں، مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کر رہے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کی اصلاح اور اس میں بدامنی وبے چینی ختم کرنے کا کریڈٹ (Credit) بھی لے رہے ہیں، حالانکہ ہر ذی شُعور انسان اس بات سے خوب واقف ہے، کہ صرف چند طاقتور ممالک نے، اپنے مفادات کے پیشِ نظر دنیا بھر کا امن وسکون، تباہ وبرباد کر رکھا ہے۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! عالمی امن کے ان علمبرداروں نے، ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۵ء تک کے اکتیس ۳۱ سالہ دَورانیے میں، دنیا کو دو ۲ عالَمی جنگوں کا تحفہ دیا، اپنی وَحشت وبربریت کا مُظاہرہ کرتے ہوئے پُرامن شہری آبادیوں، ہسپتالوں، درسگاہوں، اور عبادتگاہوں پر بہیمانہ بمباری کی، ناگاساکی (Nagasaki) اور ہیروشیما (Hiroshima) پر امریکہ (United States) کے ایٹم بم (Atomic Bombs) نے جو قیامت برپا کی، وہ انسانی تاریخ کا ایک ایسا سیاہ باب ہے، جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ دوسری جنگِ عظیم میں اتحادی ممالک (برطانیہ، امریکہ وغیرہ) کا جانی نقصان تقریبًا ایک کروڑ چھ لاکھ پچاس ہزار ہوا۔ فریقَین کا مجموعی جانی نقصان ڈیڑھ، دو کروڑ کے قریب ہوا۔ صرف رُوس کے پچھتّر لاکھ فوجی مارے گئے، جاپان کے پندرہ لاکھ پچاس ہزار جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا، جرمنی کے

اٹھائیس لاکھ پچاس ہزار فوجیوں نے اپنی زندگیوں کو جنگ کی بھینٹ چڑھایا[۱]۔

امنِ عالَم کے دشمن

اس کے باوُجود یہ لوگ امن کی آشا، اور انسانیت کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں! عالَمی امن کے ان دشمنوں کو کیا حق پہنچتا ہے، کہ وہ دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی، اور اس کی حدِّ فاصل پر کوئی حرف گیری کریں؟ یا اسے دہشتگردی اور انتہاء پسندی سے تعبیر کریں؟ درحقیقت یہی لوگ فسادی اور امنِ عالَم کے دشمن ہیں، اللہ رب العالمین نے ایسوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱﴾ اَلَاۤ اِنَّہُمۡ ہُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَ لٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ﴾[۲] "جب اُن سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو! تو کہتے ہیں کہ ہم تو سنوارنے والے ہیں، سنتا ہے! وہی فسادی ہیں، مگر انہیں شُعور نہیں!"۔

حدِّ فاصل عبور کرنے والے کو سزا دینا ایک دینی فریضہ ہے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اسلام ایک دینِ فطرت اور مُعاشرتی امن وسکون کا علمبردار ہے، وہ علوم وفُنون اور مَعیشت ومُعاشَرت میں، کسی فتنہ وفساد اور جُمود وتعطُّل کے بغیر ترقّی کا خواہاں ہے، جبکہ بدامنی وبے سکونی پھیلانے والوں کو سخت ناپسند فرماتا ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ مُعاشرے کے امن وسکون کو برقرار رکھنے میں اپنا اپنا کردار بھرپور ادا کریں، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں، کہ اگر کوئی شخص دینِ اسلام کے نظریۂ امن پسندی کا، ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے حدِّ فاصل عبور

---

(۱) "ضیاء النبی" "غزواتِ رسالت مآب علیہ الصلوات والتسلیمات، ۳/۲۸۲ ملتقطاً۔
(۲) پ۱، البقرة: ۱۱، ۱۲.

کرے، اور ہمارے دینی مقدّسات وشعائر کی توہین کرے، تواُس وقت امن کے راگ اَلاپنے کے بجائے، اُس کا مُحاسبہ کرنا ہمارے حکمرانوں کا دینی فریضہ ہے، البتہ عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے، اور مجرِم کو بِنا تحقیق اور جوڈیشل ٹرائل (Judicial Trial) کے، سزا دینے کی اجازت ہرگز نہیں! ہاں اَقوامِ عالَم کو اپنے مسئلے کی طرف متوجّہ کرنے، اور باطل قوّتوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے، ملکی اَملاک کو نقصان پہنچائے بغیر، پُر امن اور جائز طریقے سے احتجاج کرنا آپ کا آئینی حق ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے ملک میں امن وامان اور خوشحالی وترقی کی فضا پیدا فرما، باہمی اتفاق واتحاد کے حصول کے لیے جدوجہد کی قوّت، ہمّت اور جذبہ عطا فرما، ملک وقَوم کو نقصان دینے والی ہر تنظیم وتحریک سے بچنے کی سعادت عطا فرما، دنیا بھر میں مسلمانوں پر جہاں جہاں ظلم وستم ہو رہا ہے، تواُن کی مدد فرما، انہیں کفّار کے مَظالم سے نَجات عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ

(جمعۃ المبارک ۲۳ رجب المرجّب ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۲/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مالک ومختار نبی ﷺ کی شان وعظمت

برادرانِ اسلام! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ رب العالمین کی عطا سے، کونین کے مالک ومختار ہیں، ان کا دائرۂ سلطنت زمین وآسماں کو محیط ہے، معجزۂ شقُّ القمر (چاند کے دو۲ ٹکڑے کرنے والا معجزہ) اس کی روشن مثال ہے، "صحیح بخاری" میں حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «إنّ أهلَ مكّةَ سألُوا رسولَ الله ﷺ أَن يُرِيَهم آيةً، فأرَاهُم القمرَ شِقّتَينِ، حتَّى رأَوا حراءً بينهُما»[1] "اہلِ مکّہ نے حضور تاجدارِ رسالت ﷺ سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں چاند دو۲ ٹکڑے کرکے دکھادیا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حرا کو چاند کے ان

(١) "صحيح البخاري" باب انشقاق القمر، ر: ٣٨٦٨، صـ٦٤٩.

دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا"، یعنی چاند کا ایک ٹکڑا کوہِ حرا کے دائیں طرف آ گیا، اور دوسرا ٹکڑا کوہِ حرا کے بائیں طرف۔

سونے کے پہاڑ اور دنیا کی بادشاہت

عزیزانِ محترم! سرکارِ دو عالَم ﷺ اگر حکم فرماتے تو پہاڑ سونے کے ہو کر حضرت کے ساتھ چلتے، اگر دنیا جہاں کی بادشاہت چاہتے تو نبیٔ رحمت ﷺ کی بیک جنبشِ لب پر عطا کر دی جاتی، لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے رب کا عاجز و منکسِر بندہ بننا زیادہ پسند فرمایا۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ، جَاءَنِي مَلَكٌ إِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ، فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: إِنْ شِئْتَ نَبِيّاً عَبْداً، وَإِنْ شِئْتَ نَبِيّاً مَلِكاً، فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرِيلَ عليه السلام، فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ ضَعْ نَفْسَكَ»[1].

"اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں، میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی کمر کعبہ شریف کے برابر تھی، اس نے عرض کی کہ آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے، اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو بندگی والے نبی بنیں، اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں! میں نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا، انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اپنی ذات میں انکساری کیجیے"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا، کہ حضور ﷺ جو چاہیں رب تعالیٰ

(۱) "شرح السُنّة" للبغوي، كتاب الفضائل، باب تواضعه ﷺ، ر: ۳۶۸۳، ۱۳/ ۲۴۸.

وہ ہی کر دے، جسے جو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں، حتّی کہ حضرت سیّدنا ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور ﷺ سے جنّت مانگی، بلکہ جنّت میں آپ کی ہمراہی (رَفاقت) مانگی، حضور ﷺ نے انہیں عطا فرمائی"[1]۔

زمینی خزانوں کی کنجیاں

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ رسالت ﷺ کے عُلوِّ مرتبت کی شان یہ ہے، کہ زمینی خزانوں کی کنجیاں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے دستِ اقدس پر رکھ کر، رحمتِ عالَمیان ﷺ کو مالک و مختارِ کُل بنایا گیا، "صحیح بخاری" میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ معظّم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فبَينا أنا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمفاتِيحِ خزائِنِ الأرض، فَوُضِعَتْ فِي يَدِي»[2] "میں نیند کے عالَم میں تھا کہ دُنیا کے تمام خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں، اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں"۔

میرے محترم بھائیو! زمین کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں، جو کچھ سطحِ زمین سے اوپر ہے یا نیچے، یہ سب زمین کے خزانوں میں شمار ہوتا ہے، اس میں سونا چاندی، ہیرے موتی، لعل وجَواہرات، زَمرُّد، تمام اَقسام کی دھاتیں (Metals)، پیٹرول (Petrol)، ڈیزل (Diesel) اور مختلف اَنواع کے پھل اور میوہ جات سب کچھ اس میں داخل ہے، اور کنجیاں دے کر یہ سب کچھ رحمتِ دو عالَم ﷺ کی ملکیت میں دیا گیا۔

بے پناہ اختیارات اور آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

حضراتِ ذی وقار! سرکارِ دو عالَم ﷺ کے اختیارات بے پناہ ہیں، چرند

(۱) "مرآۃ المناجیح" "نبیٔ کریم ﷺ کے اَخلاق وعادات کا بیان، تیسری فصل، ۸/۸۵۔
(۲) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسِير، ر: ۲۹۷۷، صـ۴۹۲.

پرند، شجر و حجر (درخت اور پتھر)، ہوا و پانی، اور جِن واِنس سب سرورِ کونین ﷺ کے حکم کے تابع ہیں، مصطفیٰ جانِ عالَم ﷺ کی سلطنت اور اختیار کا یہ عالَم ہے، کہ اللہ رب العالمین نے بذاتِ خود مسلمانوں کو قرآنِ پاک میں حکم دیا ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز رہو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾[1] "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو! اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو!"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ ربّ العالمین نے آگ کو بھی اس بات کا پابند فرمایا، کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی اطاعت کرے، حضرت ابنِ سعد علیہ الرحمۃ حضرت عَمرو بن میمون سے راویت کرتے ہیں، کہ مشرکین نے حضرت سیّدنا عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ میں جلایا، تو حضور نبیٔ کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے، حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عمّار کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور یوں فرمایا: «يا نارُ! كُوني برداً وسلاماً علَى عمَّارٍ، كما كُنتِ علَى إبراهيم!»[2] "اے آگ! عمّار پر ایسی سلامتی والی اور ٹھنڈی ہو جا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ٹھنڈی ہو گئی تھی"۔ اور وہ آگ حضور رحمتِ عالمیان ﷺ کے حکم سے، حضرت سیّدنا عمّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گئی۔

سرورِ کونین ﷺ کے لامحدود اختیارات کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اگر کسی اَمر میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم آ جائے، تو لوگوں کا اپنا ذاتی مُعاملہ ہونے کے باوُجود، کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ دوبارہ اس کام میں کسی قسم کی

---

(۱) پ۲۸، الحشر: ۷.
(۲) "الطبقات الكبرى" ومن خلفاء بني مخزوم، عمّار بن ياسر، ۲/ ۲۱۹.

مُداخلت کرے، یا اللہ ورسول کے حکم سے اِعراض ورُو گردانی کرے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾[1] "کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمادیں، تو انہیں اپنے مُعاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ یقیناً واضح گمراہی میں بہکا"۔

سرکارِ دو عالَم ﷺ کے ایسے ہی بے شمار اختیارات وتصرُّفات کا ذکر کرتے ہوئے، امامِ ربّانی احمد بن محمد قَسطلانی رحمہ اللہ "مَواہب لدُنیہ" میں فرماتے ہیں کہ "نبیٔ معظّم ﷺ اَحکام کو نافذ کرنے کے رُتبہ پر فائز ہیں، ہر حکم حضورِ اکرم ﷺ کے دربار سے نافذ ہوتا ہے، آپ ﷺ جس بات کا ارادہ فرمائیں، اس کے خلاف نہیں ہوتا، تمام جہان میں کوئی ان کے حکم کو پھیرنے والا نہیں!"[2]۔

سارے جہاں کے رزق کی تقسیم کا اختیار

عزیزانِ مَن! اللہ تعالیٰ کی عطا سے سارے جہاں کے رزق کی تقسیم کا اختیار بھی، حضور نبیٔ کریم ﷺ کے پاس ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «إنّما أنا قاسمٌ، والمُعْطِي هو اللهُ»[3] "میں تقسیم کرتا ہوں، اور اللہ تعالی عطا فرماتا ہے"۔

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ۳٦.

(۲) "المَواهب اللدُنية" المقصد ۱، ۱/ ۵٦، ملتقطاً.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب العلم، ر: ۷۱، صـ۱۷.

ہر چیز حکمِ رسول ﷺ کی تابع

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اللہ عزّوجلّ نے مصطفیٰ جانِ عالَم ﷺ کو جو اختیارات عطا فرمائے، اُن میں ہر چیز کو آپ ﷺ کے تابع کر دیا، یہی وجہ ہے کہ سرورِ کونین ﷺ جیسا چاہتے ویسا ہو جاتا، حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن ابی بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ حکم بن ابی العاص حضورِ اکرم ﷺ کے پاس بیٹھتا، اور جب حضور تاجدارِ رسالت ﷺ کلام فرماتے، تو حکم اپنا چہرہ بگاڑتا، (ایک دن) حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: «كُن كذلكَ!» "تُو ایسا ہی ہو جا!" لہٰذا مرتے دم تک اس کا چہرہ بگڑا رہا[1]۔

اَحکامِ شریعت کے مالک و مختار

حضراتِ گرامی قدر! خاتم الانبیاء ﷺ کے اختیارات وتصرُّفات صرف دنیا کی مادّی اشیاء تک محدود نہیں تھے، بلکہ سرورِ عالَم ﷺ اَحکامِ شریعت میں بھی مالک و مختار تھے، کسی چیز کے فرض وواجب، یا حلال و حرام کرنے، اور اس میں رُخصت واستثناء کا نفاذ بھی، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے فرمان کے مُطابق ہی ہوتا، سرورِ کائنات ﷺ اگر کسی چیز کو فرض فرما دیتے تو وہ فرض ہو جاتی، اور اگر کسی ناجائز وممنوع اور حرام اَمر میں، کسی کو استثناء یا رخصت عطا فرماتے، تو اُسے رخصت واستثناء مل جایا کرتا، حضرت سیّدنا علی -کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ- سے روایت ہے، کہ جب حضور نبیٔ کریم ﷺ سے استفسار کیا گیا، کہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ تو نبیٔ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا، ولو قلتُ: نعم، لَوَجبتْ»[2] "ہر سال فرض نہیں، اور

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب تواريخ المتقدّمين، ر: ٤٢٤١، ٤/ ١٥٩٠.
(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء كم فرض الحجّ، ر: ٨١٤، صـ٢٠٣.

اگر میں تمہارے سوال کے جواب میں "ہاں" کہہ دیتا، تو ہر سال فرض ہوجاتا"، اور پھر تم لوگ اس فرض کی ادائیگی نہ کرپاتے!۔

مدینہ طیّبہ کو حرم قرار دینا

حضراتِ محترم! مدینہ منوّرہ کا حرمِ مدنی پہلے حرم نہ تھا، بلکہ اسے مصطفیٰ جانِ عالَم ﷺ نے، عطائے الٰہی سے ملے ہوئے اختیارات کے تحت حرم قرار دیا ہے، اور خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی منشاورِضا کے مُطابق، اُسے تاقیامت آنے والے مسلمانوں کے لیے، حکمِ شریعت کے طور پر باقی رکھا۔ "صحیح بخاری" و"صحیح مسلم" میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «إنّ إبراهيمَ حرّم مكّةَ ودعا لها، وحرَّمتُ المدينةَ كما حرّم إبراهيمُ مكّةَ، ودَعوتُ لها في مُدِّهَا وصَاعِهَا، مثلَ ما دعا إبراهيمُ عليه الصلاة والسلام لمكّة»[1] "حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکّہ معظّمہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا فرمائی، اور میں نے مدینہ طیّبہ کو حرم کر دیا، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکّہ کو حرم کیا، اور میں نے مدینہ طیّبہ کے مُد اور صاع (پیمانوں اور اَوزان) میں برکت کی دعا کی ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکّہ مکرّمہ کے لیے دعا فرمائی"۔

سیّدنا خزَیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر قرار دینا

عزیزانِ گرامی قدر! عام طور پر ایک مسلمان مرد کی گواہی، ایک ہی شہادت شمار ہوتی ہے، لیکن نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت سیّدنا خُزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس

(۱) "صحيح البخاري" كتاب البيوع، ر: ۲۱۲۹، صـ۳٤۲.

سلسلے میں خصوصی استثناء عطا فرمایا، اور اُن کی گواہی کو دو ۲ شہادتوں کے برابر قرار دیا[1]۔

دو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دینا

عزیزانِ مَن! دینِ اسلام میں مسلمان مرد کو دنیا میں ریشم پہننے کی اجازت نہیں، لیکن سرورِ کونین ﷺ نے اپنے دو ۲ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرض اور مجبوری کا خیال فرماتے ہوئے، انہیں خصوصی طور پر اجازت مَرحمت فرمائی، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «إنّ النبيَّ ﷺ رخّص لعبد الرّحمن بن عَوف والزبيرِ، في قَمِيصٍ مِنْ حَرِيرٍ، مِنْ حكَّةٍ كانت بهما»[2] "عبدالرحمن بن عَوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی، لہٰذا حضور سیّدِ عالَم ﷺ نے ان دونوں کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت عطا فرمائی"۔

قربانی کے جانور کی مطلوبہ عمر میں رخصت عطا فرمانا

برادرانِ اسلام! بقر عید پر مسلمان قربانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مخصوص عمر کے جانور ذبح کرتے ہیں، اونٹ پانچ ۵ سال کا، گائے دو ۲ سال کی، اور بکری کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے کسی جانور کی عمر، مطلوبہ عمر سے کم ہو، تو اس کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بکری کے چھ ۶ ماہ کے بچہ کو، بطورِ قربانی ذبح کرنے کی خصوصی اجازت عطا فرمائی، اور حکمِ شریعت میں خصوصی رخصت عطا فرمائی۔ "صحیح بخاری" و "صحیح مسلم" میں بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ

---

(١) المرجع نفسه، كتاب التفسير، ر: ٤٧٨٤، صـ٨٤١.
(٢) المرجع السابق، باب الحرير في الحرب، ر: ٢٩١٩، صـ٤٨٢.

ان کے ماموں ابوبردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، نمازِ عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کر لی، جب معلوم ہوا کہ یہ قربانی ادا نہ ہوئی، تو عرض کی: یارسولَ اللہ! وہ تو میں کر چکا! اب میرے پاس بکری کا بچہ ہے، عمر اس کی چھ ۶ ماہ ہے، مگر سال بھر والے سے اچھا ہے! فرمایا: «اجعلْها مكانَها، ولن تجزيَ عن أحدٍ بعدك!»[1] "اس کی قربانی کرلو، مگر تمہارے بعد کسی اَور کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں!"۔

میّت پر نَوحہ کی مُمانعت سے استثناء

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نَوحہ کرنا یعنی میّت کے اَوصاف مُبالغہ کے ساتھ بیان کرکے آواز سے رونا، بالاِجماع حرام ہے[2]، لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے اَحکامِ شریعت میں، اپنے اختیار سے تصرُّف فرماتے ہوئے، ایک خاتون صحابیہ کو خصوصی استثناء عطا فرمایا، "صحیح مسلم" میں حضرت سیّدہ امِّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ جب عورتوں کی بیعت پر آیت اُتری، اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی، کہ مُردے پر بَین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! میرے لیے فُلاں خاندان والوں کے حق میں استثناء فرما دیجیے؛ کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر، میرے ہاں ایک میّت پر نَوحہ کیا تھا، تو مجھے بھی ان کے ہاں میّت پر نَوحہ میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے! سیّدِ عالَم ﷺ نے انہیں اجازت واستثناء عطا کرتے ہوئے فرمایا: «إلّا آل فُلان»[3] "سِوا اُس قبیلہ کے"۔

---

(۱) المرجع السابق، كتاب الأضاحي، ر: ٥٥٥٧، صـ٩٨٨.

(۲) دیکھیے: "بہارِ شریعت" "کتاب الجنائز، سوگ اور نَوحہ کا ذکر، حصّہ چہارُم ۴، ۱/۸۵۴۔

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الجنائز، ر: ٩٣٦، صـ٣٧٧.

عقیدۂ مختارِ کُل کی وضاحت وتشریح

عزیزانِ محترم! حضور سرورِ کونین ﷺ کے مالکِ دو جہاں ہونے، اور اس میں تصرُّف کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ (معاذ اللہ) رب تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہ رہا، اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ رب تعالیٰ کے مثل مالک و مختار ہیں، بلکہ رب تعالیٰ کی ملکیت حقیقی قدیم اور اَزَلی واَبدی ہے (یعنی ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی)، جبکہ حضورِ اکرم ﷺ کی ملکیت واختیار مجازی، عطائی اور حادِث ہے (یعنی ہمیشہ سے نہیں، بلکہ اللہ کی عطا سے ملے ہیں)، نیز حضورِ اکرم ﷺ کے پاس جوکچھ ہے، سب پروَردگارِ عالَم جلّ جلالہٗ کی خاص مہربانی اور اُسی کی عطا ہے[1]۔

لمحۂ فکریہ

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضور نبیٔ کریم ﷺ مالکِ کونین بھی ہیں، اور مالکِ اَحکام بھی، زمین کے تمام ظاہری وباطنی خزانے آپ کی ملکیت میں ہیں، کسی کے لیے حلال کام کو حرام فرمارہے ہیں، کسی کو اَمرِ حرام میں بھی رخصت واستثناء عطا فرمارہے ہیں، یہ سرکارِ دو عالَم ﷺ کی شان وعظمت ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی زبانِ مبارک سے جس کے لیے جو بھی نکلے، اُس کے لیے وہی رب تعالیٰ کا قانون وحکمِ شریعت ہے، اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ ہماری طرح بشر اور بے اختیار ہیں، انہیں گذشتہ سُطور میں پیش کی گئی قرآنی آیات واَحادیثِ صحیحہ پر خصوصی طور پر غور وفکر کرکے، اپنے عقیدہ وایمان کی اِصلاح کرنے کی اشدّ ضرورت ہے!۔

---

(۱) "اسلامی عقائد ومسائل" "اختیاراتِ مصطفیٰ، ص۲۶۸، ملخّصاً۔

دعا

اے اللہ! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی اُسوۂ حسنہ کی پیرَوی کرنے کی توفیق عطا فرما، ان کی سنّتوں پر عمل کا جذبہ وسوچ پیدا فرما، صحیح معنوں میں نیک اور باعمل مسلمان بنا، بدمذہبوں اور بُرے لوگوں کی صحبت سے بچا، بروزِ محشر رسول اللہ ﷺ کی شَفاعت سے فیضیاب فرما، ہماری، ہمارے والدین اور امّتِ مسلمہ کی مغفرت وبخشش فرما!، آمین یا رب العالمین!۔

اسلامی تاریخ میں خواتین کا کردار

(جمعۃ المبارک یکم شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ - ۰۴/۰۳/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

وُجودِ زَن سے ہے کائنات میں رنگ

برادرانِ اسلام! بحیثیتِ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی، عورت کا دینِ اسلام میں کردار بہت مثالی ہے، ہر رُوپ میں اُس کی زندگی پیار، محبت، شفقت، مہربانی اور اپنے پیاروں کے لیے قربانیوں سے عبارت ہے، اللہ رب العالمین نے اسے پہاڑوں سے بھی بلند صبر وہمت اور حَوصلہ وثابت قدمی سے نوازا ہے، اچھے حالات میں وہ اگر صنفِ نازُک ہے، تو بُرے وقت میں صنفِ آہن سے کم بھی نہیں، وہ بوقتِ ضرورت زمانے کی سرد وگرم ہواؤں اور حالات کا ڈَٹ کر دلیری سے مقابلہ کرتی ہے، اپنے باپ، بھائی، شَوہر اور بیٹے کا ساتھ دیتی ہے، ان کا دُکھ دَرد بانٹتی ہے، ان کی ہمت وحَوصلہ اَفزائی کرتی ہے، اور امن ہو یا جنگ، ہر میدان میں ان کے ہمقدم رہتی ہے۔

ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے رُوپ میں، کائنات کا یہ تمام تر حُسن ورَعنائی اور نسلِ انسانی کا وُجود، عورت کے دم قدم سے ہے، ماں اگر جنّت کا سرچشمہ ہے، تو بہن محبت واِیثار کا پیکر ہے، بیوی اگر راحت وسکون کا ذریعہ ہے، تو بیٹی اللہ کی رَحمت ہے، لہٰذا خالقِ کائنات کے اس احسانِ عظیم، نعمت اور رحمت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے!۔

میدانِ جنگ میں مسلم خواتین کا کردار

عزیزانِ محترم! اسلامی تاریخ میں مسلم خواتین کے کردار وخدمات پر نگاہ دَوڑائی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ عالَمِ اسلام کو جب بھی یہود ونصاریٰ کی طرف سے کسی مہم جُوئی کا سامنا کرنا پڑا، تو ضرورت پڑنے پر مسلم خواتین نے بھی عملی طَور پر جہاد میں حصہ لیا، اور اپنا بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے، جو آج اسلامی تاریخ میں سنہری حُروف سے لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت سیّدہ اُمِ عمّارہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کی جانبازی

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدہ اُمِّ عمّارہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا ایک مشہور صحابیہ خاتون ہیں، آپ نے غزوۂ اُحُد، بیعتِ رضوان، غزوۂ خَیبر، اور غزوۂ فتحِ مکّہ میں شرکت فرمائی، غزوۂ اُحُد میں اپنے شَوہر اور بیٹوں کے ہمراہ شرکت فرمائی، جب تک مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا اور وہ فتح یاب رہے، آپ مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر مجاہدینِ اسلام کو پلاتی رہیں، لیکن جب مسلمان مغلوب ہوتے دکھائی دیے، تو آپ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا نے تلوار سَونت لی، اور جرأت وبہادری کا مُظاہرہ کرتے ہوئے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس پہنچ کر سینہ سپر ہو گئیں، کفّار ومشرکین کے ساتھ خوب قِتال کیا، اور شدید زخمی ہونے کے باوُجود، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

اسی طرح نبوّت کے جھوٹے دعویدار مُسَیلمہ کذّاب کے خلاف لڑی جانے والی عظیم "جنگِ یمامہ" میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے کے ساتھ شرکت کی، اور نہایت جرأت وبہادری سے لڑیں، ان غزوات اور جنگوں میں حضرت سیّدہ اُمِّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درجن بھر زخم آئے، اور ایک ہاتھ بھی شہید ہوا، اس کے باوُجود آپ کے عزم، استقلال اور جانبازی میں کمی واقع نہیں ہوئی[1]۔

حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہادُری

حضراتِ گرامی قدر! غزوۂ خندق میں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اُمّہات المؤمنین اور دیگر خواتین کے ساتھ، ایک قلعے میں موجود تھیں، لیکن اُن کی حفاظت کے لیے وہاں کوئی دستہ تعینات نہیں تھا، چند یہودیوں نے اس قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کی، جب ایک یہودی نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر اندر جھانکنے کی کوشش کی، تو حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہایت جرأت وبہادری کا مُظاہرہ کیا، اور اس یہودی کا سر قلم کرکے قلعے سے باہر پھینک دیا، اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر یہودی خوفزدہ ہوکر وہاں سے بھاگ اٹھے، اور یہ سمجھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کی حفاظت کے لیے قلعے کے اندر بھی مجاہدین کو تعینات کر رکھا ہے[2]۔

شاعرۂ اسلام حضرت سیّدہ خَنْساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وَلولہ انگیزی

میرے محترم بھائیو! میدانِ جنگ میں مسلم خواتین کی جرأت وبہادری کی ایسی کئی مثالیں موجود ہیں، امّہات المؤمنین سمیت متعدّد خواتینِ اسلام کا ذِکر کتبِ

---

(١) انظر: "الطبقات الكبرى" أمّ عمارة وهي نُسَيْبَة ...إلخ، ٨/ ٤١٢-٤١٦.
(٢) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ر: ٦٨٦٦، ٤/ ٥٦، مُلخّصاً.

احادیث و تواریخ میں ملتا ہے، کہ وہ باقاعدہ میدانِ جنگ کے اندر جاکر زخمیوں کو اٹھاکر لاتیں، ان کی مرہم پٹی کرتیں، پیاسوں کو پانی پلاتیں، مجاہدین کے کھانے پینے کا اہتمام کرتیں، میدانِ جنگ سے تیر وغیرہ جمع کر کے مجاہدین کو دیا کرتیں[1]، اور اپنے بچوں کا جوش وجذبہ بڑھایا کرتی تھیں۔

جنگِ قادسیہ میں حضرت سیّدہ خَنْساء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہا اپنے چار۴ بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں، اور لڑائی سے ایک رات قبل انہیں جوش، وَلولہ اور شَوقِ شہادت دلاتے ہوئے فرمایا: «يَا بَنِيَّ! إنّكم أسلمتم طائعِين، وهاجرتم مختارِين، ووالله الّذي لا إلهَ إلّا هو! إنّكم لَبَنُو رجلٍ واحد! كما أنّكم بنُو امرأةٍ واحدةٍ مَا خَنَتْ أباكم، ولا فضحتْ خالَكم!... وقد تعلمون مَا أعدَّ اللهُ للمسلمين من الثواب الجزيل في حَربِ الكافرين! واعلموا أنّ الدارَ الباقيةَ خيرٌ من الدار الفانية!... فإذا أصبحتم غداً إن شاء الله سالمين، فاغدوا إلى قتالِ عدوِّكم مستبصرين! وبالله على أعدائه مستنصرين!»[2] "پیارے بیٹو! تم اپنی مرضی اور خوشی سے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی، اللہ وَحدَہ لا شریک کی قسم! جس طرح تم سب ایک باپ کی اولاد ہو، اسی طرح ایک ایسی ماں کے بیٹے ہو، جس نے تمہارے باپ کے ساتھ وفاشعاری میں کوئی کسر باقی نہ رکھی! نہ تمہارے ماموؤں کے لیے کبھی رُسوائی کا باعث بنی! اور جو

(۱) "أُسد الغابة" ر: ۷٤٥۳- أم زياد الأشجعية، ۷/ ۳۲۳، مُلخّصاً.

(۲) "الاستيعاب" كتاب النساء، ر: ۳۳۱۷- خَنساء ...إلخ، ٤/ ۱۸۲۸.

ثواب اللہ تعالی نے کافروں سے لڑنے میں تیار کر رکھا ہے تم اسے خوب جانتے ہو! اِس دنیائے فانی سے ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت بہت بہتر ہے! لہذا کل صبح اپنے دشمن سے بصیرت کے ساتھ مقابلہ کرو، اور اللہ کی مدد سے فتح حاصل کرو!"۔ صبح جنگ شروع ہوتے ہی حضرت سیّدہ خَنْساء کے چاروں بیٹے دشمن پر جھپٹ پڑے، اور بڑی دلیری وجانبازی سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے[1]۔

یہود ونصاریٰ کا دلفریب نعرۂ آزاد خیالی اور اس کی تباہ کاریاں

حضراتِ گرامی قدر! ایک طرف وہ عظیم مسلم خواتین جنہوں نے جنگ وجِدال جیسے سخت ترین اور جان لیوا کارنامے انجام دیے، اور دوسری طرف ہماری آج کی مائیں بہنیں، جنہیں نِت نئے فیشن (Fashion) اور شاپنگ (shopping) ہی سے فرصت نہیں، متعدّد سہولیات حاصل ہونے کے باوُجود، گھریلو کام کاج کرنے کی بھی ہمّت وطاقت نہیں، اُن عظیم ماؤوں بہنوں کی طرح بننا تو دَرکِنار، اُن کے حالاتِ زندگی اور سیرتِ طیّبہ سے آگاہی حاصل کرنے کی بھی توفیق نہیں، انہوں نے پردہ، حجاب اور مذہبی تعلیمات پر عمل پیرَا رہتے ہوئے، ہر میدان میں اپنا کردار ادا کیا، اور ساری دنیا سے اپنی خوبیوں کا لوہا منوایا، جبکہ آج کل کی خواتین اور نوجوان لڑکیوں کو، پردہ، حجاب اور مکمل لباس اپنی ترقی میں حائل، سب سے بڑی رکاوٹ محسوس ہوتا ہے، انہیں اَخلاقیات، ماں باپ کی روک ٹوک، اور لباس کے حوالے سے لگائی جانے والی پابندیوں سے آزادی چاہیے، کتنے افسوس اور بدقسمتی کی

---

(۱) المرجع نفسه، صـ۱۸۲۹، ملخّصاً.

بات ہے، کہ یہ اجنبی لوگوں کے سامنے اپنے جسم کی نمائش میں، اپنی آزادی کا راز پنہاں سمجھتی ہیں، کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ ایسا کرنے کی صورت میں انہیں مُعاشرے میں بسنے والے بد عناصر کی ہوَس ناک نگاہوں کا نشانہ بننا پڑے گا! ان کی عزّت وناموس کو ہر وقت خطرہ لاحق رہے گا! لہذا خدارا! یہود ونصاریٰ کے دلفریب نعرۂ آزاد خیالی سے باہر تشریف لائیے، اور اسلامی تعلیمات کی پاسداری کرتے ہوئے، دِین، ملّت اور مُعاشرتی ترقی میں اپنا حقیقی کردار ادا کیجیے!۔

دینِ اسلام کی سربلندی میں عظیم مسلم خواتین کا کردار

حضراتِ ذی وقار! مصطفی جانِ عالَم ﷺ کے اعلانِ نبوّت سے قبل، زمانۂ دَورِ جاہلیت میں بحیثیت عورت، خواتین کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں تھا، انہیں کسی قسم کے کوئی انسانی حقوق میسّر نہ تھے، گھر کی چار دیواری کے اندر یا باہر انہیں عزّت کی نگاہ سے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا، پاؤں کی جُوتی سے زیادہ انہیں کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھا، یہ وہ وقت تھا جب بیٹیوں کو زندہ دَر گور کر دیا جاتا تھا، ایسے میں فارَان کی چوٹیوں سے دینِ اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا، اور سارے عالَم کو رَوشن ومنوّر کر گیا، رسولِ اکرم ﷺ مظلوموں کے مسیحا بن کر تشریف لائے، آپ نے عورتوں کو ایسا مقام ومرتبہ عطا فرمایا، کہ بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل شاید کسی عورت نے اس کا تصوُّر بھی نہ کیا ہو!۔

میرے محترم بھائیو! دینِ اسلام مذہبی حُدود وقُیود کی رِعایت وپاسداری کے ساتھ، مرد وخواتین کو ہر میدان میں ترقی کے یکساں مَواقع فراہم کرتا ہے، انہیں مُعاشرے کا ایک کارآمد فرد بننے میں ان کی مدد کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ

خواتین کی قربانیوں، خدمات اور مثالی کردار سے مزیَّن ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی بہادری

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اعلانِ نبوّت کے بعد، مَصائب وآلام اور تکالیف کا سلسلہ بہت بڑھ چکا تھا، لیکن آپ کی زوجۂ محترمہ اُم المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ کُبریٰ، اور حضرت بتول جگر گوشۂ رسول، سیّدہ فاطمہ زَہراء رضی اللہ تعالی عنہما نے یہ کٹھن اور مشکل وقت بھی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ گزارا، اور صبر وہمّت سے کام لیا۔

ایک بار عُقْبہ بن ابی مُعَیط بد بخت نے، دَورانِ سجدہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر اوجھڑی رکھ دی، جس کی غلاظت اور بوجھ سے آپ کو اَذیّت وتکلیف پہنچی، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو جب اس بات کی خبر ملی، تو بہت رنجیدہ ہوئیں، کم عمری کے باوُجود دَوڑتی ہوئی آئیں اور جرأت وبہادری کا مُظاہرہ کرتے ہوئے، کفّار کے سامنے ہی فوراً اُسے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک سے ہٹایا[1]۔

حضرت سیّدہ اَسماء رضی اللہ تعالی عنہا کا ہجرتِ نبوی میں کردار

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدہ اَسماء رضی اللہ تعالی عنہا بنت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں آتا ہے، کہ جب نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں اپنا ہم راز بنایا، دَورانِ سفر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غارِ ثور میں قیام فرمایا، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنی کم سِنی میں سخت نگرانی، خطرات اور رکاوَٹوں کو عُبور کرتے ہوئے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کھانا پہنچانے کا فریضہ بخوبی انجام دیا، اور تفتیش

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، ر: ٣٨٥٤، صـ٦٤٦، مُلخّصاً.

کے باوُجود ہجرتِ نبوی ﷺ سے متعلّق اس اہم راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا[1]۔

عُلوم وفُنون کی اِشاعت میں خواتین کا کردار

میرے محترم بھائیو! رحمتِ عالمیان ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک اَدوار میں، ایک بھی خاتون ایسی نہیں تھی جس کا قرآن وسنّت اور دینی مَشاغل سے لگاؤ نہ ہو، اگر اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ قُرونِ ثلاثہ (حضور ﷺ سے لے کر زمانۂ تابعین تک) سے تعلق رکھنے والی خواتین کی مصروفیات، قرآن وحدیث کو زبانی یاد کرنا، مختلف علوم وفنون کی اِشاعت، گھر گھر جاکر دینِ اسلام کی دعوت دینا، اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا ہوا کرتا تھا۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ اور حضرت سیّدہ اُمِ سَلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے علوم وفنون کی اِشاعت وفروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین، اِرشادات اور مُشاہَدات کو اپنے حافظے میں، نہ صرف اچھی طرح محفوظ کیا، بلکہ اسے اُمّتِ مسلمہ تک بھی پہنچایا، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تقریبًا ۲ ہزار ۲ سو ۱۰ اَحادیث مَروی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو سو ننانوے ۲۹۹ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کرنے کی سعادت پائی، جن میں سڑسٹھ ۶۷ راوی صرف خواتین ہیں[2]۔

حضرت سیّدہ اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا ہے، اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک جُزء (رسالہ) تیار ہوسکتا ہے[3]، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

(۱) "الطبقات الكبرى" ذكر الغار والهجرة إلى المدينة، ۳/ ۱۲۹، مُلخّصاً.
(۲) دیکھیے! "علومِ اسلامیہ میں خواتین کی خدمات" آن لائن آرٹیکل، فروری ۲۰۱۸ء۔
(۳) "إعلام الموقعين عن ربّ العالمين" فصل أوّل من وقَّع عنِ الله، ۱/ ۱۰.

سے ۱۰۱ اصحابہ و تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے روایات کیں، جن میں سے ۲۳ صرف خواتین ہیں[۱]۔

حضرت سیّدنا امام مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا کی صاحبزادی کو پوری کتاب "مُوَطّا" یاد تھی، وہ اپنے والد کے حلقۂ درس میں دروازے کی اوٹ سے شریک رہا کرتیں، اگر کوئی شخص حدیث شریف پڑھنے میں غلطی کرتا، تو وہ دروازہ کھٹکھٹا کر توجُّہ دلایا کرتیں، حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سمجھ جاتے اور پڑھنے والے کی اصلاح کر دیتے تھے"[۲]۔

عباسی خلیفہ ہارون رشید کی زوجہ، ملکہ زُبیدہ بنتِ جعفر کو تلاوت وحفظِ قرآن سے بڑی دلچسپی تھی، "وَفیات الاَعیان" میں ہے کہ زُبیدہ خاتون کی سو ۱۰۰ باندیاں تھیں، جن کا زیادہ تر وقت تلاوت و حفظِ قرآن میں گزرتا تھا، ان میں سے ہر ایک قرآن کے دسویں حصے کی تلاوت کرتی تھی، اور محل میں ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہَٹ کی طرح سُنائی دیتی تھی"[۳]۔

رَفاہی اور تعمیراتی کاموں میں خواتین کا کردار

حضراتِ ذی وقار! اسلامی تاریخ میں رَفاہی اور تعمیراتی کاموں میں خواتین کے کردار کی بات کی جائے، تو ملکہ زُبیدہ بنتِ جعفر کو اس سلسلے میں بھی بڑی شہرت حاصل تھی، مکّہ مکرّمہ میں حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی کے لیے "نہرِ زُبیدہ" جیسا عظیم منصوبہ، اس کی ایک شاندار مثال ہے[۴]۔

---

(۱) دیکھیے! "علومِ اسلامیہ میں خواتین کی خدمات" آن لائن آرٹیکل، فروری ۲۰۱۸ء۔

(٢) "الديباج المذهب في أعيان علماء المذهب" باب ذكر آله وبنيه، ١/ ٨٦.

(٣) "وَفِيات الأعيان" لابن خَلّكان، ر: ٢٤٢- زبيدة أمّ الأمين، ٢/ ٣١٤.

(٤) المرجع نفسه.

مدارس ومسافر خانوں کی تعمیر وقیام

میرے محترم بھائیو! اگر مدارس کے قیام کی بات کی جائے، تو دمشق کے حکمراں ملک دَقّاق کی بہن زُمُرُّد خاتون کا نام بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے، انہوں نے "خاتونیہ برانیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا[1]، اسی طرح یمن کے سلطان مظفّر کی بیوی مریم نے "مدرسہ سابقیہ" قائم کیا، اور یتیم وغریب بچوں کی تعلیم اور دیگر ضروری مَصارف (اِخراجات) کا بھی اہتمام کیا[2]، عائشہ ہانم نامی خاتون نے بارہویں صدی ہجری میں ایک مسافر خانہ تعمیر کروایا، جو کہ "سبیلِ عائشہ ہانم" کے نام سے معروف تھا[3]۔

خود کو پہچانیے اور اپنی اصل کی طرف لَوٹ آئیے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اسلامی تاریخ کے سنہرے اَوراق سے چُنیدہ یہ سب مثالیں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ آپ اَحباب اس اَمر پر غور وفکر کریں، کہ سائنس اور ٹیکنالوجی (Science and Technology) سے دُور اور محدود وسائل ومواقع کے باوُجود ہماری ماؤوں بہنوں نے کیسے کیسے شاندار کارنامے انجام دیے! اور بحیثیت عورت مُعاشرے میں اپنا کس قدر بہترین کردار ادا کیا! تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ آج اس قدر وافر سہولیات اور ٹیکنالوجی (Technology) کے دَور میں بھی، ہماری مائیں بہنیں دین وملّت کے لیے کچھ بہتر کرنے سے قاصر ہیں؟! لوگ "عورتوں کے حقوق" اور "عورت آزادی مارچ" کے

(١) "الأعلام" للزركلي، زُمُرُّد خاتُون، ٣/ ٤٩.
(٢) "أعلام النساء في عالمي العرب والإسلام" ٥/ ٣٩، ٤٠.
(٣) المرجع نفسه، ٣/ ١٩٤.

نام پر آخر کسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ؟! ہمیں یہ بات سمجھنی ہوگی کہ اُن کے دل ودماغ میں یہ زہر کون اور کیوں اُنڈیل رہا ہے ؟! اُس کے پسِ پردہ کون سے عوامل کارفرما ہیں ؟! ہمیں اپنی بہو بیٹیوں کو اُن درندوں کے چُنگل سے بچانا ہوگا! انہیں اسلامی تاریخ سے آگاہ کر کے یہ بات سمجھانا ہوگی، کہ پردہ اور حجاب ان کی ترقی میں رکاوَٹ ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو اُن کی حفاظت کے لیے ہے، اُنہیں اسلامی تاریخ میں مسلم خواتین کے کردار، خدمات اور درخشاں کارہائے نمایاں سے آگاہی دینا ہوگی؛ تاکہ وہ اپنی اصل کی طرف واپس لَوٹ آئیں، اور ایک حقیقی اور باعمل مسلمان بیٹی بن کر مُعاشرے کی ترقی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اسلامی تاریخ کا مُطالعہ کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، ہماری ماؤں بہنوں کو امّہات المؤمنین اور صحابیات و تابعیات کے نقشِ قدم کی پیَروی کرنے کا جذبہ عنایت فرما، انہیں سیکولر اور لبرل لابی (Liberal Lobby) کے چُنگل سے نجات عطا فرما، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور پردہ وحجاب کا اہتمام کرنے کی سوچ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

اہلِ حق کی پہچان

(جمعۃ المبارک ۰۸ شعبان المعظّم ۱۴۴۳ھ - ۱۱/۰۳/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں، ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اہلِ حق کون ہیں؟

برادرانِ اسلام! اہلِ حق سے مراد اہلِ سنّت کی وہ جماعت ہے، جنہوں نے واضح دلائل وبَراہین کے ساتھ حق کو پالیا، اور اپنے رب تعالی سے اپنی نسبت مضبوط کرلی[1]۔

لفظِ "اہلِ سنّت وجماعت" کا اِطلاق

عزیزانِ محترم! لفظِ "اہلِ سنّت وجماعت" کا اِطلاق تقلیدِ ائمہ کے قائل ہر اُس شخص، گروہ اور فقہی مسلک پر ہوتا ہے، جو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے طریقے پر چلے، اس میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، تمام طریقِ سلاسل اور ماتریدی واَشعری مسلمان داخل ہیں۔

---

(١) "التعريفات" باب الألف، أهل الحقّ، صـ٤٠، مُلخّصاً.

اہلِ حق کے لیے "اہلِ سنّت وجماعت" کی اصطلاح کا استعمال

حضراتِ گرامی قدر! صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے لفظ "اہلِ سنّت وجماعت" کی اِصطلاح، کوئی مَن گھڑت یا آج کی اِختراع نہیں، بلکہ اہلِ حق کی پہچان کے لیے اس اِصطلاح کا استعمال صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے، حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ "اہلِ سنّت وجماعت کی علامت، کثرت سے دُرود شریف پڑھنا ہے"[1]۔

اہلِ حق کی پہچان اور اُس کی علامات

عزیزانِ مَن! احادیثِ مبارکہ میں اہلِ حق کی پہچان کے لیے، متعدّد روایات میں "جماعت" اور "سوادِ اعظم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي» یا فرمایا: «أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عَلَى ضَلاَلَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ»[2] "یقیناً اللہ تعالی اُمّتِ محمدیّہ کو گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومدد جماعت (بڑے گروہ) کے ساتھ ہے، جو شخص جماعت (اہلِ سنّت) سے الگ ہوا، وہ جہنم کی طرف الگ ہوا"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اس حدیثِ پاک میں جماعت سے مراد، سرورِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیارے صحابہ اور ان کی اتّباع کرنے والے لوگ ہیں، یہی وہ جماعت

---

(١) "القول البديع" للسخاوي، الباب الأوّل، تنبيه، صـ٦٠.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٦٧، صـ٤٩٨.

ہے جس کے لیے اللہ کی رحمت ونصرت ہے، ہمیں انہی نُفوسِ مقدّسہ کی راہ پر چلنے، اور ان کا ساتھ دینے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم»[1] "سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر جو ان کے قریب ہوں گے، پھر جو ان کے قریب ہوں گے"۔

سَوادِ اعظم کی پیروی کا حکم

میرے محترم بھائیو! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں سوادِ اعظم (اہلِ حق کی بڑی جماعت) کی اتّباع وپیروی کا حکم دیا ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ؛ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ»[2] "سَوادِ اعظم (اہلِ سنّت وجماعت) کی پیروی کرو؛ کیونکہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم کی طرف الگ ہوا"۔

جنّتی ہونے کے لیے دو ضروری باتیں

حضراتِ گرامی قدر! "جنّتی ہونے کے لیے دو ۲ چیزیں ضروری ہیں: (۱) سنّتِ رسول کی پیروی، (۲) اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہنا۔ اسی لیے ہمارے مذہب کا نام اہلِ سنّت وجماعت ہے، جماعت سے مراد مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے، جس میں فقہاء، علماء، صوفیاء اور اولیاء اللہ ہیں۔ الحمد للہ! یہ شرف بھی اہلِ سنّت

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الشهادات، ر: ۲٦٥١، صـ٤٢٩.

(۲) "مُستدرَك الحاكم" كتاب العلم، ر: ۳۹٥، ۱/ ۲۰۱.

ہی کو حاصل ہے، سوائے اس بڑے گروہ کے اولیاء اللہ کسی فرقہ میں نہیں"[۱] ؏

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اَصحابِ حضور

نجم ہیں، اور ناؤ ہے عِترت رسول اللہ کی[۲]

سوادِ اعظم ہونے کا مطلب

حضراتِ ذی وقار! سرکارِ دوعالم ﷺ کے بعد دَورِ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک، مختلف فرقے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں، مگر سوادِ اعظم (بڑی جماعت) ہونے کا شرف ہمیشہ اہلِ سنّت وجماعت ہی کے پاس رہا، حضراتِ صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ اَطہار، تابعینِ عظام، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، غوث وقطب، پیشوایانِ سلاسل، اور محدثین وفقہائے کرام قدّست اسرارہم، سب کا تعلق مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت سے ہے، اور آج بھی تعداد کے اعتبار سے، دنیا بھر میں اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد، کسی بھی دوسرے فرقے کی بہ نسبت سب سے زیادہ ہے، لیکن سوادِ اعظم کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ ایک وقت میں اس جماعت کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہو، بلکہ اس سے مراد زمانۂ صحابہ سے لے کر اب تک کے سب مسلمان ہیں۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اس اَمر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے، نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی۔ لہٰذا اگر کسی بستی میں (صرف) ایک (شخص) سُنّی ہے،

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" قرآن وسنّت مضبوطی سے پکڑنے کا بیان، دوسری فصل، ۱/۱۵۴۔

(۲) "حدائقِ بخشش" عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی، حصّہ اوّل، صـ۱۵۳۔

(باقی) سب بد مذہب، تو وہ ایک ہی (شخص) سوادِ اعظم ہوگا؛ کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے"[1]۔

اُمّت کی تہتّر فرقوں میں تقسیم اور ناجی فرقہ

عزیزانِ محترم! رسول اللہ ﷺ کی اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی، اور بروزِ قیامت صرف ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب جہنم کے حقدار ہوں گے، اور وہ فرقہ اہلِ حق کا ہے، اور وہ ہمارے دَور میں اہلِ سنّت وجماعت کے نام سے معروف ہے، حدیثِ پاک میں ہے، سرکارِ دوعالَم ﷺ نے فرمایا: «سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرَقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً» "میری اُمّت تہتّر ۷۳ (اُصولی) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب جہنمی ہوں گے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! وہ ناجی (نَجات پانے والا) فرقہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»[2] "وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں" یعنی سنّت کی پیروی کرنے، اور جماعت کے ساتھ رہنے والا فرقہ ہی نَجات پائے گا۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" "قرآن وسنّت مضبوطی سے پکڑنے کا بیان، دوسری فصل، ۱/۱۵۵۔

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الإيمان، ما جاء في افتراق هذه الأمّة، ر: ۲٦٤١، صـ٦٠٠. [وقال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ مفسَّرٌ غريبٌ لا نعرفه مثل هذا، إلّا من هذا الوجه". و"البِدَع" لابن وضّاح، ر: ۲٥٠، ۲/ ١٦٧. و"صحيح ابن حِبّان" كتاب التاريخ، ذكر افتراق اليهود والنصارى فرقا مختلفة، ر: ٦٢٤٧، ١٤/ ١٤٠.

و"المعجم الكبير" للطَبَراني، أبو عبد الرحمن الحبلي عن عبد الله بن عَمرو، ر: ٦٢، ١٣/ ٣٠. و"الإبانة الكبرى" لابن بطة، كتاب الإيمان، باب ذكر افتراق الأمم في دينهم وعلى كم تفترق هذه الأمّة، ١/ ٣٦٩.

=

=

و"مُستدرَك الحاكم" كتاب العلم، عبد الله بن عمرو، ر: ٤٤٤، ١/ ٢١٨. و"حلية الأولياء وطبقات الأصفياء" محمد بن أسلم ...، ٩/ ٢٣٨. و"الإعتقاد" للبَيهقي، باب الاعتصام بالسُنّة واجتناب البدعة، صـ٢٣٣. و"شرح السُنّة" للبَغَوي، كتاب الإيمان، باب ردّ البدع والأهواء، ١/ ٢١٣.
[وقال الزَيلعي:] "ورواه ابنُ حِبّان في "صحيحه" في النوع ٦ من القسم ٣، والحاكمُ في "مستدرَكه" في كتاب العلم، وقال: صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه، وقال: وقد احتجّ مسلمٌ بمحمد بن عَمرو. واستدرك عليه الذهبيُّ في "مختصره" فقال: لم يحتجّ به منفرداً، ولكن مقروناً بغيره انتهى ". ["تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشّاف" للزَيلعي، سورة الأنعام، صـ٤٤٨].
و"المقاصد الحسَنة" للسخاوي، حرف التاء المثناة، ر: ٣٤٠، صـ٢٥٩. [وقال السخاوي:] "حديث تفرُّقِ الأمّةِ، أبو داود والترمذي وقال: حسنٌ صحيح. وابنُ ماجه عن أبي هريرة رفعه. وهو عند ابن حِبّان والحاكم في صحيحهما بنحوه، وقال الحاكم: إنّه حديثٌ كبيرٌ في الأصول، وقد روي عن سعد بن أبي وقاص، وابن عمر، وعَوف بن مالك. قلتُ: وعن أنس، وجابر، وأبي أمامة، وابن عمر، وابن مسعود، وعلي، وعَمرو بن عَوف، وعوَيمر أبي الدرداء، ومعاوية، ووائلة، كما بيّنتها في كتابي في الفرق، وأودع الزَيلعي في سورة الأنعام من تخريجه من ذلك جملة".
و"مرقاة المفاتيح" كتاب الإيمان، تحت ر: ١٧١، ١/ ٢٥٩. و"رواه ابنُ أبي الدنيا عن عوف بن مالك، ورواه أبو داود والترمذي والحاكم وابنُ حِبّان وصحّحُوه عن أبي هريرة بلفظ: «افترقت اليهودُ على إحدى أو اثنتين وسبعين فرقةً، والنصارى كذلك، وتفترق أمّتي على ثلاثٍ وسبعين فرقةً، كلُّهم في النار إلّا واحدة»، قالوا: مَن هي يا رسولَ الله؟ قال: «ما أنا عليه وأصحابي». ["كشف الخفاء ومُزيل الإلباس" حرف الهمزة مع الفاء، ر: ٤٤٦، ١/ ١٦٩].

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی حدیثِ پاک کے اس حصّے: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» کے تحت فرماتے ہیں کہ "حضور اکرم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اور اُن کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقے پر چلنے والے، بلاشک وشبہ اہلِ سنّت وجماعت ہی ہیں"[۱]۔

سوادِ اعظم اور سنّت کی پیروی کے ساتھ ساتھ، ناجی فرقہ اہلِ سنّت وجماعت کی ایک پہچان یہ بھی ہے، کہ اُن کے چہرے نورانی اور روشن ہیں، حضرت سیّدنا ابن عمر اور حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہما آیتِ مبارکہ: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾[۲] کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ روشن چہرے والوں سے مراد اہلِ سنّت وجماعت ہیں"[۳]۔

امام طاہر بن محمد اسفرایینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہ صفت صرف اہلِ سنّت میں پائی جاتی ہے"[۴]۔

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "فرقۂ ناجیہ حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقے پر ہے، اور یہ وہ خصوصیت ہے جس نے اہلِ سنّت وجماعت کے عقیدے کو ممتاز کیا ہے"[۵]۔

---

(١) "مرقاة المفاتيح" كتاب الإيمان، تحت ر: ١٧١، ١/ ٢٥٩.

(٢) پ٤، آل عمران: ١٠٦.

(٣) "الدر المنثور" للسُيوطي، پ ٤، آل عمران، تحت الآية: ١٠٦، ٢/ ٢٩١.

(٤) "التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفِرق الهالكين" للأسفراييني، الفرقة السابعة عشرة، صـ١٨٥.

(٥) "العرش" للذَهبي، المقدّمة، صـ٨.

شیخ مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت ہی فرقۂ ناجیہ ہے، ان بزرگوں کی اتّباع کے بغیر نَجات متصوّر نہیں، اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے، اور یہ بات کشفِ صحیح اور اِلہامِ صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے، اس میں غلطی کا احتمال نہیں، تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص، جسے ان بزرگوں کی مُتابعت کی توفیق مل گئی، اور ان کی تقلید کا شرف حاصل ہو گیا"[1]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدِث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "فرقۂ ناجیہ (نَجات حاصل کرنے والا فرقہ) وہی ہے، جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لیتا ہے، جو کتاب وسنّت سے ظاہر ہے، اور جُمہور صحابۂ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر عمل ہو"[2]۔

اہلِ حق سے علیحدگی کا نقصان

عزیزانِ مَن! اہلِ حق (اہلِ سنّت وجماعت) کے دامن سے وابستگی کتنی ضروری ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ جو اِن سے الگ ہوا یقینی تباہی وبربادی اس کا مقدّر ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ فَارَقَ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً»[3] "جو جماعتِ (حق) سے بالشت بھر بھی الگ ہوا، اور اسی حال میں مر گیا، تو وہ جاہلیت (معصیت وگمراہی) کی موت مرا"۔

---

(۱) "مکتوباتِ امام ربّانی" دفترِ اوّل، حصّہ دوم ۲، مکتوب: ۵۹، ۱/ ۱۷۳۔

(۲) انظر: "حجّة الله البالغة" القسم ۲، من أبواب الاعتصام بالكتاب والسُنّة، ۱/ ۲۸۹.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب الفِتن، ر: ۷۰۵٤، صـ۱۲۱۷.

علّامہ احمد بن محمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اہلِ حق سے علیحدگی کا نقصان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جو شخص جُمہور اہلِ علم وفقہ سوادِ اعظم سے جُدا ہوا، وہ ایسی چیز میں تنہا ہوا، جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی، تو اے گروہِ مؤمنین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلِ سنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے؛ کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ وکارساز رہنا، مُوافقتِ اہلِ سنّت میں ہے، اللہ کا چھوڑ دینا، غضب فرمانا اور دشمن بنانا، سُنّیوں کی مخالفت میں ہے، نَجات دلانے والا یہ گروہ اب چار ۴ مذاہب میں منحصر ہے: (۱) حنفی، (۲) مالکی، (۳) شافعی، (۴) حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے، اس زمانہ میں ان چار ۴ سے باہر ہونے والا، بدعتی جہنمی ہے"[۱]۔

سُنّی کون ہیں؟

برادرانِ اسلام! اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھنے والے کو سُنّی کہا جاتا ہے، اور ایک صحیح العقیدہ سُنّی ہونے کے لیے ضروری ہے، کہ اس کے عقائد ونظریات بزرگانِ دین کے عقائد ومسلک کے مُطابق ہوں۔ صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "سُنّی وہ ہے جو «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» کا مِصداق ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو ائمۂ دین، خلفائے راشدین، مُسَلَّم مشایخِ طریقت، اور متاخّرین علمائے کرام میں سے، حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محلّی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور اعلیٰ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کے مَسلک پر ہوں"[۲]۔

(۱) "حاشية الطحطاوي على الدرّ المختار" كتاب الذبائح، ٤/ ١٥٣.
(۲) "مسلکِ اعلیٰ حضرت مذہبِ حق" آن لائن آرٹیکل، مسائل وَرلڈ ڈاٹ کام۔

موجودہ دَور میں اہلِ حق کی پہچان

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج فتنہ وفساد کا دَور ہے، یہود ونصاریٰ کی سازشوں اور فنڈنگ (Funding) کے باعث، نت نئے فرقے نمودار ہورہے ہیں، جبکہ ایک عام مسلمان دین سے دُوری کے باعث حق وباطل کے فرق کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے، دجّالی میڈیا اور مُلحدین (Atheists) کے حامی گروہوں کے، مذموم پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے کے باعث، وہ اپنے علمائے کرام سے اس قدر متنفّر ہوچکا ہے، کہ اُن کی صحبت میں بیٹھنے اور اُن کی بات سننے تک کے لیے تیار نہیں، اور یہی تو دشمن کا اصل ہدف اور مشن تھا!۔

دوسری طرف سیکولر طبقہ (Secular Class) الیکٹرانک اور سوشل میڈیا (Electronic and Social Media) کے ذریعے تخریب کاری کرکے مسلمانوں کے ذہن خراب کرنے میں مصروف ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کو سمجھنے کے لیے کسی مولوی (عالمِ دین) کی ضرورت نہیں، آپ براہِ راست کتب کا مُطالعہ کر کے، خود بھی دینی اَحکام سمجھ اور سیکھ سکتے ہیں، مولویوں نے اپنے ذاتی وسیاسی مقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لیے، دینی اَحکام میں رَدوبدل کر رکھا ہے، تحفظِ ناموسِ رسالت قانون کا دینِ اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں، توہینِ رسالت اور ختمِ نبوّت جیسے حسّاس ایشوز (Sensitive Issues) کو بنیاد بناکر، کسی کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنا، علماء کے اختیار میں ہرگز نہیں... وغیرہ وغیرہ۔

میرے محترم بھائیو! ایسے مذموم پروپیگنڈہ سے بچ کر رہیے، علمائے حق اور مسلکِ اہلِ سنّت کے دامن سے وابستہ رہیے، ہر مُعاملہ میں ان سے مُشاورت کیجیے،

مُشتبہ اُمور سے متعلق حکمِ شرعی ضرور جانیے، مسلکِ اعلیٰ حضرت، مذہبِ مہذّب اہلِ سنّت وجماعت ہی کا دوسرا نام ہے، اس پُرفتن دَور میں یہی اس کی پہچان ہے؛ تاکہ جو بدمذہب "مسلکِ اہلِ سنّت" یا "مسلکِ حنفی" کا لبادہ اوڑھ کر، عوام الناس کو فریب دینا چاہتے ہیں، انہیں بے نقاب کرنا اور باہم تمیز (فرق) کرنا آسان ہو!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ہمیشہ اہلِ حق کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرما، اپنے علماء، اولیاء اور صالحین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی سوچ عطا فرما، مُلحدوں اور شرّیر عناصر کے شر سے بچا، جو لوگ صراطِ مستقیم پر نہیں، انہیں اہلِ حق کی پہچان عطا فرما، بدمذہبوں کی صحبت اور دامِ فریب سے بچا، ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرما، آمین یارب العالمین!۔

بیٹی اللہ کی رحمت

(جمعۃ المبارک ۰۸ شعبان المعظّم ۱۴۴۳ھ - ۱۱/۰۳/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

زمانۂ جاہلیت میں بیٹی پر ظلم وجبر

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام سے قبل، عورت کی مُعاشرے میں کوئی عزّت نہیں تھی، وہ ذِلّت وپستی، ظلم وجبر اور جنسی استحصال کا شکار تھی، اس کی پیدائش کو ذِلّت ورُسوائی کا سبب سمجھ کر اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، دَورِ جاہلیت کی اس مکروہ اور جاہلانہ رسم کو بیان کرتے ہوئے، اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾[1] "جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے، تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے، اور وہ غصّہ

---

(۱) پ۱٤، النحل: ۵۸، ۵۹.

کھاتا ہے! لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس بِشارت کی برائی کے سبب! کیا اسے ذِلّت کے ساتھ رکھے گا؟ یا اسے مٹی میں دَبا دے گا؟ اَرے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں!"۔

دینِ اسلام میں عورت کی شان وعظمت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام نے عورت کو بحیثیت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی، ایک معزَز اور بلند مقام عطا فرمایا، اور باعتبارِ تخلیق وانسانیت اسے مَردوں کے برابر درجہ عطا فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً﴾[1] "اے لوگو اپنے ربّ سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیے!"۔

فارَان کی چوٹیوں سے دینِ اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا، تو سارا عالَم رَوشن ومنوّر ہو گیا، رسولِ اکرم ﷺ مظلوموں کے مسیحا بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ نے عورتوں کو ایسا مقام ومرتبہ عطا فرمایا، کہ بعثتِ نبوی سے قبل شاید کسی عورت نے اس کا تصوُّر بھی نہ کیا ہوگا! حضور اکرم ﷺ نے خواتین کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِه، وَأنا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي»[2] "تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ، تم میں سب سے بہتر ہوں"۔

---

(۱) پ٤، النساء: ١.

(۲) "جامع الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٨٩٥، صـ٨٧٨.

وراثت میں حصّہ کی تعیین

عزیزانِ مَن! اسلام سے پہلے بیٹیوں کو وراثت سے بھی محروم کر دیا جاتا تھا، دینِ اسلام نے عورت کے بحیثیت ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے الگ الگ حصّے متعیّن فرمائے، اور ان کی ادائیگی کا لازم حکم دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾[1] "مَردوں کے لیے، جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے اُس میں سے حصّہ ہے، اور عورتوں کے لیے، جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے اس میں سے حصّہ ہے، تھوڑا ہو یا بہت، اللہ کی طرف سے مقرّر کردہ حصّہ ہے!"۔

خواتین کا وُجود... مُعاشرے کی بقاء کا ضامن

عزیزانِ محترم! عورت بے مقصد پیدا نہیں کی گئی، اس مُعاشرے کا وُجود عورت کے ہی دم قدم سے قائم ہے! اگر عورت نہ ہو تو یہ مُعاشرہ ہرگز قائم نہیں رہ سکتا، اللہ تعالی نے اسے مَردوں کی راحت وآرام اور محبت ورحمت کے لیے پیدا فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[2] "اُس (اللہ) کی نشانیوں سے ہے، کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ کہ اُن سے آرام پاؤ، اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں دھیان کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں!"۔

---

(۱) پ ٤، النساء: ۷.
(۲) پ ۲۱، الروم: ۲۱.

جو جاہل مرد آج سفّاک وظالم بن کر عورتوں سے نفرت کرتے ہیں، اور اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے ہیں، انہیں یہ بات خوب ذہن نشین کرلینی چاہیٔے، کہ ان کا اپنا وُجود بھی کسی عورت کا ہی مرہونِ منّت ہے! جب وہ بچّے تھے، تو انہیں کسی عورت نے ہی دودھ پلاکر، اور پال پوس کر بڑا کیا تھا! اور انہیں یہ حکم خالقِ کائنات عزّوجلّ نے دیا ہے، اگر عورت کا وُجود بے مقصد ہوتا، تو انہیں یہ حکم ہرگز نہ دیا جاتا، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾[1] "مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو ۲ برس، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدّت پوری کرنی چاہے!"۔

بیٹیاں... اللہ عزّوجلّ کی رحمت

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! بیٹیوں کی پیدائش کو بُرا سمجھنا، انہیں زندہ دفن کرنا، یا پیدا ہوتے ہی قتل کردینا، سراسر ظلم ہے، بروزِ قیامت اس بارے میں باز پُرس ہوگی! اور اِن ننھی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جُرم میں تمہارے ماں باپ نے قتل کیا؟ تو وہ اپنے بے گناہ قتل ہونے کی گواہی دیں گی، جس کا ذکر خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے ایک مقام پر اس طرح فرمایا: ﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾[2] "جب زندہ دفن کی ہوئی سے پوچھا جائے: کس گناہ پر قتل کی گئی؟" اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ بچوں کو بے گناہ قتل کردینا حرام اور ظلم ہے، اور ظالم سے اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا!۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۳۳.

(۲) پ۳۰، التكوير: ۸، ۹.

بیٹا بیٹی کی بنیاد پر اولاد میں امتیازی سُلوک کی مُمانعت

میرے محترم بھائیو! آج کل عموماً دیکھنے میں آتا ہے، کہ لوگ بیٹے اور بیٹی میں فرق کرتے ہیں، بیٹی کی بہ نسبت بیٹے سے زیادہ پیار کرتے ہیں، اس کے ناز نخرے زیادہ اٹھاتے ہیں! جبکہ بیٹیوں کی پیدائش کو منحوس جانتے ہیں، انہیں پرایا دھن سمجھ کر بوجھ خیال کرتے ہیں! ایسے خیالات زمانۂ جاہلیت کی علامت ہیں، آقائے دوجہاں ﷺ نے ہمیں ایسے امتیازی سُلوک سے منع فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ!»[1] "اللہ سے ڈرو! اور اپنی اولاد کے درمیان برابری رکھو!"۔

بیٹی... جنّت میں داخلے کا سبب

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام نے بیٹی کو بڑی عزّت واحترام سے نوازا ہے، یہ اللہ تعالی کی رحمت ہیں، ان کی اچھی تعلیم وتربیت اور پرورش، جنّت میں داخلے کا سبب ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا -قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ- أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»[2] "جس کے یہاں بچی پیدا ہوئی، اور اُس نے جاہلیت کے طریقے پر اسے زندہ دفن نہیں کیا، نہ اُس کو حقیر وذلیل سمجھا، اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالی اس شخص کو جنّت میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا، مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ

(١) "صحيح البخاري" باب الإشهادِ في الهِبَة، ر: ٢٥٨٧، صـ٤١٨.
(٢) "سنن أبي داؤد" كتاب الأدب، ر: ٥١٤٦، صـ٧٢٣.

صَحِبَهُمَا، إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ»[۱] "جس کی دو ۲ بیٹیاں ہوں، اور وہ اُن کی اچھی نیک تربیت وپرورش کرے، تو وہ دونوں اُسے جنّت میں لے جائیں گی"۔

جہنم کی آگ سے ڈھال

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ»[۲] "جو بیٹیوں کے بارے میں آزمایا جائے، اور اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، تو وہ بیٹیاں اُس کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی!"۔

بیٹیوں کی اچھی تعلیم وتربیت

جانِ برادر! بیٹیوں کی پیدائش کو بوجھ سمجھنا، اور ان کی پرورش میں کوتاہی برتنا، مُعاشرتی بگاڑ کا سبب ہے! اسلام نے خصوصیت کے ساتھ بیٹیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی تاکید فرمائی ہے، اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ!»[۳] "جس شخص کی تین ۳ بیٹیاں ہوں، اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے، مناسب جگہ ان کی شادی کرے، اور ان کے ساتھ اچھا سُلوک کرے، وہ جنّت کا حقدار ہے!"۔

بیٹوں کی طرح بیٹیوں کی پرورش، اور ان کی اچھی تعلیم وتربیت، ان کا پیدائشی حق اور والدین کی ذِمّہ داری ہے! جو اِس میں کوتاہی برتے گا سخت گنہگار ہوگا! اور بروزِ

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الأدب، ر: ٣٦٧٠، صـ٦٢٢.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب البر والصلة والآداب، ر: ٦٦٩٣، صـ١١٤٦.
(٣) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، ر: ٥١٤٧، صـ٧٢٣.

قیامت اس سے باز پُرس ہوگی، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ!»[1] "مرد اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے، اُس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «كَفٰى بِالمَرْءِ إِثْمًا، أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ»[2] "آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، کہ وہ جس کی روزی کا ذمّہ دار ہے اسے ضائع کر دے!"۔

اولاد کو تحفہ دیتے وقت برابری کا حکم

میرے محترم بھائیو! دینِ اسلام میں بیٹیوں کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ اولاد کو تحفہ دیتے وقت بھی ان میں برابری کا حکم دیا گیا ہے! اور بیٹا یا بیٹی کی بنیاد پر امتیازی سُلوک سے منع کیا گیا ہے! حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: اُن کے والد بشیر انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام تحفے میں دیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَه؟» "کیا تم نے اپنے ہر بچے کو ایسا ہی تحفہ دیا ہے؟ حضرتِ بشیر نے عرض کیا کہ نہیں، مصطفی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فَأَرْجِعْهُ»[3] "تو پھر اس سے بھی واپس لے لو!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" باب الجمعة في القرَى والمدن، ر: ٨٩٣، صـ١٤٤.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، ر: ١٦٩٢، صـ٢٥٠.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٥٩٩٧، صـ١٠٤٩.

ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص حضور نبئ کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا بچہ آیا، اس نے اسے اُٹھایا، چُوما اور اپنی گود میں بٹھا لیا، پھر کچھ دیر بعد اس کی بچی آئی تو اس نے اسے اُٹھایا، اور اپنی ایک جانب بٹھا دیا، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا!»(۱) "تم نے ان دونوں میں برابری نہیں کی!"۔

لہٰذا بچوں کے ساتھ ترجیحی یا امتیازی سُلوک ہرگز نہ برتا جائے! اُن سے پیار کیا جائے، اگر گھر میں کوئی کھانے کی چیز یعنی مٹھائی یا پھل وغیرہ لائیں، تو بیٹیوں کو پہلے دیں، اللہ کی رحمت جان کر اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کریں؛ کہ یہ بھی ذریعۂ بخشش اور جنّت کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے!۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بیٹیوں کی پیدائش سے متعلق، بعض لوگوں کا طرزِ عمل آج بھی دَورِ جاہلیت کا نمونہ ہے! اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہونے کے باوُجود، وہ آج بھی بیٹیوں کی پیدائش کو منحوس خیال کرتے ہیں! انہیں پرایا دھن اور بوجھ سمجھتے ہیں! اور ان کے زندہ رہنے کو اپنے لیے عار خیال کرتے ہیں، اس کی تازہ ترین جھلک پاکستان کے شہر میانوالی (پنجاب) میں دیکھنے میں آئی، جہاں گزشتہ دنوں ایک سفّاک باپ نے اپنے گھر بیٹی کی پیدائش پر، اسے پانچ گولیاں مار کر قتل کر دیا، جس جس نے یہ واقعہ سنا لرز کر رہ گیا! اس افسوس ناک واقعہ کے باعث پوری دنیا میں پاکستانی قوم، اور عالَمِ اسلام کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا! اس واقعہ کی جتنی مذمّت کی جائے کم ہے! ایسے

(۱) "شُعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلِيْن، ر: ۸۷۰۰، ٦/ ۲۹۱۰.

شخص کو فوری گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جانی چاہیے! اور نشانِ عبرت بنانا چاہیے؛ تاکہ آئندہ کسی کو دَورِ جاہلیت کا یہ مکروہ عمل دُہرانے کی جرأت نہ ہو!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنی اولاد میں برابری کرنے کی توفیق عطا فرما، بیٹا یا بیٹی کی بنیاد پر امتیازی سلوک کرنے سے بچا، ان کی اچھی اور نیک تربیت کی توفیق مَرحمت فرما، اپنی بیٹیوں کو اللہ تعالی کی رحمت سمجھنے کی سوچ عطا فرما، انہیں منحوس سمجھنے والی زمانۂ جاہلیت کی سوچ سے بچا، اور اسلامی تعلیمات کے مُطابق ان کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

غفلت کا انجام

(جمعۃ المبارک ۱۵ شعبان المعظّم ۱۴۴۳ھ - ۱۸/۰۳/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ من الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

غفلت کا لُغوی واصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! غفلت کا لُغوی معنی بھول جانا اور یاد نہ رکھنا ہے، جبکہ اِصطِلاحی معنی یہ ہے، کہ دینی اُمور میں لاپرواہی برتنا، انہیں فراموش کرکے دُنیوی کاموں میں مشغول رہنا، نیز نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا غفلت کہلاتا ہے[1]۔

اَحکامِ شریعت میں غفلت کا نقصان

عزیزانِ محترم! کسی انسان کا غفلت میں پڑنا متعدّد فسادات ومُضرّات کا مُوجِب ہے، غفلت سنگدلی اور محرومی کا باعث ہے، اس کے سبب انسان کا دل اس قدر سخت اور مُردہ ہو جاتا ہے، کہ اس پر خیر وبھلائی کی کوئی بات اثر انداز نہیں ہوتی، غافل اِنسان پر

(١) "المفرَدات" غفل، صـ٦٠٩. و"التعريفات" باب الغين، صـ١٦٢، مُلخَّصاً.

کامرانی وسعادت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، اس میں حق وباطل کی تمیز اور باہمی فرق جانچنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، غفلت کے باعث اعمالِ صالحہ کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے، انسان اَحکامِ شریعت سے لاپرواہ ہوجاتا ہے، دُنیوی مَشاغل کی طرف توجّہ زیادہ ہوجاتی ہے، اس کی عِبادت ورِیاضت کے معمولات میں کمی واقع ہوجاتی ہے، اور غافِل انسان ہر آن نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے اَحکامِ شریعت میں غفلت، سخت نقصان اور ضرر کا باعث ہے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾[1] "اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری (عاجزی) اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان سے صبح وشام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا!"۔

غفلت... اللہ رب العالمین کی ناراضی کا باعث ہے

حضراتِ گرامی قدر! غفلت ایک ایسا ناپسندِیدہ اَمر ہے، جو اللہ رب العالمین کی ناراضی کا باعث ہے، جو لوگ قرآن وسنّت کی تعلیمات کو پَسِ پُشت ڈال کر غفلت میں پڑے رہتے ہیں، تباہی وبربادی اُن کا مقدّر ٹھہرتی ہے، رحمتِ الٰہی اُن سے منہ پھیر لیتی ہے، نیز اُن کا شمار فاسِقوں اور مُنافِقوں میں ہونے لگتا ہے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[2] "اُن جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے (اور اس کی اِطاعت ترک کی) تو اللہ نے انہیں بَلا میں ڈالا کہ انہیں اپنی جانیں یاد نہ رہیں، وہی فاسِق لوگ ہیں!"۔

(۱) پ۹، الأعراف: ۲۰۵.
(۲) پ۲۸، الحشر: ۱۹.

اسی طرح ایک اَور مقام پر اِرشاد فرمایا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(۱) "وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا، یقیناً مُنافِق وہی پکّے بے حکم (نافرمان) ہیں!"۔

شیطان کا ٹولہ

عزیزانِ مَن! غافلوں سے اللہ رب العزّت کس قدر ناراض ہوتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں انہیں شیطان کا ٹولہ قرار دیا، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾(۲) "ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سُنتا ہے یقیناً شیطان کا گروہ ہی ہار میں ہے "کہ جنّت کی دائمی نعمتوں سے محروم، اور جہنّم کے اَبدی عذاب میں گرفتار ہیں"(۳)۔

غافلین کے لیے شدید عذاب کی سخت وعید

حضراتِ ذی وقار! غفلت کا شکار ہو کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے، اور ذکرِ الٰہی سے منہ موڑنے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے، اللہ جَلَّ جَلالُہٗ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾(٤) "جو اپنے رب کی یاد (یعنی قرآن، یا توحید، یا عبادت) سے منہ پھیرے، وہ اُسے چڑھتے عذاب میں

(١) پ١٠، التوبة: ٦٧.
(٢) پ٢٨، المجادَلة: ١٩.
(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۸، المجادلۃ، زیرِ آیت: ۱۹، ص۱۰۰۶۔
(٤) پ٢٩، الجنّ: ١٧.

ڈالے گا" کہ "جس کی شدّت دَمْ بدَمْ بڑھتی رہے گی"[۱]۔

غفلت کی علامات

حضراتِ گرامی قدر! غفلت کی متعدّد علامات ہیں، کسی شخص کا دُنیاوی مال واَسباب کی محبّت میں پڑنا، اور آخرت کو فراموش کر دینا، مال ودَولت کی حرص میں اِضافہ ہونا، شُہرت اور ناموَری کے لیے اپنے نیک کاموں کا ڈھنڈورا پیٹنا، حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر خواہشاتِ نفسانیہ کی پیَروی کرنا، یہ سب دُنیا کی محبّت کا غلبہ اور غفلتِ قلب کا نتیجہ ہے، اور یہ ایک ایسی قلبی بیماری ہے جو تمام خطاؤں کی جڑ ہے، حضرت سیِّدُنا حسَن رَضِیَ اللهُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ»[۲] "دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے!"۔

میرے عزیز دوستو! جب کوئی شخص حد سے زیادہ غفلت کا شکار ہوجائے، تو وہ فعلِ حرام سے اجتناب نہیں کرتا، الله تعالیٰ کی مَعصیّت ونافرمانی پر مبنی اُمور کے ارتکاب کو بھی معمولی خیال کرتا ہے، اس پر نادِم وپشیمان ہونے کے بجائے لوگوں کے سامنے فخریہ طَور پر بیان کرتا ہے، لَغو وفُضول کاموں میں وقت ضائع کرنا غافل انسان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے، وَعظ ونصیحت کی بات سُننا اس کے لیے ایک نہایت مشکل اَمر ہے، برائیوں کو ترک کرنے کا کہو، تو اس میں حِیل وحُجّت اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ الغرض غافل اِنسان اپنے انجام سے بے خبر ولا پرواہ ہو کر، اپنی آخرت کی تباہی وبربادی کا عَمیق (گہرا) گڑھا کھودنے میں ہر دَم مشغول رہتا ہے۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۹، الجن، زیرِ آیت:۱۷، صـ۱۰۶۱۔
(۲) "الزُهد" لابن أبي الدنيا، ر: ۹، صـ۲٦.

غافل دِلوں کی شِفا

میرے محترم بھائیو! ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے، کہ یہ دنیا فانی ہے، ہمارا مال واَسباب، کوٹھی بنگلہ، کاریں اور جائیداد وغیرہ سب یہاں دنیا ہی میں رہ جائے گا، ہر انسان خالی ہاتھ قبر میں جائے گا؛ لہٰذا دنیا کی محبت کا شکار ہوکر اُمورِ دینیہ سے غفلت بَرتنا، کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا، ہمیں اس سے نَجات پانا ہوگی، اور رب تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا ہوگا، اُس کی یاد سے اپنے سینے کو مَعمور کرنا ہوگا، کہ غافل دِلوں کی شِفا اور محبّتِ دنیا سے نَجات کا راز اِسی میں پنہاں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾(۱) "سُن لو کہ اللہ کی یاد ہی میں دِلوں کا چَین وسکون ہے!"۔

غفلت کے اَسباب

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! انسان خطا کا پتلا ہے، کسی بھی مادّی چیز کی کمی یا زیادتی، انسان کے قلب ورُوح اور آنکھوں پر غفلت کی دبیز تہہ چڑھانے کا سبب بن سکتی ہے، لیکن عمومی طَور پر انسان جن عوامل کی بِنا پر خوابِ غفلت کا شکار ہوتا ہے، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

دنیاوی اُمور میں حدّ درجہ اِنہماک ومشغولیّت

برادرانِ اسلام! دُنیوی اُمور میں دلچسپی مُطلقاً ممنوع نہیں، بقدرِ حوائجِ ضروریّہ (ضروری حاجات کی بقدر) دُنیوی مال ودَولت کمانا، اور اس سے تعلق رکھنا جائز اور شریعت کو مَطلوب ہے، البتہ دُنیوی اُمور میں اس قدر اِنہماک اور مشغولیّت جو اِنسان کو اللہ کی یاد

(۱) پ۱۳، الرعد: ۲۸.

سے غافل کردے، اس کے اَحکام کی بجاآوری میں رکاوٹ بنے، مذموم وممنوع ہے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں اس کی مذمّت بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ﴿یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾[1] "جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دُنیوی زندگی، اور وہ آخرت سے پورے بے خبر (غافل) ہیں!"۔

آج ہم لوگوں نے اچھی نوکری، اچھا گھر، مال ودَولت، جائیداد، عالی شان محلّات، زراعت، تجارت اور دیگر دُنیوی کام دَھندوں ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، آخرت میں ہونے والی پوچھ گچھ اور حساب وکتاب سے غافل ہو چکے ہیں، ابھی وقت ہے کہ خوابِ غفلت سے جاگ جائیں، اور اپنی آخرت کی فکر کریں!۔

جو لوگ غفلت کا شکار ہوکر اپنی آخرت کو فراموش کیے بیٹھے ہیں، اللہ جَلّ جَلالُہ اُن کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَ یَتَمَتَّعُوْا وَ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾[2] "انہیں چھوڑو (اے مصطفیٰ!) کہ کھائیں اور برتیں (دنیا کی لذّتیں) اور (عیش وعشرت اور طویل زندگی کی لمبی) اُمید انہیں کھیل میں ڈالے! تو اَب جانا چاہتے ہیں (اپنا انجامِ کار!)"۔ صدر الاَفاضل علّامہ سیِّد نعیم الدین مُراد آبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس میں تنبیہ ہے کہ (غفلت میں پڑکر) لمبی اُمیدوں میں گرفتار ہونا، اور لذّاتِ دنیا میں غرق ہوجانا، ایمان والوں کی شان نہیں"[3]۔

---

(۱) پ ۲۱، الروم: ۷.

(۲) پ ۱٤، الحجر: ۳.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۱۴، الحجر، زیرِ آیت: ۳، صـ۴۹۰۔

کثرت سے گناہوں کا اِرتکاب

عزیزانِ محترم! غفلت کے اَسباب میں سے ایک اَہم سبب، کثرت سے گناہوں کا اِرتکاب ہے، جو انسان گناہوں کا بہت زیادہ عادی ہو جاتا ہے، اور کوئی بھی چھوٹا بڑا گناہ کرنے سے نہیں چُوکتا، اس کا دل نیکی کی حلاوت اور چاشنی سے محروم ہو کر زنگ آلود ہو جاتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[1] "کوئی نہیں بلکہ، ان کے دِلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں (مَعاصی اور گناہوں) نے"، "جو وہ کرتے ہیں، یعنی اپنے اعمالِ بد کی شامت سے ان کے دل زنگ خوردہ اور سیاہ ہو گئے"[2]۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ العَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً، نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا، حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ»[3] "جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، اس کے دِل میں ایک سیاہ نُقطہ پیدا ہوتا ہے، جب اس گناہ سے باز آتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے، تو دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نُقطہ بڑھتا ہے، یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالی نے (اس آیتِ مبارکہ میں) ذکر فرمایا ہے"۔

---

(۱) پ ۳۰، المطففين: ۱٤.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۳۰، المطفّفین، زیرِ آیت: ۱۴، صـ۱۰۹۱۔

(۳) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ۳۳۳٤، صـ۷٦۱.

بُری صحبت اور ہمنشینی

حضراتِ گرامی قدر! کسی انسان کے غفلت میں پڑنے کا ایک اہم سبب بُری صحبت و ہمنشینی بھی ہے، بری صحبت کے باعث انسان میں خود غرضی، مطلب پرستی، اور حرِص ولالچ جیسی عاداتِ بد پیدا ہو جاتی ہیں، انسان کے دِل سے آخرت کا خوف جاتا رہتا ہے، اور اس کے دِل پر دنیا کی محبّت، عیش وعشرت، اور دیگر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے، اسے اللہ والوں کی صحبت کے بجائے شرابی لوگوں کے پاس اُٹھنا بیٹھنا، گانے باجے سُننا اور دُنیوی رنگ رَلیوں میں کھوئے رہنا اچھا لگتا ہے، نیز انسان اس قدر غافل ہو جاتا ہے، کہ اپنی موت کو بھی فراموش کر بیٹھتا ہے۔

یاد رکھیے! ایسے لوگوں کی صحبت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، یہ لوگ بروزِ قیامت ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾[1] "پرہیزگاروں کے سِوا گہرے دوست، بروزِ قیامت ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے"، اور اُس وقت سوائے نَدامت وشرمندگی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا، بُرے دوستوں کی صحبت اختیار کرنے والوں پر، بروزِ محشر حسرت وافسوس کی کیا کیفیت ہوگی، اُسے بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العالمین نے اِرشاد فرمایا: ﴿یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ﴾[2] "ہائے افسوس! کاش کسی طرح مَیں نے فُلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا! یقیناً اس نے مجھے بہکادیا، میرے پاس آئی ہوئی نصیحت (قرآن وایمان) سے!"۔

---

(۱) پ۲۵، الزخرف: ٦٧.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ۲۸، ۲۹.

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ہمیشہ برے لوگوں کی ہمنشینی سے بچنے، اور اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے فرمایا: «مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ المِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ المِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً خَبِيْثَةً»(۱) "اچھے اور بُرے دوست کی مثال، مُشک اُٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بد بو پاؤ گے"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رَحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيْلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ»(۲) "آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک، اچھی طرح غَور وفکر کر لے کہ کسے دوست بناتا ہے"؛ کیونکہ آدمی اکثر وہی راستہ اختیار کرتا ہے، جو اُس کے دوست کا راستہ ہوتا ہے، اس لیے ہمیں نیک دوست کی صحبت اور ہمنشینی اختیار کرنی چاہیے، نیز بُرے لوگوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے مکمل اِجتناب کرنا چاہیے!۔

---

(۱) "صحيح ابن حِبّان" كتاب البرّ والإحسان، ر: ٥٦٢، صـ١٤٧.

(۲) "سنن أبي داود" باب من يؤمر أن يجالس، ر: ٤٨٣٣، صـ٩٨٣.

فکرِ آخرت سے لاپرواہی اور بے خوفی

حضراتِ ذی وقار! غفلت کا ایک بڑا سبب فکرِ آخرت اور بروزِ محشر حساب وکتاب سے لاپرواہی بھی ہے، جب کوئی انسان روزِ محشر ہونے والے حساب وکتاب پر کامل یقین نہیں رکھتا، تو وہ فکرِ آخرت سے لاپرواہ اور بے خوف ہو جاتا ہے، زلزلہ وسونامی جیسے بڑے حادثات وسانحات میں، لاکھوں اَموات دیکھ کر بھی ان کے دِل خوفِ خدا سے نہیں دہلتے، اپنے اَنجام کو یاد کر کے ان کے جسم پر لرزَہ طاری نہیں ہوتا، لہذا توبہ کے لیے آمادہ نہیں ہوتے! ان کا اُخرَوی اَنجام بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت جَلَّ جَلالُہ نے اِرشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[1] "یقیناً وہ جو ہمارے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے (یعنی روزِ قیامت، اور ثواب وعذاب کے قائل نہیں) اور دنیا کی (فانی) زندگی (کو آخرت پر ترجیح دے کر) پسند کر بیٹھے (اور اپنی ساری عمر اس کی طلب میں گزاری) اور اس پر مطمئن ہو گئے، اور وہ جو ہماری آیتوں (یعنی سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور قرآنِ پاک) سے غفلت کرتے ہیں، اُن لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے؛ بدلہ ان کی کمائی (اَعمال) کا!"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر اِرشاد فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[2] "جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار (آخرت کی حاضری) کو جھٹلایا، اُن کا سب کیا دَھرا

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۷، ۸.

(۲) پ۹، الأعراف: ۱٤۷.

اکارت گیا، انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے!"۔

غافلین کا انجام

عزیزانِ مَن! سابقہ اُمّتوں میں جو قومیں اَحکامِ الٰہی سے اِعراض (رُوگردانی) کر کے غفلت کا شکار ہوئیں، تباہی، بربادی اور ہلاکت اُن کا مقدّر ٹھہری، اللہ جَلّ جلالہ نے سخت عذاب میں مبتلا فرما کر انہیں عبرت کا نشان بنا دیا، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۱۳۵ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾[1] "پھر جب ہم اُن سے عذاب اُٹھا لیتے، ایک مدّت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے، جبھی وہ پھر جاتے، تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا، تو انہیں دریا میں ڈبو دیا؛ اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے، اور اُن سے بے خبر تھے!"۔

جن لوگوں (کُفّار) نے راہِ حق کی واضح آیات، اور دلائلِ توحید دیکھنے سُننے اور جاننے کے باوُجود، حق کو قبول نہیں کیا اور غفلت میں پڑے رہے، اللہ ربّ العالمین نے ان سے توبہ کی توفیق سلَب فرمالی، اور اُن کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم بنا دیا، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾[2] "یقیناً ہم

(۱) پ۹، الأعراف: ۱۳۵، ۱۳۶.

(۲) پ۹، الأعراف: ۱۷۹.

نے جہنّم کے لیے پیدا کیے بہت جِن اور آدمی، وہ (ایسا) دِل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (یعنی حق سے دُوری اختیار کر کے آیاتِ الٰہیہ میں تدبُّر کرنے سے محروم ہوگئے)، اور وہ آنکھیں جن سے (راہِ حق وہدایت اور دلائلِ توحید) دیکھتے نہیں، اور وہ کان جن سے (وعظ و نصیحت غَور و توجّہ سے) سنتے نہیں، وہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہی و غفلت میں پڑے ہوئے ہیں!"۔

غفلت سے بچاؤ کے لیے چند تدابیر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہونا چاہتے ہیں، تو ہمیں بطورِ علاج چند تدابیر اختیار کرنی ہوں گی، غَفلت سے بچاؤ کے لیے سب سے اہم اور بنیادی تدبیر یہ ہے، کہ ہر اُس کام کو ترک کر دیا جائے جو غفلت کا سبب بنتا ہو، نیز ساتھ ہی ساتھ پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے، ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اِجتناب کیا جائے، بتقاضائے بَشریّت اگر کوئی گناہ و قُصور سرزَد ہو جائے، تو فوراً توبہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے، تزکیۂ نفس کے لیے ظاہر و باطن کی پاکیزگی اختیار کریں، موت کو کثرت سے یاد کریں، دُنیاوی اُمور میں ضرورت سے زیادہ توجّہ اور اِنہماک نہ کریں، دُنیوی لَذتوں اور عیش کوشیوں سے بچیں، بُری صحبت اور ہمنشینی سے کوسوں دُور بھاگیں، علماء وصالحین کی صحبت اختیار کی جائے، فکرِ آخرت اور حساب وکتاب سے غافل نہ رہیں، سابقہ اُمتوں اور غافل اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے، اور اللہ ربّ العالمین کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔

جو شخص ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کرے گا، فرائض وواجبات کی پابندی کرے گا، حرام وحلال کی تمیز کرے گا، اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھے گا، اُس کا دل زِندہ رہے گا، اور وہ غفلت کا شکار ہونے سے بچ جائے گا، ان شاء اللہ عزّوجلّ!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرآن وسُنّت کے اَحکام پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، فرائض وواجبات میں سُستی وغفلت سے بچا، نفسانی خواہشات کی پیَروی سے محفوظ فرما، دنیا کی محبّت سے نَجات عطا فرما، بُری صحبت سے بچا، بزرگانِ دین اور علمائے کِرام کا ساتھ نصیب فرما، اپنی آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کرنے کی سوچ عنایت فرما، ہمارے مُردہ وتاریک دِلوں کو اپنے ذِکر سے روشن ومنّور فرما!، آمین یارب العالمین!۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اُسلوبِ تعلیم وتربیت

(جمعة المبارک ٢٢ شعبان المعظّم ١٤٤٣ھ - ٢٠٢٢/٠٣/٢٥ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

بعثتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک اہم مقصد

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا میں مُعلّمِ کائنات بن کر تشریف لائے؛ تاکہ ہمیں کتاب وحکمت کی پختہ تعلیم دیں، ہمارا تزکیۂ نفس کریں، ہمیں اعلیٰ اَخلاقی اَقدار سکھائیں، اور اُن اَسرار ورُموز سے آگاہی دیں جن کا ہمیں علم نہیں، اللہ ربّ العالمین حضور نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی، اس دنیا میں بعثت (تشریف آوری کا) مقصد بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرماتا ہے: ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "جیسے ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا؛ کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت

(١) پ ٢، البقرة: ١٥١.

فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا ہے، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا"۔

ایک اَور مقام پر اِرشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[1] "وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا؛ کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور یقیناً وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے!"۔

سرکارِ دوعالَم ﷺ ساری دنیا کی اِصلاح اور تعلیم وتربیت کے لیے مُعلّمِ کائنات بنا کر بھیجے گئے، اس بارے میں حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے اِرشاد فرمایا: «إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً»[2] "مجھے مُعلّم (اُستاد) بنا کر بھیجا گیا ہے"۔

کائنات کے سب سے بہتر مُعلّمِ

حضور نبیٔ کریم ﷺ کا طریقۂ تعلیم وتعلُّم کس قدر شاندار اور منفرِد تھا، اس بارے میں حضرت سیّدنا مُعاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي! مَا رَأَيْتُ مُعَلِّماً قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، أَحْسَنَ تَعْلِيماً مِنْهُ»[3] "میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان! مجھے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد بھی، آپ سے بہتر کوئی مُعلّم نہیں ملا!"۔

---

(۱) پ ۲۸، الجمعة: ۲.

(۲) "سُنن ابن ماجه" باب فضل العلماء والحثّ ...إلخ، ر: ۲۲۹، ۱/ ۸۳.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ر: ۱۱۹۹، صـ۲۱۸.

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اُسلوبِ تعلیم وتعلّم

عزیزانِ محترم! مُعلّمِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اعلیٰ اَخلاقی تعلیم وتربیت کرنے، اور ان کے علم وعمل میں وَحدت پیدا کرنے کے لیے، مختلف انداز واُسلوب اختیار فرمائے، آسان سے آسان پیرائے اور مفہوم میں، توحید ورِسالت کا آفاقی پیغام پہنچایا، اور کسی بھی چیز کا حکم دینے سے پہلے، خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ تعلیم وتعلّم کا مُعاملہ ہو یا کوئی اَور، ہمیشہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیروی کریں، اور اُن کے فرامینِ مبارکہ میں چھپی حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں، اللہ ربّ العالمین اُمّتِ مسلمہ کو نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] "یقیناً تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے!"۔

تعلیم وتعلّم کے لیے مثالوں کا استعمال

حضراتِ گرامی قدر! سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حق وباطل کا فرق سمجھانے، ہمیشہ صراطِ مستقیم کو اختیار کرنے، اور ان کا تزکیۂ نفس کرنے کے لیے بارہا تمثیلات (مثالوں) کا استعمال فرمایا، آج کل کے جدید طریقۂ تعلیم میں بھی اسے بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ ایک ایسا طریقہ ہے جسے اختیار کرکے مشکل سے مشکل بات کو، باآسانی سمجھا اور سمجھایا جاسکتا ہے، اَحادیثِ مبارکہ میں ایسے متعدّد مقامات ہیں، جہاں مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مختلف مثالوں کے ذریعے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت فرمائی۔

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

---

(۱) پ ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

نے زمین میں ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے قریب، اور تیسری زیادہ دُور، پھر ارشاد فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا هَذَا؟» "تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے (مثال بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: «هَذَا الإِنْسَانُ، وَهَذَا الأَجَلُ -أَرَاهُ قَالَ:- وَهَذَا الأَمَلُ، فَيَتَعَاطَى الأَمَلَ، فَلَحِقَهُ الأَجَلُ دُونَ الأَمَلِ»[1] "یہ انسان ہے، اور یہ اس کی موت ہے، یہ اس کی لمبی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں، وہ (انسان) انہیں پانے کی کوشش میں ہے، لیکن تمناؤں کی تکمیل سے پہلے ہی موت اسے آپہنچتی ہے!"۔

اسی طرح اچھے اور بُرے دوست کو مُشک اُٹھانے والے، اور بھٹی دھونکنے والے کی مثل قرار دیتے ہوئے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے اِرشاد فرمایا: «مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً خَبِيْثَةً»[2] "اچھے اور بُرے دوست کی مثال، مُشک اُٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بد بو پاؤ گے"۔

---

(١) "شرح السُنّة" باب طول الأمل والحرص، ر: ٤٠٩١، ١٤/ ٢٨٥.

(٢) "صحيح ابن حِبّان" كتاب البرّ والإحسان، ر: ٥٦٢، صـ١٤٧.

مختلف سرگرمیوں پر مبنی طریقۂ تعلیم

حضراتِ ذی وقار! نبیٔ محتشم ﷺ نے اپنے اُسلوبِ تعلیم وتعلُّم میں، بغرضِ تفہیم بارہا مختلف چھوٹی چھوٹی سرگرمیوں پر مبنی طریقۂ کار بھی اپنایا، جدید طریقۂ تدریس میں اسے ایکٹیویٹی بیسڈ لرننگ (Activity Based Learning) کہتے ہیں، کسی چیز کو صحیح معنی میں اَزبَر کروانے، اور طلباء کے قُلوب واَذہان میں اُسے نقش کروانے کے لیے، یہ طریقۂ تعلیم بہت مفید اور مقبول ہے، بَرسہابَرس کی تحقیق کے بعد دنیا جس طریقۂ تعلیم کو آج اپنارہی ہے، سرورِ کونین ﷺ نے صدیوں قبل اس اُسلوب کو اختیار فرمایا۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک لکیر کھینچی، پھر آپ ﷺ نے اس (لکیر) کے دائیں، اور بائیں جانب (دو ۲ مزید) لکیریں کھینچیں، پھر درمیانی لیکر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: «هَذَا سَبِيلُ الله» "یہ اللہ کا راستہ ہے"، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾[1] "یقیناً یہ ہے میرا سیدھا راستہ، تو اس پر چلو! اور اس کے علاوہ دیگر راہیں نہ چلو!"۔

طریقۂ تعلیم میں ہاتھ کے اشاروں کا استعمال

عزیزانِ مَن! تقریر وتدریس میں ہاتھ کے اشاروں کا استعمال بہت مفید اور عام ہے، کوئی بات سمجھانے کے لیے بسا اَوقات کافی لمبی چوڑی تقریر کرنی پڑتی ہے، یا کسی طویل پیراگراف کی ضرورت پیش آتی ہے، لیکن اگر اُسی بات کو سمجھانے کے لیے

---

(١) "سُنن ابن ماجه" باب اتّباع سُنّة رسول الله ﷺ، ر: ١١، ١/ ٦.

اشاروں کا استعمال کیا جائے، تو انسان فوراً سمجھ جاتا ہے۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مختصر لفظوں میں، اپنی بات سمجھانے کے لیے بارہا دستِ مبارک سے اشاروں کا استعمال فرمایا۔

ایک بار مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یتیم بچوں پر کمال مہربانی کی تاکید کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا» "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، جنّت میں اس طرح ہوں گے" یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا[1]۔

بھرپور توجہ حاصل کرنے کے لیے حقیقی اشیاء کا استعمال

رفیقانِ ملّتِ اِسلامیہ! سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی اَمر کی طرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھرپور توجّہ مَبذول کروانے، اور اُن میں جاننے کی جستجو پیدا کرنے کے لیے، بسا اَوقات حقیقی اشیاء کا بھی استعمال فرمایا۔ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک بار نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا، اور ارشاد فرمایا: «إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي!»[2] "یہ دونوں چیزیں میری اُمّت کے مَردوں پر حرام ہیں!"۔

سوال، جواب اور منطقی استدلال کا اُسلوبِ تعلیم

میرے محترم بھائیو! کُتبِ اَحادیث کے مُطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیم وتربیّت میں، سوال، جواب

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٠٥، صـ١٠٥٠، ١٠٥١.
(٢) "سنن أبي داود" كتاب اللباس، ر: ٤٠٥٧، صـ٥٧٢.

(Question and Answer) اور منطقی استدلال (Logical Reasoning) کا اُسلوب بھی اپنایا، متعدّد روایات میں مذکور ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کسی چیز کے بارے میں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے پہلے سوال کرکے اُن کے اندر تجسّس وجستجو پیدا کرتے، انہیں طبعی طور پر مائل فرماتے، اور اُن کی بھرپور توجُّہ مَبذول ہونے کے بعد اُس سوال کا جواب اِرشاد فرماتے، اِسی طرح بارہا ایسا بھی ہوا کہ کوئی چیز حضور نبئ کریم ﷺ کے سامنے پیش کی جاتی، تو تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ موقع کی مُناسبت سے، اُسی چیز کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے کوئی سوال پوچھ لیتے، یہ طریقہ موجودہ تدریسی طریقۂ کار میں بھی، طلبہ کی ذہنی صلاحیت کو جانچنے، اور اُن کی پوری توجّہ حاصل کرنے کے لیے بڑا مفید سمجھا جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا، کہ ہم نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے، کہ کھجور کے درخت کا گودا لایا گیا (اُسے دیکھ کر) رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً، مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ» "وہ کونسا درخت ہے جو مسلمان کی مثل ہے؟"، سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ میں یہ کہہ دُوں کہ "وہ کھجور کا درخت ہے" لیکن کم عمری کے باعث میں خاموش رہا، نبئ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «هِيَ النَّخْلَةُ»[1] "وہ کھجور کا درخت ہے"۔

حصولِ علم کا شَوق وجستجو پیدا کرنا

حضراتِ گرامی قدر! انسان کوئی بھی چیز اس وقت تک نہیں سیکھ سکتا، جب

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب العلم، ر: ٧٢، صـ١٧.

تک اُس میں سیکھنے کی لگن اور جستجو نہ ہو، یہی مُعاملہ حُصولِ علم کا ہے، عِلم کے حُصول کے لیے بھی انسان کے دل میں شَوق وجستجو کا ہونا ضروری ہے۔ مُعلّمِ کائنات ﷺ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلے حصولِ علم کا اشتیاق پیدا فرماتے، پھر انہیں کسی اَمر کی تعلیم دیا کرتے، ایک موقع پر غیبت کی تعریف بیان کرنے سے قبل، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ علم کو اُبھارتے ہوئے فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا الغِيبَةُ؟» "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟" صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول خُوب جانتے ہیں! رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ» "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی (کے پیچھے اس) کا وہ عیب ذِکر کرو، جو اسے ناپسند ہو" صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اگر اُس میں وہ عیب موجود ہو جب بھی؟ رسولِ محتشم ﷺ نے فرمایا: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُول فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ»[1] "اگر تم نے وہ عَیب بیان کیا جو اُس میں ہے، تبھی تو وہ غیبت ہے، اور اگر وہ عیب اُس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا"۔

طریقۂ تعلیم میں ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا

عزیزانِ محترم! نبئ رحمت ﷺ کا اُسلوبِ تعلیم وتعلّم نہایت منفرِد اور اندازِ گفتگو بڑا نرم اور شیریں تھا، محبوبِ ربّ العالمین ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرماتے ہوئے، اس قدر ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے، کہ سُننے والے سمجھ لیتے، یاد کرنے والے یاد کر لیتے اور لکھنے والے لکھ لیا کرتے تھے، حضرت عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البر والصّلة، ر: ٦٥٩٣، صـ١١٣٢.

رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُحَدِّثُ الْحَدِيثَ، لَوْ شَاءَ الْعَادُّ أَنْ يُحْصِيَهُ أَحْصَاهُ»[1] "رسول اللہ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے، کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو اُن کلمات کو شمار کر لیتا"۔

اہم اُمور کی تین بار تکرار فرمانا

میرے محترم بھائیو! خاتم النبیین ﷺ کی ایک عادتِ کریمہ یہ بھی تھی، کہ جب کسی اہم چیز کی طرف توجّہ دلانا مقصود ہوتا، تو اُسے تین ۳ بار اِرشاد فرماتے، آقائے دوجہاں ﷺ کے اس اندازِ تکلّم اور طریقۂ تعلیم کا فائدہ یہ ہوتا، کہ سننے والا حضور نبئ کریم ﷺ کے کلام کو سُن کر اچھی طرح یاد کرلیتا، اور اگر کسی سے سُننے میں کوئی کمی کوتاہی واقع ہوتی، یا اس کی کامل توجّہ نہ ہوتی، تو وہ مکمل طَور پر مُتوجِّہ ہو کر پوری بات سُن لیا کرتا، حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالی عنہ نبئ اکرم ﷺ کے اس انداز اور اُسلوبِ تعلیم کے بارے میں روایت فرماتے ہیں: «إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلاَثاً حَتَّى تُفْهَمَ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلاَثاً»[2] "رسول اللہ ﷺ جب کوئی گفتگو کرتے، تو اسے تین ۳ بار دہراتے؛ تاکہ اچھی طرح سمجھ آجائے، اور جب کسی جماعت کے پاس جاتے، تو اُنہیں تین ۳ بار سلام کرتے"۔

پیغمبرانہ فریضہ سے منسلک اَحباب کی ذِمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہمارے اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges)، یونیورسٹیز (Universities) اور دینی مدارس کے اساتذہ

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب العلم، ر: ٣٦٥٤، صـ٥٢٤.
(٢) "صحيح البخاري" كتابُ العلم، ر: ٩٥، صـ٢٢.

(Teachers)، پروفیسرز (Professors) اور لیکچرار صاحبان (Lecturers) کو چاہیے، کہ اپنے طریقۂ تدریس میں بھی، حضور نبیٔ کریم ﷺ کے منفرِد اُسلوب تعلیم وتعلّم کو اپنائیں، طلبہ کو صرف نصابی کتب کا متن (Text) سنانے پر اِکتفاء نہ کریں، پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے اس پیغمبرانہ فریضہ کے ساتھ انصاف کریں، اس ذمّہ داری کے تقاضوں کو پورا کریں، طلبہ میں حُصولِ علم کا جذبہ وشَوق پیدا کریں، انہیں مختلف سرگرمیوں اور مثالوں کے ذریعے سبق سمجھانے کی کوشش کریں، سوال، جواب اور منطقی استدلال (Logical Reasoning) کے ذریعے، ان کی ذہنی اِستعداد اور صلاحیت کو جانچنے اور بڑھانے کی کوشش کریں، اگر کوئی طالبِ علم سوال کرے تو اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر، یا وقت کی کمی کا بہانہ بنا کر خاموش نہ کروائیں، بلکہ اُسے نرمی، شفقت اور محبّت سے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کریں، لیکچر (Lecture) میں جو بات زیادہ اَہم ہو، اُسے تین ۳ بار دہرائیں؛ تاکہ طلبہ کو موقع پر ہی ذہن نشین ہو جائے، اور اُسے بعد میں رٹنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس میں، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اُسلوب کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں فریضۂ تدریس کی اہمیت کو سمجھنے، اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا جذبہ عطا فرما، اپنے تعلیمی نصاب کو قرآن وسنّت کے مُطابق بنانے کی سوچ عطا فرما، ہماری نسلِ نَو کو یورپی اَفکار ونظریات سے بچا، اِسلامی کلچر کے خلاف تخریب کاری کرنے والے اسکولوں اور اداروں سے محفوظ فرما، آمین یارب العالمین!۔

عقلمندی کیا ہے؟

(جمعۃ المبارک ۲۹ شعبان المعظّم ۱۴۴۳ھ - ۰۱/۰۴/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عقل کا لُغوی واِصطِلاحی معنی

برادرانِ اسلام! عقل کا لُغوی معنی فہم، اِدراک، فراست، دانائی، شُعور، زِیرَکی ہے[1]، جبکہ اِصطِلاح میں عقل سے مراد وہ قوّت ہے، جس کے ذریعے اِنسان بُرے بھلے کی تمیز، اور اشیاء کے حقائق کی معرفت حاصل کرتا ہے[2]۔

عقل... ایک بے مثال نعمت ہے

عزیزانِ محترم! عقل اللہ ربّ العالمین کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت وجَوہر ہے، جو اِنسان کو صحیح اور غلط کی پہچان کراتی ہے، حق وباطل کے باہمی فرق

---

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" عقل، ۳/ ۲۷۶۔

(۲) "التعريفات" العقل، صـ۱۵۲، مُلخَّصاً. و"فرہنگِ آصفیہ" عقل، ۳/۲۷۶، مُلخصاً۔

سے آگاہ کرتی ہے، ہمیں دینی ودُنیوی نقصان سے محفوظ رکھتی ہے، مذموم باتوں اور اَفعالِ شنیعہ سے روکتی ہے، صراطِ مستقیم پر چلنے اور گمراہی سے بچنے میں ہماری مدد اور رہنمائی کرتی ہے، جبکہ دینِ اِسلام کا دامن تھام کر، قرآن وسُنّت پر چلنا، اور کفر وبدمذہبی سے بچنا، سب سے بڑی عقلمندی ہے!۔

عقلمندی کا معیار

حضراتِ گرامی قدر! عقلمندی کا معیار، حق بات کو پہچان کر اُسے اپنانا اور باطل سے بچنا ہے، اس معیار کو بیان کرتے ہوئے خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝١٧ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[1] "وہ جو بُتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رُجوع لائے، انہی کے لیے خوشخبری ہے، تو خوشی سناؤ میرے اُن بندوں کو، جو کان لگا کر بات سنیں، پھر اس کے بہتر پر چلیں، یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی، اور یہ ہیں جو عقل والے ہیں!"۔

جانوروں سے بھی بدتر لوگ

عزیزانِ مَن! جن لوگوں نے اپنی عقل کا دُرست استعمال کیا، اور حق کو پہچان کر نورِ اِسلام سے اپنے سینوں کو روشن ومنوّر کیا، در حقیقت وہی لوگ عقل والے ہیں، اور کافر ومشرک جو نورِ ایمان سے محروم رہے، وہ بظاہر کتنے ہی عقلمند اور ذہین وفطین نظر آتے ہوں، دینِ اِسلام کی نظر میں اُن سے بڑا بے وقوف اور جاہل

---

(١) پ٢٣، الزمر: ١٧، ١٨.

کوئی نہیں، اور وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے اور بد تر لوگ ہیں، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾[1] "یقیناً ہم نے جہنّم کے لیے بہت جِن اور آدمی پیدا کیے، وہ (ایسا) دِل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (یعنی حق سے دُوری اختیار کر کے آیاتِ الٰہیہ میں تدبُّر کرنے سے محروم ہو گئے)، اور وہ آنکھیں جن سے (راہِ حق وہدایت اور دلائلِ توحید) دیکھتے نہیں، اور وہ کان جن سے (وعظ ونصیحت غَور وتوجّہ سے) سنتے نہیں، وہ چَوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہی وغفلت میں پڑے ہوئے ہیں!"۔

کفّار ومُشرکین کی جہالت وبے وقوفی کا عالَم

حضراتِ ذی وقار! کُفّار ومشرکین کی جہالت وبے وقوفی کا یہ عالَم ہے، کہ حق کی واضح نشانیاں اور معجزات دیکھنے کے باوُجود، وہ اپنے باپ داداؤں کے مُشرکانہ طَور طریقوں اور برائیوں کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں، وعظ ونصیحت کو توجُّہ سے نہیں سنتے، اور دلائلِ توحید میں غَور وفکر کر کے حق بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی، جو چرواہے کی آواز تو سنتے ہیں، لیکن اس کے معنیٰ ومفہوم سے آگاہی نہیں رکھتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝۱۷۰

(۱) پ۹، الأعراف: ۱۷۹.

﴿وَ مَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کَمَثَلِ الَّذِیۡ یَنۡعِقُ بِمَا لَا یَسۡمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴾(۱) "جب ان سے کہا جائے، کہ اللہ کے اُتارے (توحید وقرآن کے اَحکام) پر چلو، تو کہیں: "بلکہ ہم تو اس (طریقہ) پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا" کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں، نہ ہدایت؟! اور کافروں کی کہاوَت اُسی کی سی ہے جو پکارے ایسے کو، کہ خالی چیخ وپکار کے سوا کچھ نہ سُنے، بہرے گونگے اندھے، تو انہیں سمجھ نہیں!"۔

"یہی حال ان کُفّار کا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی صدائے مبارک کو سنتے ہیں، لیکن اس کے معنی دلنشین کر کے اِرشادِ فیض بنیاد سے فائدہ نہیں اٹھاتے"(۲)۔

عقلمند اِنسان کی خوبیاں

رفیقانِ مِلّتِ اسلامیہ! عقلمند اِنسان متعدّد خوبیوں اور صفات کا حامل ہوتا ہے، لیکن ان میں سے دو ۲ خوبیاں بڑی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) وعظ ونصیحت کی بات سن کر اچھائی کو اپنانا، اور برائی کو ترک کرنا، عقلمند اِنسان کی ایک نہایت اَہم اور بڑی خوبی ہے، عقلمند لوگوں کی اس خوبی کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾(۳) "نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے!"۔

(۲) عقلمند اِنسان کی دوسری اَہم خوبی خشیتِ اِلٰہی ہے، جو لوگ اللہ جَلّ جلالہ کے

(۱) پ۲، البقرۃ: ۱۷۰، ۱۷۱.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۷۱، ص۵۶۔
(۳) پ۳، البقرۃ: ۲۶۹.

عذاب سے ڈرتے ہیں، اور ایمان کی دَولت سے مُشرَّف ہوتے ہیں، قرآنِ پاک میں انہیں عقلمند وں میں شمار کیا گیاہے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾[1] "تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو، وہ جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ نے تمہارے لیے عزّت اُتاری ہے!"۔

عقلمندی کا تقاضا

حضراتِ ذی وقار! عقل ایک عظیم نعمت ہے، اللہ ربّ العزّت نے جنہیں اس نعمت سے نوازا، انہیں چاہیے کہ شکرِ نعمت کے طور پر اللہ ربّ العالمین کی ذات پر کامل ایمان رکھیں، تخلیقِ کائنات اور اس میں موجود اشیاء میں غَور وفکر کریں، فرائض وواجبات کی پابندی کو یقینی بنائیں، رکوع، سُجود اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کا اہتمام کریں، اور دن رات کی باہم تبدیلیوں میں، قادرِ مطلق کے وُجود پر دلالت کرتی نشانیوں کو تلاش کریں، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾[2] "یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور رات اور دن کی باہم تبدیلیوں میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور کروَٹ پر لیٹے، اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غَور کرتے ہیں"۔

---

(١) پ٢٨، الطلاق: ١٠.

(٢) پ٤، آل عمران: ١٩٠، ١٩١.

اسی طرح عقلمند اِنسان کو چاہیے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈرے، فکرِ آخرت کو پیشِ نظر رکھے، اور دینی ودُنیوی اُمور میں تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کرے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى٘ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ﴾[1] "توشہ (سفر کا خرچ) ساتھ لو! اور سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے، اور اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو!"۔ یعنی عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا جائے، جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے نہ ڈرے وہ بے عقلوں کی طرح ہے[2]۔

عقل سے عاری لوگ

حضراتِ گرامی قدر! جو لوگ اپنی ضِد، ہَٹ دھرمی، اَنا، غرور، تکبُّر اور جاہ وحشمت کے باعث، دَولتِ ایمان سے مالا مال نہیں، بلکہ کفر وشرک پر قائم ہیں، دنیا وآخرت میں اُن سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں، بروزِ قیامت وہ حسرت، یاس اور نااُمیدی کی تصویر بنے، جہنّم کی آگ میں جلیں گے، اللہ تعالیٰ ایسوں کی غفلت اور انجام سے باخبر کرتے ہوئے اِرشاد فرماتا ہے: ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾[3] "کہیں گے کہ اگر ہم (رسولوں کی ہدایت) سنتے یا سمجھتے، تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے!"۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافر ومُشرک کو عقل نہیں دی گئی؛ کیونکہ اگر ان میں ذرا سی بھی عقل ہوتی، تو وہ اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتّھر کے بُت نہ

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۹۷.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرة، زیرِ آیت: ۱۹۷، صـ۶۷، مُلخصاً۔

(۳) پ۲۹، الملك: ۱۰.

پوجتے، لات، عُزّیٰ، مَنات، گوتم بدھ، گنیش، رام، وِشنو، کرِشنا وغیرہ کا نام دے کر، اُن کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوتے، بلکہ دینِ اسلام کی دعوت کو قبول کرتے، اور نورِ ایمان سے اپنے سینوں کو روشن ومنوّر کرتے!۔

دِل کے اندھے

رفیقانِ ملّتِ اِسلامیہ! جو لوگ (کفّار ومشرکین) اللہ تعالیٰ کو ایک نہ مانیں، اس کی اِطاعت نہ کریں، اُن کے دل اندھے ہو چکے ہیں، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾[1] "تو کیا زمین میں نہ چلے، کہ اُن کے دل ہوں جن سے سمجھیں! یا کان ہوں جن سے سنیں! تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوتے ہیں!"۔ "اور دِلوں کا اندھا ہونا غضب ہے، اسی لیے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے"[2]۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾[3] "یقیناً سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں، جو بہرے گونگے ہیں، جن کو عقل نہیں"۔ یعنی نہ وہ حق سنتے ہیں، نہ حق بولتے ہیں، نہ حق کو سمجھتے ہیں، کان اور زبان وعقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے، جانوروں سے بھی بدتر ہیں؛ کیونکہ یہ دیدہ ودانستہ (جان بوجھ کر) بہرے گونگے بنتے ہیں، اور عقل سے دشمنی کرتے ہیں!"[4]۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ٤٦.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۴۶، صـ۶۲۷۔
(۳) پ۹، الأنفال: ٢٢.
(۴) "تفسیر خزائن العرفان" پ۹، الانفال، زیرِ آیت: ۲۲، صـ۳۳۸۔

لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دی ہوئی نعمتِ عقل سے فائدہ اٹھائیں، ہمیشہ حق سنیں، حق بولیں اور حق کو سمجھنے کی کوشش کریں، فحاشی وبے حیائی، غفلت وسُستی، تکبُر، رِیاکاری، اور فضول لڑائی جھگڑوں سے بچیں، تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کریں، ہر کام میں رِضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شدید پکڑ سے ڈریں، اور اپنی آخرت کی فکر کریں!!۔

عذابِ الٰہی کی وعید

عزیزانِ مَن! عقل کا دُرست استعمال عذابِ الٰہی سے بچاتا ہے، جو لوگ اپنی عقل کا صحیح اور مثبت استعمال کر کے، حق وباطل میں تمیز (فرق) نہیں کرتے، انہیں عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾[1] "عذاب اُن پر ڈالتا ہے جنہیں عقل نہیں!"۔

دنیا وآخرت میں کامیابی کا راز

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہمیں چاہیے کہ صحیح اور غلط کی پہچان، اور حق وباطل میں فرق کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ، نعمتِ عقل کا دُرست استعمال کریں، قرآن وسنّت کے اَحکام کو بجالائیں، نماز روزہ کی پابندی کریں، فہم، اِدراک اور بصیرت میں اضافہ کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور ہمیشہ دعا گو رہیں، کفر، شرک اور گمراہ کرنے والے اَفعال واَفکار سے بچیں، شراب نوشی، سُود خوری، ملاوَٹ اور دیگر حرام ذرائعِ آمدَن سے بچیں، اپنے دل میں آخرت کا خوف پیدا کریں، تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کریں، ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان کو تَر رکھیں، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہرگز غفلت نہ برتیں، تخلیقِ کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ ربّ العالمین کی نشانیوں کو تلاش کریں۔

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۱۰۰.

صراطِ مستقیم پر چلیں، تزکیۂ نفس کے ذریعے اپنے ظاہر وباطن کی اِصلاح کریں، اپنے اَقوال واَفعال میں تضاد کو دُور کریں، سچا پکا مسلمان بنیں، حضور نبیٔ کریم ﷺ کی سنّتوں پر عمل کریں، اپنی سیرت وکردار میں بہتری اور پختگی لائیں، حضور جانِ عالَم ﷺ کی عزّت وناموس پر پہرہ دیں، عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت کریں، حضور ﷺ کے دین کو تخت پر لانے کے لیے عملی طَور پر جدوجہد کریں، یہود ونصاریٰ اور قادیانیوں کی اِسلام مخالف سازشوں سے باخبر رہیں، دَجّالی میڈیا کے علماء مخالف پروپیگنڈہ پر ہرگز کان نہ دھریں، اور اپنے ظاہر وباطن کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں، کہ عقلمندی کا یہی تقاضا ہے۔ یقین کریں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو دنیا کے ساتھ ساتھ، ہماری آخرت بھی سنوَر جائے گی!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نعمتِ عقل سے وافر حصّہ عطا فرما، وعظ ونصیحت سننے اور حق بات اپنانے کی توفیق مرحمت فرما، حق کو باطل سے ممتاز کرنے کی صلاحیت عطا فرما، کفر وشرک اور بد مذہبی وگمراہی کے طوق سے بچا، ہمارے دِلوں میں اپنا خوف پیدا فرما، آخرت کے لیے تقویٰ وپرہیز گاری کا توشہ جمع کرنے کی توفیق عنایت فرما، ہمیں لڑائی جھگڑوں اور باہمی اختلافات سے بچا، سچا اور باعمل مسلمان بنا!، آمین یارب العالمین!۔

قرآنِ کریم...ایک عالمی پیغام

(جمعۃ المبارک ۶ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ - ۰۸/۰۴/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

آخری پیغامِ ہدایت

برادرانِ اسلام! قرآنِ مجید اللہ ربّ العالمین جَلّ جلالہ کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے، آخری پیغامِ ہدایت ہے، یہ عظیم کتاب ہمارے لیے مشعلِ راہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے، یہود ونصاریٰ ہوں یا ہندو اور بُدھ مَت کے پیرو کار، ختمِ نبوّت کے مُنکِر قادیانی ہوں یا آگ کو پوجنے والے پارسی مجوس، اس کتابِ ہدایت میں سب کے لیے وعظ ونصیحت اور ضروری رَہنمائی موجود ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾[1] "لوگوں کے لیے ہدایت اور رَہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں ہیں!"۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۸۵.

یہ وہ کلامِ مقدّس ہے، جو لوگوں کو سیدھی راہ دکھاکر شاہراہِ جنّت پر گامزن کرتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾[1] "یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے!"۔

گزشتہ کُتبِ سماویہ کی تصدیق

عزیزانِ محترم! قرآنِ کریم اللہ عزوجل کا وہ عالَمی وآفاقی پیغام ہے، جو اللہ واحدہ لاشریک پر ایمان لانے، آخرت پر یقین رکھنے اور گزشتہ آسمانی کتب وصحائف (یعنی زُبور، تورات اور اِنجیل وغیرہم) کی تصدیق کرتا ہے، اور اُن پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[2] "الٓمّ، وہ بلند رُتبہ کتاب (قرآنِ کریم) اس میں کوئی شک کی جگہ نہیں، خوفِ خدا والوں کے لیے ہدایت ہے، وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں، اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کریں، اور اے حبیب! وہ جو تمہاری طرف اُترا (یعنی قرآن کریم)، اور جو تم سے پہلے اُترا، اُس پر ایمان لائیں، اور آخرت پر یقین رکھیں، وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی لوگ فلاح (کامیابی) پانے والے ہیں!"۔

مزید ارشادِ ربّانی ہے: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۹.
(۲) پ۱، البقرة: ۱-۵.

بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾[1] "اے حبیب آپ فرما دیجیے! کہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو؛ کہ اُس نے تو تمہارے دل پر اللہ تعالی کے حکم سے یہ قرآن اُتارا، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت وبشارت ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ﴾[2] "لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے، اور ہر چیز کا مفصّل بیان، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے"۔

بین َالاَقوامی مُعاشرت کے لیے ہدایت ونصیحت

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ کریم کی دعوتِ ہدایت ہر ایک کے لیے عام ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافِر، اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ﴾[3] "قرآنِ کریم لوگوں کے لیے ہدایت ہے، رَہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں" لیکن اصل فائدہ اس قرآنِ کریم سے اہلِ تقویٰ ہی کو ہوتا ہے!۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾[4] "اللہ تعالی اپنی آیتیں لوگوں کے لیے کھول کر بیان فرماتا ہے؛ تاکہ وہ نصیحت مانیں!"۔

قرآنِ کریم بین َالاَقوامی مُعاشرے کے لیے بھی ہدایت ونصیحت ہے، اس کا واضح اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ﴾[5] "یہ قرآن تمام عالَم (ساری دنیا) کے لیے نصیحت ہے"۔

---

(١) پ١، البقرة: ٩٧.
(٢) پ١٣، يوسف: ١١١.
(٣) پ٢، البقرة: ١٨٥.
(٤) پ٢، البقرة: ٢٢١.
(٥) پ٧، الأنعام: ٩٠.

بلا امتیازِ مذہب ساری دنیا کے لیے عدل وانصاف کا حکم

عزیزانِ مَن! قرآنِ مجید کا پیغام اور تعلیمات ،اس اعتبار سے بھی عالمی اَہمیت کی حامل ہیں، کہ اس میں بلاامتیازِ دین ومذہب، عدل وانصاف کے قیام کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے، اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ! اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو؛ کہ وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ کریم نے جہاں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرُو کے تحفُّظ کا درس دیا، وہیں اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں پر بھی ظلم وزیادتی سے روکا، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، حُسنِ اَخلاق سے پیش آنے اور بھلائی کا حکم دیا،ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[2] "اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دِین میں نہ لڑے،

---

(١) پ ٦، المائدة: ٨.

(٢) پ٢٨، الممتحنة: ٨.

اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں"۔

بلاامتیازِ دین ومذہب اِصلاح کا عمومی حکم

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! قرآنِ مجید میں متعدّد مقامات پر بلاامتیازِ دین ومذہب، عمومی طَور پر عبرت پکڑنے اور اپنی اِصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾[1] "یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں، ہر قسم کی مثال بیان فرمائی؛ تاکہ کسی طرح انہیں دھیان (توجہ) ہو!"۔

تحریف وتبدیل سے محفوظ کتابِ الٰہی

میرے عزیز دوستو! قرآن مجید آخری بابرکت آسمانی کتاب ہے، اس میں ہر خشک وتر کا بیان ہے، اس کی آیات حکمت ودانائی سے معمور، اور اس کے کلمات مفصَّل ہیں، تورات وانجیل میں یہود ونصاریٰ نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مُطابق بہت رَدّ وبدل کیا، مگر قرآن کریم ہر طرح کی تحریف وتبدیل سے محفوظ رہا، اس میں کسی بھی نَوعیت کے باطل عقائد ونظریات کی آمیزش نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾[2] "یقیناً وہ عزّت والی کتاب ہے، اس کی طرف باطل کو راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، حکمت وتمام خوبیوں والے رب تعالی کا اُتارا ہوا ہے"۔

---

(۱) پ۲۳، الزُمر: ۲۷.
(۲) پ۲٤، حٰمٓ السجدة: ٤١، ٤٢.

یہود ونصاریٰ سے براہِ راست خطاب

جانِ برادر! مذہبی تعلیمات میں تحریفات کے باعث، یہود ونصاریٰ کے بعض عقائد ونظریات انتہائی گمراہ کُن اور مُشرِکانہ ہو چکے ہیں، عیسائیوں میں سے بعض لوگوں نے حضرت سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہا، بعض نے خدا مانا یا خدا کی مثل جانا، جبکہ یہود نے اس کے برعکس کیا، بلکہ حضرت سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان گھٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، قرآنِ کریم میں ان دونوں کی رہنمائی کے لیے یہود ونصاریٰ سے براہِ راست خطاب کرتے ہوئے، اللہ ربّ العالمین جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾[1] "اے کتاب والو! اپنے دِین میں زیادتی نہ کرو، اور اللہ پر جو بات کہو سچ کہو!"۔

یہود ونصاریٰ کی ہلاکت کا بنیادی سبب

میرے محترم بھائیو! دین میں غُلُو وزیادتی وہ بنیادی سبب ہے، جس کے باعث یہود ونصاریٰ ہلاک وبرباد ہوئے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دین میں غُلُو وزیادتی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ! فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ»[2] "اے لوگو! دِین میں زیادتی اور تشدُّد سے بچو؛ کیونکہ تم سے پہلی امتیں، دِین میں زیادتی اور مُبالغہ کے سبب ہلاک ہوئیں"۔

تو معلوم ہوا کہ غُلُو وزیادتی ہلاکت کا سبب ہے، لہٰذا اس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے۔

---

(۱) پ٦، النساء: ۱۷۱.

(۲) "سنن ابن ماجه" كتابُ المناسك، ر: ۳۰۲۹، صـ٥١٦.

عقیدۂ تثلیث کی نفی

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ کریم کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لیے ہی رَہنمائی کا ذریعہ نہیں، بلکہ اس کے مخاطب ساری دنیا کے لوگ ہیں، جہاں اس میں مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے، وہیں مشرِکانہ عقائد کے حامل یہود ونصاریٰ کو بھی، راہِ حق کی طرف بُلاکر اِتمامِ حُجّت کیا گیا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ مَوجودہ عیسائیت میں عقیدۂ تثلیث (تین ۳ خداؤں) کا تصوُر پایا جاتا ہے، یہ لوگ اللہ جلّ جلالہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور رُوح القُدس علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی خدا ٹھہراتے اور مانتے ہیں، قرآنِ پاک میں ان کے اس باطل عقیدے کی نفی کی گئی، اور انہیں دُرست عقیدۂ توحید اپنانے، اور اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ﴾[1] "(اے اہلِ کتاب!) مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا، اللہ کا رسول ہی ہے، اور اس کا ایک کلمہ ہے جو مریم کی طرف بھیجا، اور اس کے یہاں کی ایک روح ہے، تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین ۳ (خدا) نہ کہو، اپنے بھلے کی خاطر باز رہو، اللہ تو ایک ہی خدا ہے، پاکی ہے اُسے کہ اس سے کوئی بچہ ہو!"۔

عیسائیوں کے ایک مشرِکانہ عقیدہ کی اِصلاح

عزیزانِ محترم! عیسائیوں کی مشرِکانہ تحریفات کے مُطابق، نصاریٰ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، اللہ کے بیٹے ہیں، قرآنِ

(۱) پ٦، النساء: ١٧١.

پاک میں اُن کے اس مشرکانہ عقیدے کی نشاندہی کی گئی، اور انہیں ایک لاجواب مثال کے ذریعے سمجھایا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾[1] "عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا: ہو جا! تو وہ فوراً ہو جاتا ہے"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے شانِ نُزول میں بیان کرتے ہیں کہ "نَجران کے نصاری (عیسائیوں) کا ایک وفد سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا، کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں؟ فرمایا: «أجلْ! إنّهُ عبدُ الله ورسولُهُ وكلمتُهُ، ألقاهَا إلَى العَذراءِ البتُولِ» "یقیناً وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جو کنواری بتول (حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی طرف اِلقاء کیے گئے"۔ نصاریٰ یہ سن کر بہت غصہ ہوئے، اور کہنے لگے کہ یا محمد! کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ!)، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بغیر باپ ہی کے پیدا ہوئے، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے، تو جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے!""[2]۔

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۹.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۳، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۵۹، صـ۱۱۷۔

نُزولِ قرآن کا مقصد

حضراتِ گرامی قدر! جو ایمان والے ہیں انہیں نصیحت کرنا، اور جو کافر و مشرک ہیں انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرانا، نُزولِ قرآن کا بنیادی مقصد ہے؛ تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں، اپنے عقائد و نظریات کی اِصلاح کریں، باطل کو ترک کر کے حق کو اپنائیں، اور صراطِ مستقیم پر چلیں، نُزولِ قرآن کے اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[1] "یہ (قرآنِ کریم) لوگوں کو پہنچانا ہے؛ تاکہ وہ اس سے ڈرائے جائیں، اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ اللہ ایک ہی معبود ہے، اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں!"۔

ظاہر و باطن کی پاکیزگی

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج سوشل میڈیا (Social Media) اور انٹرنیٹ (Internet) کے باعث، نسلِ نَو کے بگڑتے اَخلاق اور ان کے ذہنوں پر ہونے والے منفی اَثرات کے سبب، ساری دنیا کے والدین پریشان ہیں، جنسی آوارگی کو اُبھارنے والی گندی ویڈیوز (Porn videos)، اور فحش ناچ گانوں کی نحوست سے نسلِ نو اور ہمارا مُعاشرہ اَخلاقی رَذائل کے گہرے دَلدل میں دَھنستا چلا جارہا ہے، ضرورت اس اَمر کی ہے کہ قرآنِ پاک کی تعلیمات کو بنیاد بنا کر اُن کا تزکیۂ نفس کیا جائے، ان کے اندر اپنے ظاہر و باطن کی اِصلاح اور پاکیزگی کا تصوُّر اُجاگر کیا جائے، کہ دینی و دُنیوی کامیابی و کامرانی کا راز اسی میں پنہاں ہے، اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے:

---

(١) پ١٣، إبراهيم: ٥٢.

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۙ‏ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا﴾(۱) "وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کرلیا، اور نامُراد ہوا جس نے اس کو (گناہوں میں) دَبائے رکھا"۔

یعنی کامیاب وہی ہے جس نے اپنے باطن کو پاک وستھرا کرلیا، لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ قرآنِ پاک کے اَحکام پر خود بھی عمل کریں، اور اپنی اَولاد کو بھی اس کی ترغیب دیں، قرآنِ کریم سے اپنا تعلّق مضبوط بنائیں، ہر کام میں اس سے رَہنمائی حاصل کریں، اور روزانہ سمجھ کر تلاوتِ قرآنِ پاک کو اپنا معمول بنائیں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرآنِ کریم کی بکثرت تلاوت کرنے، اور اس کے مَطالب ومَعانی سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں قرآنِ عظیم سے سچی محبت کی توفیق عطا فرما، اسے سیکھنے سکھانے کی سعادت نصیب فرما، قرآنِ مجید کو ہمارے دِلوں کی بہار، آنکھوں کا نور اور غموں کا مَداوا بنا، نیز ہمیں اپنے بچوں کو حافظِ قرآن بنانے کی سعادت عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) پ۳۰، الشمس: ۹، ۱۰.

فحش گوئی اور بدزبانی کی مذمّت

(جمعۃ المبارک ۱۲رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ - ۱۵/۰۴/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

فحش گوئی کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! دَورانِ گفتگو ایسا کلام کرنا جو سلیم الطبع اِنسان کو بہت ناگوار محسوس ہو، اور شریعتِ مُطہّرہ اُسے بُرا جانے، فحش گوئی کہلاتا ہے۔ علّامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہر وہ بات یا کام جو بہت زیادہ بُرا ہو، اسے "فحش" کہتے ہیں"[1]۔ اس میں بدکاری سے متعلق بیہودہ باتیں، گالی گلوچ، غیبت، چغلخوری اور میاں بیوی کا اپنی خلوَت کی کیفیت اور واقعات کو، دوسروں کے سامنے بطورِ لذّت بیان کرنا وغیرہ سب داخل ہے۔

---

(١) "المفرَدات" للأصفهاني، كتاب الفاء، فحش، صـ٦٢٦.

فحش گوئی کی مُمانعت

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں متعدّد مقامات پر، فحش باتیں یا کام کرنے، اور اُسے لوگوں میں پھیلانے سے منع فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ﴾[1] "(اے محبوب!) تم فرماؤ، کہ یقیناً اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾[2] "(یقیناً اللہ تعالی) بے حیائی اور بُری بات سے منع فرماتا ہے!"۔

فحاشی پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید

حضراتِ گرامی قدر! فحش اور بُری باتوں کا چرچا کرنے والوں، اور اسے پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾[3] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے!"۔

فحاشی اور بے حیائی سے متعلق حکمِ شرعی

عزیزانِ مَن! فحاشی اور بے حیائی زبان سے ہو یا عمل سے، بہرصورت حرام ہے، رب تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[4] "تم فرماؤ کہ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں، جو اِن میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں!"۔

---

(۱) پ۸، الأعراف: ۲۸.
(۲) پ ۱٤، النحل: ۹۰.
(۳) پ ۱۸، النور: ۱۹.
(٤) پ۸، الأعراف: ۳۳.

ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾[1]

"بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو اِن میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں"؛ "کیونکہ انسان جب کُھلے اور ظاہر گناہ سے بچے، اور چُھپے گناہ سے پرہیز نہ کرے، تو اس کا ظاہر گناہ سے بچنا بھی للّٰہیت سے نہیں، بلکہ لوگوں کو دکھانے اور ان کی بدگوئی سے بچنے کے لیے ہے، اور اللہ کی رِضا وثواب کا مستحق وہ ہے جو اللہ کے خوف سے گناہ ترک کردے"[2]۔

شیطان کی پیروی

حضراتِ ذی وقار! فحش گوئی یا بدزبانی، شیطان کی پیروی کے مترادِف ہے، اللہ ربّ العالمین عزّوجلّ اس کی مُمانعت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾[3] "شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو (یعنی اس کی پیروی نہ کرو)، یقیناً وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے!"۔

ہنسی مذاق میں فحش کلامی

حضراتِ گرامی قدر! اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ہنسی مذاق اور یار دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرتے وقت، بات بات پر گالی بکتے ہیں، یہ بہت ہی بُری عادت اور آدابِ گفتگو کے مُنافی ہے، حدیثِ پاک میں اسے شیطانی عمل اور جنّت سے دُوری کا باعث قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالْفُحْشُ وَالْبَذَاءُ مِنَ الشَّيْطَانِ،

(۱) پ۸، الأنعام: ۱۵۱.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۸، سورۂ انعام، زیرِ آیت: ۱۵۱، صـ۲۸۲۔
(۳) پ۲، البقرة: ۱٦۸.

«وَهُمَا يُقَرِّبَانِ مِنَ النَّارِ، وَيُبَاعِدَانِ مِنَ الْجَنَّةِ»[1] "بے حیائی اور بُرے کلام کا تعلق شیطان سے ہے، یہ دونوں جہنّم سے قریب، اور جنّت سے دُور کرتے ہیں!"۔

اللہ کے ناپسندیدہ اُمور

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! فحش گوئی، بدزبانی اور بے حیائی پر مبنی تمام اُمور، اللہ عزّوجلّ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہیں، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَاللهِ إِنِّي لَأَغَارُ! وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ غَيْرَتِهِ نَهَى عَنِ الْفَوَاحِشِ»[2] "اللہ کی قسم! میں غیرتمند ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیّور (غیرت والا) ہے، اور اسی لیے اُس نے فحش (بے حیائی کے) کاموں سے منع فرمایا ہے"۔

فحش گوئی ... جہنّم میں لے جانے والا ایک بڑا سبب

میرے محترم بھائیو! فحش گوئی ایک ایسا قبیح فعل ہے، کہ اس کا ارتکاب کرنے والا جہنّم میں جائے گا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَالبَذَاءُ مِنَ الجَفَاءِ، وَالجَفَاءُ فِي النَّارِ»[3] "فحش گوئی جفا (ظُلم) کا حصہ ہے، اور جفا کرنے والا دوزخ میں جائے گا"۔

مؤمن کی پہچان

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ،

---

(١) "المعجم الكبير" باب الصاد، ر: ٧٤٨١، ٨/ ٩٦.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٨٣٢١، ١٤/ ٦٩.

(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في الحياء، ر: ٢٠٠٩، صـ٤٦٣.

وَلَا الفَاحِشِ، وَلَا البَذِيِّ»[1] "مؤمن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور بُرا کلام کرنے والا نہیں ہوتا"۔

دینِ اسلام کا اظہارِ لاتعلقی

حضراتِ محترم! جو شخص فحش گوئی اور بداَخلاقی کا عادی ہے، اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ»[2] "یقیناً بے حیائی اور بیہودہ گوئی کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔

فحش گوئی... نفاق کا ایک شعبہ ہے

فحش گوئی کو حدیثِ پاک میں نفاق کا شعبہ قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالبَذَاءُ وَالبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ»[3] "بدگوئی اور کثرتِ کلام، نِفاق کے دو۲ شعبے ہیں"۔

فحش گو... اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے

حضرت سیّدنا ابودَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ؛ فَإِنَّ اللهَ تعالَى لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ»[4] "بروزِ قیامت مؤمن کے میزان میں،

---

(١) المرجع نفسه، باب ما جاء في اللعنة، ر: ١٩٧٧، صـ٤٥٨.

(٢) "مسند الإمام أحمد" حديث جابر بن سَمُرَة، ر: ٢٠٨٣١، ٣٤/ ٤٢٢.

(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في العي، ر: ٢٠٢٧، صـ٤٦٧.

(٤) المرجع نفسه، باب ما جاء في حسن الخلق، ر: ٢٠٠٢، صـ٤٦٢.

سب سے بھاری اور وزنی چیز حُسنِ اَخلاق ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی کرنے والے کو ناپسند فرماتا ہے!" یعنی اللہ تعالیٰ ہر فحش گو، بداَخلاق، بدکردار، بدکلام اور بے حیا شخص سے اظہارِ ناپسندیدگی فرماتا ہے۔

فحش گوئی کا وائرس

حضراتِ گرامی قدر! بدقسمتی سے آج ہمارے مُعاشرے میں فحش گوئی کا وائرس (Virus) خطرناک حد تک سرایت کر چکا ہے، نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنی نجی محافل میں لذّت کے حُصول کے لیے، عموماً شہوَت انگیز باتیں کرتے، اور ایک دوسرے کو گندے قصے کہانیاں سناتے دکھائی دیتے ہیں، یہ ایک ایسی تباہ کُن اور منفی عادت ہے، جو یار دوستوں کی بُری صحبت کے نتیجے میں، بہت جلد دوسروں تک منتقل ہوتی ہے، لہٰذا اَخلاقیات پر اثر انداز ہونے والی ایسی بُری صحبت سے بچ کر رہیں، اور ہمیشہ نیک اور اچھے لوگوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی عادت اپنائیں۔

حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً خَبِيثَةً»[1] "اچھے اور بُرے دوست کی مثال، مُشک اُٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو تم کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جَلا دے گا، یا تم اس کی صحبت سے بد بو پاؤ گے"۔

(١) "صحيح ابن حِبّان" كتاب البرّ والإحسان، ر: ٥٦٢، صـ١٤٧.

بدزبانی ... خرابی وہلاکت کا باعث ہے

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام میں فحش گوئی کی طرح، بدگوئی یا بدزبانی کی بھی بڑی مُمانعت فرمائی گئی ہے، ہر وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی کی دل آزاری کرتا ہے، کسی بات پر اُسے طعنہ دیتا ہے، اس کی عیب جُوئی اور غیبت کرتا ہے، بے جا غصّہ کر کے اسے ڈانٹ ڈپٹ یا گالی گلوچ کرتا ہے، وہ اس عادتِ بد کا شکار ہے، یہ ایک ایسی قبیح عادت ہے جو بروزِ محشر خرابی وہلاکت کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾[1] "خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب (جُوئی) کرے، پیٹھ پیچھے بدی (غیبت) کرے!"۔

کسی مسلمان کی توہین، یا مذاق اڑانے کا گناہ

برادرانِ اسلام! اپنے قول یا فعل سے کسی مسلمان کا مذاق اڑانا، اس کا نام بگاڑنا، بے قصور ستانا، توہین وتذلیل اور طعن وتشنیع کرنا، یا اس کی ہنسی بنانا، کتنا بڑا گناہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ ربّ العزّت عَزَّوَجَلَّ نے اسے قرآنِ پاک میں حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! مرد مَردوں کی ہنسی نہ بنائیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں! اور نہ عورتیں عورتوں کی، دُور نہیں

---

(۱) پ۳۰، الهمزة: ۱.
(۲) پ۲۶، الحجرات: ۱۱.

کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں! اور آپس میں طعنہ نہ دو! اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو! کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہوکر فاسق کہلانا! اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾[1] "جو ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو بے قصور ستاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیا"۔

مسلمان کو گالی دینا فِسق وہلاکت کا باعث ہے

عزیزانِ محترم! گالی گلوچ کی صورت میں کسی مسلمان سے بدزبانی کرنا فِسق ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»[2] "مسلمان کو گالی دینا فِسق، اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہ نے مرفوعًا روایت فرمایا: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ كَالْمُشْرِفِ عَلَى الْهَلَكَةِ»[3] "مسلمان کو گالی دینا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادِف ہے"۔

مسلمان کا شیوہ

عزیزانِ مَن! اپنی زبان یا کسی عمل سے، اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچانا، کسی مسلمان کا شیوہ نہیں، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم

(١) پ٢٢، الأحزاب: ٥٨.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، ر: ٤٨، صـ١١.

(٣) "الترغيب والترهيب" كتاب الأدب وغيره، ر: ٤٢٠٦، ٣/ ٣١١.

ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ»(۱) "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے، اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے!"۔

مسلمان کی عزّت وآبرُو پامال کرنا

حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»(۲) "ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزّت (وآبرُو پامال کرنا) حرام ہے!"۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزّت وحرمت کا خیال رکھے، بلاوجہِ شرعی اُسے اَذیت نہ پہنچائے۔

کسی مسلمان کی غیبت... ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے

حضراتِ ذی وقار! بدزبانی وبدگوئی کرکے اپنے مسلمان بھائی کی عیب جُوئی کرنا، یا اس کی غیبت کرنا، آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»(۳) "اے وہ لوگو جو صرف اپنی زبان سے اسلام لائے! اور ابھی ایمان اُن کے دِلوں میں داخل نہیں ہوا!

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصلة والآداب، ر: ٦٥٤١، صـ١١٢٤.

(۲) المرجع نفسه.

(۳) "سنن أبي داود" کتاب الأدب، باب في الغِيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اُن کی عیب جُوئی نہ کرو، جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر فرمادے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب ظاہر فرمادے، وہ اپنے گھر میں بھی ذِلّت وخواری سے نہیں بچ سکتا!!"۔

مسلمان کی اعلیٰ صِفات

میرے محترم بھائیو! زبان کی حفاظت اور اس کا دُرست استعمال مسلمان کی صِفات میں سے ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»[1] "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں!"۔

ایک روایت میں حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! کونسا اسلام افضل ہے؟ (یعنی کون اچھا مسلمان ہے؟) رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»[2] "جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں!"۔

جنّت کی ضمانت

حضراتِ گرامی قدر! زبان کی بے احتیاطی، بدگوئی اور بدزبانی کی عادت ڈالتی ہے، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بدزبانی سے محفوظ رکھے، اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جنّت کی بِشارت ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، ر: ١٠، صـ٥.
(٢) المرجع نفسه، باب: أيّ الإسلام أفضل؟ ر: ١١.

الْجَنَّةَ!»[1] "جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان)، اور دونوں پیَروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اُسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں!"۔

نُصرتِ الٰہی کا وعدہ

میرے محترم بھائیو! کسی مسلمان کو تکلیف واِیذا دینا، اس کی دل آزاری کرنا، اسے گالیاں نکالنا، اس کی غیبت کرنا، اور اس کے عیبوں کو لوگوں میں مشہور کرنا، شرعًا ناجائز وحرام ہے، اور اگر کوئی اس اَمرِ حرام کا ارتکاب کر رہا ہو، تو دوسرے مسلمان بھائی کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزّت وناموس کی حفاظت کرے، اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی مدد کرے، جو شخص اَیسا کرے گا، اس کے لیے نہایت مشکل وقت میں نصرتِ الٰہی کا وعدہ ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ اور حضرت سیّدنا ابو طلحہ بن سَہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِماً فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ، إِلَّا نَصَرَهُ اللهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ»[2] "جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے، جہاں اس کی عزّت میں کمی کی جا رہی ہو، اس کی آبرُو ریزی کی جا رہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں اُسے اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی!"۔

---

(١) المرجع السابق، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ر: ٦٤٧٤، صـ١١٢٣.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، ر: ٤٨٨٤، صـ٦٨٩.

فحش گوئی اور بدزبانی کے نقصانات

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! فحش گوئی اور بدزبانی بہت بُری عادات ہیں، دنیا وآخرت میں اس کے بڑے نقصانات ہیں، فحش گوئی اور بدزبانی کرنے والا شخص، اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّم اس سے ناراض ہوتے ہیں، فسق ونِفاق جیسی صفاتِ بد اُس کے مزاج کا حصّہ بن جاتی ہیں، وہ شیطان کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، تباہی، بربادی اور ہلاکت اس کا مقدّر ٹھہرتی ہے، دینِ اسلام اس سے لاتعلق ہوتا ہے، اور وہ دنیا وآخرت کی خیر و بھلائی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

لہٰذا اپنی عزّت ووقار کی بحالی اور دنیا وآخرت کی بہتری کی خاطر، فحش گوئی اور بدزبانی سے بچیں، بداَخلاقی سے اجتناب کریں، حُسنِ اَخلاق کی عادت ڈالیں، بُری صحبت سے بچیں، اپنے قول وفعل کو اسلامی تعلیمات کے مُطابق بنائیں، اور اس بات کو کبھی فراموش نہ کریں کہ ہم دن کے اُجالے یا رات کی تاریکی میں، جو بھی اچھی یا بُری گفتگو کرتے ہیں، اسے بحکمِ الٰہی ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾[1] "انسان منہ سے جو بھی بات نکالتا ہے، اس کے پاس ایک مُحافظ (فرشتہ لکھنے کو) تیار بیٹھا ہوتا ہے"۔

لہٰذا کسی کی غیبت، چُغلی، عیب جُوئی، طعنہ زنی، فحش گوئی، بُرائی اور بدزبانی وبدکلامی سے مکمل اجتناب کریں، اور اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں، کہ ہم جو بھی گفتگو یا بات کریں گے، وہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ کر بروزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں پیش

---

(۱) پ۲٦، ق: ۱۸.

کی جائے گی، اور اُسے تمام مخلوقات کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے گا، اُس وقت حضور نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیائے عظام، فقہاء و مجتہدین، محدّثین و حُفّاظ، اساتذہ و مشایخ، ہماری اَولاد اور ماں باپ سب مَوجود ہوں گے، اگر ہمارے نامۂ اعمال میں فحش گوئی و بدزبانی جیسے گناہ ہوئے، تو اُس وقت ہمیں کتنی ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا!! ہمیں چشمِ تصوُر سے اس بات کو ضرور سوچنا چاہیے، اور بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پختہ توبہ کرنی چاہیے، اللہ کریم بڑا غفور، رحیم اور مہربان ہے، وہ یقیناً ہمیں مُعاف فرمادے گا!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں زبان کی آفتوں اور لغزشوں سے بچا، فحش گوئی اور بدزبانی سے محفوظ فرما، حُسنِ اَخلاق اور حُسنِ کلام کی دَولت عطا فرما، اپنے مسلمان بھائیوں کی دِل آزاری اور عیب جُوئی سے بچا، انہیں طعنہ دینے اور ان کے عیبوں کو اُچھالنے سے محفوظ رکھ، ہمیں نیک صالح اور اچھا مسلمان بنا، دنیا وآخرت میں ہماری پردہ پوشی فرما، اور ہمیں ذِلّت ورُسوائی سے بچا، آمین یاربّ العالمین!۔

علماء کا مقام اور انہیں در پیش مسائل

(جمعۃ المبارک ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ - ۲۲/۰۴/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

علمائے دین کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ محترم! اِسلام میں علمائے دین کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، یہ حضرات قوم کے رَہبر ورَہنما ہیں، امّت کی امامت وپیشوائی ان کا وصف، مَنصب اور شِعار ہے، ان کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾[1] "وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا (رہبر ورَہنما) بنا"۔ یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار، عابد وخدا پرست بنا، کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں،

(۱) پ ۱۹، الفرقان: ۷٤.

اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتداء کریں[1]۔

علم کا وصف ان حضرات کی شخصیت کو، عام لوگوں سے ممتاز ومنفرِد بناتا ہے، جس کے سبب انہیں دنیا وآخرت میں نمایاں مقام اور درجات حاصل ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[2] "اللہ تمہارے ایمان والوں، اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے"۔

علماء کے مقام ومرتبہ کو دنیا پر واضح کرنے کے لیے ہر خاص وعام، امیر وغریب، اور حاکم ومحکوم کو اُن سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[3] "اگر تمہیں علم نہیں تو علماء سے پوچھو!"۔

اَحادیثِ مبارکہ میں بھی علماء کا بڑا مقام بیان کیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ الله وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ»[4] "خبردار رہو! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سوائے ذکرِ الٰہی اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے، اور عالِم دین اور طالبِ علم کے، سب کچھ ملعون ہے"۔

علماء کا حق نہ پہچاننے والے کے لیے وعیدیں

برادرانِ اسلام! علماء وارثِ انبیاء ہیں، ان کا حق بہت بڑا ہے، جو اِن کا حق نہ پہچانے اُس کے لیے بڑی وعیدیں ہیں، حضرت سیّدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۷۴، صـ۶۸۰۔
(٢) پ٢٨، المجادلة: ١١.
(٣) پ١٤، النحل: ٤٣.
(٤) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، باب منه، ر: ٢٣٢٢، صـ٥٣٢.

سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: (١) ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ، (٢) وَذُو الْعِلْمِ، (٣) وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ»[1] "تین ۳ قسم کے لوگ ایسے ہیں، جن کے حق کو مُنافق کے سوا کوئی ہلکا نہیں جانے گا: (۱) وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا، (۲) عالمِ دین، (۳) اور عادِل بادشاہ"۔

حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامِت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلّ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حقَّهُ!»[2] "جو شخص ہمارے بڑوں کی تکریم نہ کرے، چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے، وہ میری اُمّت میں سے نہیں!"۔

علماء سے بُغض وعداوت کا اِظہار

میرے عزیز دوستو! جو لوگ چند ڈالروں (Dollars) اور دنیاوی مَفادات کے لالچ میں، علماء سے بُغض وعداوت کا اِظہار کرتے ہیں، انہیں خبردار رہنا چاہیے، کہ انہیں دنیا ہی میں چار ۴ مختلف نَوعیت کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا أَبْغَضَ المسلمُونَ عُلَمَاءَهُمْ، وَأَظْهَرُوا عِمَارَةَ أَسْوَاقِهِمْ، وَتَنَاكَحُوا عَلَى جَمْعِ الدَّرَاهِمِ، رَمَاهُمُ اللهُ عزّوجلّ بِأَرْبَعِ خِصَالٍ: (١) بِالْقَحْطِ مِنَ الزَّمَانِ، (٢) وَالْجَوْرِ مِنَ السُّلْطَانِ، (٣) وَالْخِيَانَةِ مِنْ وُلَاةِ الْأَحْكَامِ،

(١) "المعجم الكبير" عبيد الله بن زحر عن علي بن يزيد، ر: ٧٨١٩، ٨/ ٢٠٢.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، ر: ٢٢٨١٩، ٨/ ٤١٢.

(٤) وَالصَّوْلَةِ مِنَ الْعَدُوِّ!»[1] "جب اُمّتِ مسلمہ اپنے علماء سے بُغض وعداوَت رکھنے لگے، بازاروں کی عمارتیں بلند وبالا بنانے لگیں، اور (دینداری کے بجائے) مالداری کی بنیاد پر شادی بیاہ ہونے لگیں، تو اللہ عزّوجلّ اُن پر چار ۴ قسم کے عذاب بھیجے گا: (۱) زمانے کی طرف سے قحط سالی، (۲) بادشاہ کی طرف سے ظلم وزیادتی، (۳) والیانِ حُکّام کی جانب سے خیانت، (۴) اور دشمنوں کی طرف سے حملے!"۔

علماء کو دَرپیش مسائل

حضراتِ گرامی قدر! دنیا بھر کے علمائے دین کو، آج طرح طرح کے مسائل اور چیلنجز (Challenges) کا سامنا ہے، انہیں مُعاشرے کا تنگ نظر اور قدامَت پسند فرد خیال کیا جاتا ہے، انہیں دنیا کی ترقی میں حائل رکاوَٹ سمجھا جاتا ہے، انہیں آگے بڑھنے کے مَواقع فراہم نہیں کیے جاتے، ان کے حُصولِ تعلیم اور دینی مدارِس کے قیام میں رکاوَٹیں کھڑی کی جاتی ہیں، تبلیغِ دین کے سلسلے میں بیرونِ ملک سفر پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں، انہیں سرکاری ملازمتوں سے محروم رکھا جاتا ہے، انہیں بحیثیت معزّز شہری کالعدم قرار دے کر سیاسی جدوجہد سے روکا جاتا ہے، ان کی میڈیا کورِیج (Media Coverage) پر پابندی لگائی جاتی ہے، اور ذرائعِ اِبلاغ کے ذریعے ان کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ (Propaganda) کرکے، یہود ونصاریٰ کی نظر میں اَہمیت حاصل کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے، اُن سے شاباش وصول کی جاتی ہے!۔

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٩٢٣، ٨/ ٣٦١.

علمائے دِین کی توہین، تذلیل اور کردار کشی

حضراتِ گرامی قدر! ہر مذہب میں علماء کو ایک خاص درجہ حاصل ہے، ان کے مقام ومرتبہ کے پیشِ نظر مُعاشرے میں، انہیں ادب، احترام اور عزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، لیکن آج ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت، مسلم علمائے دِین کی توہین وتذلیل کی جارہی ہے، ان کا سیاسی، سماجی، مذہبی اور مُعاشی استحصال کیا جارہا ہے، دینی مدارِس میں اِصلاحات کے نام پر انہیں تنگ کیا جارہا ہے، انتہا پسندی اور دہشتگردی کے مقدّمات قائم کرکے انہیں گرفتار کیا جارہا ہے، ان کے نام فورتھ شیڈول (Fourth Schedule) میں ڈالے جارہے ہیں، ان کے اہل وعِیال کے ساتھ بدتمیزی کی جارہی ہے، ان پر طرح طرح سے تشدُّد (Torture) کرکے ذہنی وجسمانی اَذیت دی جارہی ہے، ملک کو سیکولر ریاست (Secular State) بنانے کے لیے انہیں سیاسی دھارے سے دُور رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، دباؤ اور قید وبند کی صُعوبتوں کے ذریعے، ان کی سیاسی ومذہبی وابستگیاں اور وفاداریاں تبدیل کروائی جارہی ہیں، ان کے مقام ومرتبہ اور مَنصب کو بالائے طاق رکھ کر، دجّالی میڈیا انہیں مُعاشرے کا انتہائی ناپسندیدہ فرد ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے!!۔

میرے محترم بھائیو! علمائے دین کی توہین، تذلیل اور کردار کشی کا یہ سلسلہ، یہود ونصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جارہا ہے، ورنہ آپ خود ہی بتائیے کہ قرآن وحدیث میں علماء کا جو مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے، اسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے، کیا کوئی حقیقی مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرسکتا ہے؟! بحیثیت مسلمان کیا

شریعت ہمیں اس بات کی اجازت دیتی ہے، کہ ہم ان کی توہین کریں؟! یا انہیں کسی بھی نَوعیت کی اَذیت پہنچائیں؟ ہرگز نہیں!۔

کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانے کا گناہ

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام بلاوجہِ شرعی جب کسی عام مسلمان کو اَذیت اور تکلیف پہنچانے کی اِجازت نہیں دیتا، تو علمائے دین کی توہین کرنے، یا انہیں تکلیف پہنچانے کی اِجازت کیسے دے سکتا ہے؟ حضرت سیّدنا عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آذَى مُسْلِماً فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ!»[1] "جس نے کسی مسلمان کو اَذیت دی، اس نے مجھے (یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو) اَذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اَذیت دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی!"۔

میڈیا وار کے ذریعے علماء کی مخالفت اور ان پر بے جا تنقید

عزیزانِ مَن! بحیثیت مذہبی طبقہ، علماء کو جن مسائل کا سامنا ہے، میڈیا جنگ (Media War) اُن میں سے ایک ہے، کفر واِلحاد اور یورپی طرزِ فکر سے متاثر سیکولر اور لبرل طبقہ (Secular and Liberal Class) اور بعض صحافی حضرات، میڈیا (Media) کے ذریعے علمائے دین کی بے جا مخالفت، اور اُن پر تنقید کرنے میں پیش پیش ہیں، یہ لوگ علماء پر تنقید اور اُن سے بُغض کا اِظہار کرنے کا، کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اپنی چَرب زبانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر، اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لوگ فوراً یقین کرنے پر مجبور ہوتے ہیں،

---

(۱) "المعجم الأوسَط" باب السين، من اسمه سعيد، ر: ۳۶۰۷، ۲/ ۳۸۷.

حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "قیامت کے قریب چند سال دھوکا اور فریب کے ہوں گے، ان میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خِیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا، اور ان میں رُوَیبضہ بات کریں گے" عرض کی گئی: رُوَیبضہ کون ہیں؟ فرمایا: «الْمَرْءُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[1] "گھٹیا قسم کے لوگ عوام الناس کے اہم مُعاملات میں اپنی طرف سے رائے زنی کریں گے!"۔

آج ہمارے ملک کے اکثر ٹی وی چینلز (TV Channels) اسی دَجّالی مشن پر کاربند ہیں۔ لہٰذا اپنے علماء پر یقین رکھیں، ان کے ادب واحترام اور عزّت میں کوئی کمی نہ آنے دیں، اور ایسے لوگوں کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں، نیز مستقبلِ قریب میں نئے آنے والے علماء کو ایسی تعلیم وتربیت دیں، کہ وہ میڈیا ہی کی زبان میں اُنہیں جواب دے سکیں، اور مسلمان علماء اور دینِ اسلام کے خلاف، دشمن کی ہر سازش کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں!۔

علمائے دین کو بے توقیر کرنے کی سازش

برادرانِ اسلام! بحیثیت مسلمان سوچنے کی بات ہے، کہ علماء کو بے توقیر (D Grade) اور بے وُقعت کرنے کا یہ سلسلہ کیوں چلایا جارہا ہے؟ اس مذموم کھیل

(۱) "مسند البزّار" مسند عَوف بن مالك رضي الله عنه، ر: ۲۷۴۰، ۷/ ۱۷٤.

اور سازش کے پیچھے کن اَہداف کی تکمیل مقصود ہے؟ دن ہو یارات علمائے دین اور اہلِ علم حضرات کی یہ کردارکشی بلاوجہ نہیں! یہود و نصاری، سیکولر اور لبرل طبقہ(Secular and Liberal Class)، دین بیزار قوّتیں (Disgusting Forces with Religion)، دنیا میں شیطانی راج کے حامی، اور فری میسن تنظیم(Free Masonry Organization) یہ نہیں چاہتی، کہ مذہبی طبقہ یا علمائے دین سیاسی مُعاملات میں حصّہ لیں، یا کسی ملک میں حکومت کریں، وہ مذہب کو سیاست سے الگ کرنا چاہتے ہیں، پہلے پہل یورپی سیاست میں بھی چرچ کا بڑا عمل دخل ہوا کرتا تھا، لیکن ان شیطانی قوّتوں نے سیکولرازم (Secularism) کے نام پر، چرچ کو سیاست و حکومت سے جدا کر پھینکا؛ تاکہ ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں مذہبی تعلیمات آڑے نہ آسکیں!۔

یہی دجّالی گروہ پاکستان میں بھی یورپی طرز کا سیکولر نظامِ حکومت چاہتا ہے، ان کی شدید خواہش اور پلاننگ (Planning) ہے، کہ پاکستانی علماء اور اہلِ دین کو دائرۂ سیاست سے نکال باہر کیا جائے؛ کیونکہ موجودہ حالات میں سیاست ہی وہ راستہ ہے، جس کے ذریعے قانون سازی اور حکومتی اُمور چلائے اور سنبھالے جاسکتے ہیں، لہٰذا اگر دینی طبقے کے لیے سیاست کو شجرۂ ممنوعہ قرار دے دیا جائے، تو ملکی قانون سازی میں بھی اُن کا کوئی عمل دخل نہیں رہے گا!۔

آپ حضرات خود ہی بتائیے، کہ جب مسجد و مدرسہ سے تعلّق رکھنے والے علمائے دین، پارلیمنٹ(Parliament) یا ایوانِ اقتدار کا حصّہ نہیں ہوں گے، تو پھر علمائے دین اور دیگر مذہبی طبقہ، جتنا چاہے سڑکوں پر آکر احتجاج کرلیں، ملکی معیشت کا پہیہ جام کردیں، دھرنے دے دے کر ہلکان ہولیں، بڑے بڑے لانگ مارچ(Long

(March) نکال لیں، وہ حکومت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بلکہ اپنے جائز دینی آئینی مطالبات کے ذریعے بھی، حکومتی پالیسیوں اور قانون سازی پر بالکل اثر انداز نہیں ہوسکتے!۔

جانِ برادر! علمائے کرام اور دینی طبقے کو بے وُقعت و بے توقیر کرنے، اور انہیں متنازعہ بنانے کی مذموم کوششوں کے پسِ پردہ یہی عوامل اور عزائم کار فرما ہیں، دجّالی میڈیا اور دین دشمن گروہ یہ چاہتے ہیں، کہ لوگ علماء سے متنفّر ہوکر ان سے دُور ہوجائیں؛ تاکہ ہمارے شیطانی عزائم کو بے نقاب کرنے والا، عوام کی درست رَہنمائی کرنے والا، اور انہیں حق وباطل کی پہچان کرانے والا کوئی نہ رہے! ہم جو چاہیں کریں، کوئی پوچھنے والا نہ ہو! ہم دنیا کو اپنے اشاروں پر نچائیں، اُن کی ملکی پالیسیاں اور قوانین ہم بنائیں، ان کے پٹرول (Petrol)، بجلی (Electricity)، گیس (Gas)، مصنوعات، اور اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں کا تعیّن ہم کریں، نیز اُن کی معیشت کو سہارا دینے یا تباہ کرنے کا سارا اختیار صرف ہمارے پاس ہو!!

یہ ہے اُن شیطانی طاقتوں کا اصل ہَدَف، جسے حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے علماء اور دینداروں کو راستے سے ہٹانا بہت ضروری ہے!!۔

دجّالی میڈیا کا کردار

میرے عزیز دوستو! کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے، کہ میڈیا کی توپوں کا رُخ ہمیشہ علمائے دین اور مذہبی طبقے کی طرف ہی کیوں رہتا ہے؟ زَرد صحافت کے عَلَمبردار لفافہ صحافی، ہمیشہ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی تبصرے کیوں کرتے ہیں؟ جو نام نہاد دانشور، اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف بولتے ہیں، صرف انہیں حد درجہ کوریج (Coverage) کیوں دی جاتی ہے؟ علمائے حقّ کے بجائے ان دو نمبر فارمی

اسکالرز (Non-Professional Farmy Scholars) ہی کو کیوں پروموٹ (Promote) کیا جاتا ہے؟ اس لیے کہ یہ سب دنیا میں شیطانی راج چاہنے والوں کے پلان (Plan) کا ایک اہم ترین حصّہ ہے!!۔

لہٰذا آپ حضرات اپنے علمائے دین سے ٹوٹ کر محبت کیجیے، کسی بھی منفی پروپیگنڈہ (Propaganda) کا شکار ہو کر ان سے متنفّر نہ ہوں، اور اس بات کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں کہ علمائے کرام آپ کے دین، عقیدہ، عزّت آبرو اور کلچر (Culture) کے مُحافظ ہیں، اگر یہ نہ رہے تو تمہارا حال اُس بکری کی مانند ہو گا، جو اپنے ریوڑ سے بچھڑ کر بے یار و مدد گار رہ جاتی ہے، اور پھر بھیڑیے کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ یہ دین دشمن لوگ تمہیں ریوڑ سے الگ کرکے، تمہارا شکار کرنا چاہتے ہیں، تمہارے ایمان کو تباہ وبرباد کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ان سے بچ کر رہیں، اور ہمیشہ اپنے علماء کے ساتھ وابستہ رہیے! بصورت دیگر، ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں![1]

آج یورپ (Europe) کا حال آپ جانتے ہے! اُن کی مادر پدر آزادی اور بے راہ روِی سب کے سامنے ہے! ان کی یہ حالت ہمیشہ سے نہیں تھی، بلکہ ایک بہت بڑی سوچی سمجھی سازش کے تحت، اُن مساکین کو اس موجودہ انجام تک پہنچایا گیا ہے، حالانکہ اب بے چارے یورپی عوام (European People) خود بھی اپنے موجودہ معاشرتی، خاندانی اور ثقافتی حالات سے بیزار و پریشان ہیں، مگر ان لوگوں کے پاس اِس مایا

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، تصویرِ درد، حصہ اوّل، ص۷۹۔

جال (دھوکہ وفریب کے کھیل) سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں!۔ اللہ تعالی اُن پر اپنا خصوصی فضل وکرم فرما کر، اُن سب کو کفر والِحاد سے چھٹکارا عطا فرمائے! اور ایمان واسلام کے نور سے اُن کے اور ہمارے قلوب واَذہان کو منوّر فرمائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین!۔

دین بیزار شیطانی طاقتیں، بالکل وہی یورپی تجربہ اب وطنِ عزیز پاکستان، اور اس کی عوام پر بھی کرنا چاہتے ہیں، مگر اس راہ میں ان کے آگے سب سے بڑی دیوار اور رکاوٹ، علماء اور ان سے وابستہ دیندار طبقہ ہے، لہذا پہلے ان کا صفایا ہو، تب جاکر اگلے مرحلے کی باری آئے! ع

عقل منداں را اِشارہ کافی است!

یقین کریں! اگر آپ نے علمائے دین کو اپنا رَہبر ورَہنما بنالیا، تو یہ حضرات آپ کے ایمان کو اُن شیطانی بھیڑیوں سے بچالیں گے، اور دنیا وآخرت میں آپ کی خیر وبھلائی کے خواہاں بھی رہیں گے!۔

صحافتی اُصول وضوابط کی پامالی

عزیزانِ مَن! برائیاں آخر کس طبقے میں نہیں پائی جاتیں؟! آج پاکستان کے موجودہ حالات پر نظر دَوڑائیے، تو ہماری سیاست، عدالت، صحافت، قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں، اور وزارتوں سمیت کونسا ایسا شعبہ اور طبقہ ہے، جہاں انتہاء درجے کی کرپشن (Corruption) نہیں؟! سب سے زیادہ بُرا حال تو ہمارے سیاستدانوں کا ہے، روز بروز کرپشن (Corruption) میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، ملکی خزانہ کم سے کم تر ہوا جاتا ہے، ادائیگیوں کے باوُجود غیر ملکی قرضے کم ہونے کا نام نہیں

لیتے! وطنِ عزیز دیوالیہ ہونے کے قریب آچکا ہے! یہ سارا کاٹھ کباڑ آخر کن لوگوں کا کیا دھرا ہے؟ ہمارا میڈیا(Media) حقیقت سے واقف ہونے کے باوُجود، اُن لوگوں کا پردہ کیوں چاک نہیں کرتا؟! ان کے کردار پر سوال کیوں نہیں اٹھاتا؟!

اسی طرح ہمارے ملک میں جتنے بھی بیوروکریٹس(Bureaucrats)، آرمی جنرلز(Army Generals)، ججز (Judges)، لینڈ مافیا گروپس(Land Mafia Gang)، اور صحافت کے نام پر دھبہ قسم کے لوگ ہیں، میڈیا ان کے خلاف کھل کر بات کیوں نہیں کرتا؟ بڑے بڑے وزراء اور اعلیٰ عہدوں پر براجمان کرپٹ عناصر (Corrupt Elements)کے خلاف بات کرتے ہوئے، ان کے پَر کیوں جلتے ہیں؟! کیوں ان کے لیے ہمیشہ دبے الفاظ اور ذو معنی جملے استعمال کیے جاتے ہیں؟!

اتنی بے باک اور حق وصداقت پر مبنی، پیشہ ورانہ اور مخلصانہ صحافت، شاید ان حضرات سے ممکن ہی نہیں؛ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ دینی طبقے کی طرح یہ بڑے بڑے ہاتھی اور مگرمچھ، کوئی آسان ہدف یا حلوہ نہیں! اگر ان کے خلاف بات کی تو اینٹ کا جواب پتھر سے آئے گا! پروگرام کی بندش کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے! یا پھر ٹی وی چینل(TV Channel) کا لائسنس(License) بھی منسوخ(Cancel) ہوسکتا ہے!۔

خود ٹی وی چینلز(TV Channels) کے مالکان کا حال یہ ہے، کہ کرپشن (Corruption)، لُوٹ کھسوٹ اور بدعنوانی کی بھرمار میں خود ایک عنوان ہیں، غیر قانونی کاروبار کرنے والوں کو بلیک میل(Black Mail) کرکے، اُن سے لاکھوں روپے بٹورنا، جو کاروباری شخص اِن کی بات ماننے سے انکار کردے، اس کے خلاف بے بنیاد رپورٹنگ(Baseless Reporting) کرواکر اس کا سارا بزنس(Business)

تباہ و برباد کر دینا! آخر یہ سب کیا ہے؟ اور کب تک چلتا رہے گا؟!

حق و صداقت کا نام نہاد علمبردار میڈیا (Media) اور صحافی حضرات، اپنے میڈیا مالکان کی اس کرپشن (Corruption) اور رشوت ستانی کو منظرِ عام پر کیوں نہیں لاتے؟ ان کے خلاف آواز بلند کیوں نہیں کرتے؟ ان کی بدعنوانیوں کو سامنے کیوں نہیں لاتے؟ اگر یہ لوگ واقعی حق و صداقت کے نشے میں مخمور ہیں، تو چاہیے کہ اپنے میڈیا مالکان کے خلاف بھی بریکنگ نیوز (Breaking News) چلائیں! ان کے خلاف بھی پرائم ٹائم (Prime Time) کے ٹاک شوز (Talk Shows) میں تبصرے و تجزیے کریں! اگر ہمت ہے تو علمائے دین کی طرح خود اپنے مالکان کی بھی آبرُو ریزی اور کردار کشی کر کے دکھائیں، پھر خود ہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا! اور پھر یقیناً اپنی اوقات بھی خوب معلوم ہو جائے گی!۔

لیکن یہ حضرات ایسا کبھی نہیں کریں گے؛ کیونکہ ان کا سارا زور صرف علمائے دین اور مذہبی طبقے پر ہی چلتا ہے، وہی ان کے لیے آسان اور کمزور ہدف ہیں، یہ خوب جانتے ہیں کہ دینِ اسلام اور مذہبی لوگوں کے خلاف بات کرنے سے سیکولر اور لبرل طبقہ (Secular and Liberal Class) کتنا خوش ہوتا ہے! این جی اوز (NGOs) اور کمرشلز (Commercials) کے نام پر یہود و نصاریٰ کی طرف سے کتنی فنڈنگ (Funding) ہوتی ہے!۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارے ٹی وی چینلز (TV Channels) پر فلموں اور ڈراموں کے ذریعے، سیکولرازم (Secularism) اور لبرل اِزم (Liberalism) کو پروان چڑھائے جانے کے پیچھے، اسی غیر ملکی فنڈنگ

(Funding) کا ہاتھ ہے، اکثر میڈیا مالکان اور صحافی حضرات مال ودَولت کی حرص میں اپنا ایمان، اپنا وطن، اپنا قومی تشخص، اپنی عزّت ووقار اور غیرت وحمیت سب داؤ پر لگا کر خوب بھاؤ وصول کر چکے ہیں، انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں، کہ ان کے ایک غلط پروگرام(Program)، ڈرامہ(drama) یا فلم(Movie) سے کتنے مسلمانوں کا ایمان تباہ ہوتا ہے؟! کتنوں کا جوشِ ایمانی سرد پڑتا ہے؟! کتنے لوگ مذہب اور علمائے دین سے بدظن ہوتے ہیں؟! انہیں صرف اور صرف پیسہ بنانے سے مطلب ہے اور بس!۔

ہمارے علماء کی مُعاشی بدحالی

رفیقانِ ملّت اِسلامیہ! آج بہت سے لوگ، علمائے دین پر تنقید کرتے اور ان سے مختلف توقُّعات رکھتے ہیں کہ "علماء میں یہ یہ خوبیاں ہونی چاہئیں، یا علماء فُلاں کام یوں کریں، ان کا تعلیمی نصاب ایسا ہونا چاہیے، ان کی تعلیم وتربیت میں فُلاں فُلاں اُمور کو پیشِ نظر رکھا جانا چاہیے، ان کی کتابوں میں اندازِ تحریر یوں ہونا چاہیے، یا محراب ومنبر سے وابستہ علمائے دین، ائمہ حضرات اور مولوی صاحبان پُرانے واقعات سُنانے کے بجائے، حالاتِ حاضرہ (Current Affairs) پر اظہارِ خیال فرمائیں" وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح جب کسی مسجد، مدرسہ یا دینی ادارے میں علماء کا تقرُّر کیا جاتا ہے، تو ان کی تعلیمی قابلیت اور تجربے کو بہت اَہمیت دی جاتی ہے، دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی دُنیوی تعلیم کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا ہے، ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ بطور امام، یا مدرِّس، یا محقِّق جس عالمِ دین کا تقرُّر کیا جائے، قابلیت کے ساتھ ساتھ اُس کی شخصیت (Personality)، اندازِ گفتگو، عادات واَطوار، وقت کی پابندی، طریقۂ تدریس واِمامت اور اندازِ تحقیق وتصنیف، ہر چیز کامل (Perfect) ہونی چاہیے،

اس میں کسی قسم کی کوئی کمی یا کوتاہی کی گنجائش نہیں رکھی جاتی۔

جبکہ عملی طَور پر ہمارا حال یہ ہے، کہ اگر کوئی عالمِ دِین کہیں اِمامت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، تو مسجد کمیٹی کے بعض اَفراد کا امام صاحب کے ساتھ رویہ نہایت سخت ہوتا ہے، بعض جگہ امام صاحب کو گھریلو مصروفیات کے باعث، ماہانہ بنیاد پر ایک بھی چھٹی کرنے کی اِجازت نہیں دی جاتی، امام صاحب کبھی ایک آدھ منٹ مسجد میں تاخیر سے پہنچیں، تو انتظامیہ کے بعض افراد سمیت کچھ نمازی حضرات بھی ان کی بے عزّتی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

عالمِ دین اگر کسی مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہا ہے، تو اسے بھی وقتاً فوقتاً عدمِ اطمینان کا اِظہار کر کے، نوکری سے نکالے جانے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی عالمِ دین کسی دینی ادارے سے وابستہ ہے، تو وہاں معمولی معمولی باتوں کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اور اگر اس کا کام اچھا ہو تو حوصلہ اَفزائی کے دو ۲ بول بولنے سے بھی گریز کیا جاتا ہے، کہ مُبادا کہیں تنخواہ میں اضافے کا مُطالبہ ہی نہ کر دے۔

بارہا مُشاہدے میں آیا ہے کہ جب بھی کسی عالمِ دین، امام مسجد یا مُدرِّس کی تنخواہ یا مُشاہرہ میں اضافہ کا موضوع چھیڑا گیا، تو مسجد کمیٹی، مدرسہ انتظامیہ اور دینی مراکز (Religious Centers) کے ذِمّہ داران، ہمیشہ چندے (Donation) اور فنڈز (Funds) کی کمی کا رونا روتے، اور حیلے بہانے بناتے نظر آتے ہیں۔

جبکہ مسجد کمیٹی اور مدرسہ منتظمین اپنے دفاتر اور انتظامیہ آفس کی تزیین وآرائش پر، وقف کا مال خرچ کرتے وقت سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے، بلاضرورتِ شدیدہ نئے قالین (Carpet)، نئے اے سی (AC) اور نئی ٹائلیں (Tiles) لگواتے وقت

بالکل نہیں چوکتے! چندے (Donations) کی رقم کو طلباء کا معیارِ زندگی بہتر بنانے، ان کی مناسب رہائش، کھانے پینے اور درسی کتابوں کا انتظام کرنے کے بجائے، اپنا لائف اسٹائل (Lifestyle) بہتر بنانے پر خرچ کرتے ہیں، بینک بیلنس (Bank Balance) بڑھاتے ہیں، مُدرّسین اور طلباء کے نام پر لیے جانے والے چندے (Donations) سے ذاتی استعمال کے لیے، نِت نئے ماڈل کی گاڑیاں خریدی جاتی ہیں، اور دیگر متعدّد صورتوں میں بھی چندے کا غلط استعمال ہوتے دیکھا جاتا ہے۔

اور یہ سب کرتے وقت انہیں اس بات کا بالکل اِحساس نہیں ہوتا، کہ روز بروز بڑھتی مہنگائی کے اس دَور میں پچیس، تیس ہزار کی معمولی سی تنخواہ لینے والا امام مسجد یا عالم، کس طرح گزارہ کرتے ہوں گے؟! بچوں کی اسکول فیس اور بیماری کی صورت میں علاج مُعالجہ کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی ہوگی؟! اپنے مکان کا کرایہ، پانی بجلی اور گیس (Gas) کے بل (Bill) کہاں سے ادا کرتے ہوں گے؟! خاندان اور دوست احباب میں کسی کی شادی بیاہ میں شرکت، اور مہمانوں کی خاطرداری کا انتظام کہاں سے کرتے ہوں گے؟!

میرے محترم بھائیو! یہ وہ مُعاشی مسائل ہیں، جن سے ہر اَوسط درجے کی آمدنی کے حامل شخص کا واسطہ پڑتا ہے، اور سب لوگ خوب آگاہ ہیں ہم اپنے یاردوستوں، نجی محافل اور دفاتر میں سارا دن مہنگائی کا رونا روتے رہتے ہیں، اس پر اظہارِ خیال کرتے اور حکومت کو کوستے رہتے ہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مہنگائی کے اس طوفان میں ہمیں اپنے علماء کا خیال نہیں آتا؟ حالانکہ ہم اس بات سے بھی خوب آگاہ ہیں، کہ اپنی سفید پوشی اور خودداری کے باعث کسی سے مانگنا، علماء کے لیے پہاڑ

سے بھی زیادہ بھاری اور دُشوار ہے، وہ مُعاشی بدحالی کا شکار ہونے کے باوُجود پابندی سے مسجد میں، پنجوقتہ نماز باجماعت پڑھاتے ہیں، کبھی احتجاجی مُظاہرہ، کام سے ہڑتال یا بائیکاٹ (Boycott) نہیں کرتے، باقاعدگی سے ڈیوٹی (Duty) پر آتے اور درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے علماء کو اس مُعاشی بدحالی کا شکار ہونے سے بچائیں!؛ تاکہ وہ مکمل یکسُوئی اور توجُّہ کے ساتھ اِمامت، تدریس اور تحقیق وتصنیف کے فرائض انجام دے سکیں!۔

ذاتی رہائش کا مسئلہ

حضراتِ گرامی قدر! مہنگائی کے اس دَور میں ذاتی رہائش، غریب آدمی کے لیے اب ایک خواب بن چکا ہے، اسی مُعاشرے کا حصّہ ہونے کی وجہ سے، علمائے دِین بھی اس مسئلہ سے کافی پریشان ہیں، معمولی سی تنخواہ میں اپنا گھر تو بہت دُور کی بات ہے، راشن پانی کے بھی اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، مہینے بھر کی شب وروز محنت کے بعد جو تنخواہ ہاتھ آتی ہے، وہ مکان کے کرایوں اور یوٹیلٹی بلز (Utility Bills) کی مَد میں خرچ ہوجاتی ہے۔

لہذا ہر مسجد کمیٹی، مدرسہ انتظامیہ اور دینی ادارے کو چاہیے، کہ علمائے دِین کے مقام ومرتبہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اُن کے لیے معقول فیملی رہائش کا انتظام بھی کریں، اور اس سلسلے میں خصوصی پیکج (Special Package) دیں، اور جو حضرات صاحبِ ثَروَت ہیں انہیں چاہیے، کہ حسبِ توفیق علمائے دِین کو ایک ایک گھر تحفہ میں پیش کریں، اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ سے اُمیدِ واثِق ہے، کہ روزِ محشر اُن کی یہ نیکی ان کی بخشش ومغفرت کا وسیلہ بنے گی، اور ان مکانوں کے بدلے انہیں جنّتی محل عطا کیے جائیں گے!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ضرورت اس اَمر کی ہے، کہ ہم علمائے دین، حُفّاظِ کرام، ائمۂ مساجد اور مذہبی طبقے کے مقام ومرتبہ کو سمجھیں، ان کا اَدب واحترام کریں، ان کے ساتھ عزّت وتعظیم اور محبت سے پیش آئیں، اُن کے ساتھ ظلم وزیادتی اور نارَوا سُلوک ہرگز نہ کریں، اُن کے حُقوق کا خیال رکھیں، اور انہیں دَرپیش مسائل کو حل کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں علمائے دین کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ان کی عزّت وتکریم کا جذبہ عنایت فرما، انہیں اپنا رَہبر ورَہنما سمجھتے ہوئے ان سے شرعی رَہنمائی لینے کی سوچ عطا فرما، ان کی توہین وتذلیل کے گناہ سے ہم سب کو محفوظ فرما، ان کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھ کر حل کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ان حضرات کی ضروریات کا خیال رکھنے کی توفیق مَرحمت فرما!، آمین یاربّ العالمین!۔

فضول خرچی اور اِسراف کی مذمّت

(جمعۃ المبارک ٢٦ رمضان المبارک ١٤٤٣ھ - ٢٩/٠٤/٢٠٢٢ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اِسراف کا لُغوی اور اِصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! اِسراف کا لُغوی معنی بے موقع وبے جا خرچ کرنا، برباد کرنا، خرچ کرنے میں حد سے گزر جانا ہے۔ جبکہ اِصطلاح میں اس سے مراد کسی ایسے بے مقصد یا ناجائز کام میں خرچ کرنا، جس میں شرعًا، یا عادۃً یا مُروۃً خرچ کرنا منع ہو، اِسراف کہلاتا ہے[1]۔ فُضول خرچی اور اِسراف خلافِ شریعت اُمور میں ہو تو حرام، اور خلافِ مُرَوت کاموں میں ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے[2]۔

---

(١) "التعريفات" للجُرجاني، باب الألف، صـ٢٣، ٢٤، مُلخَّصاً. و"الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية" الخلق ٢٧، الجزء ٢، صـ١٩.

(٢) "الحديقة الندية" الخلق ٢٧، الجزء ٢، صـ١٩.

اِسراف کی مُمانعت

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں فضول خرچی اور اِسراف سے مُمانعت فرما کر، اپنی ناراضی کا اِظہار فرمایا ہے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ﴾[1] "بے جا خرچ مت کرو، یقیناً بے جا خرچنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں!"۔

ایک اَور مقام پر اِرشاد فرمایا: ﴿کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ﴾[2] "کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو! یقیناً حد سے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اِسراف کا معنی حد سے بڑھنا ہے، حد سے بڑھنا دو ۲ طرح سے ہوتا ہے: (۱) جسمانی، (۲) روحانی۔ اسی لیے گناہ کو بھی اِسراف کہا جاتا ہے: ﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا﴾[3] یہاں دونوں قسم کا اِسراف مراد ہو سکتا ہے، جسمانی بھی، رُوحانی بھی، اور اس کا تعلق لباس، غِذا، پانی سب سے ہی ہے، لہٰذا اِسراف کی بہت تفسیریں ہیں: (۱) حلال چیزوں کو حرام جاننا، (۲) حرام چیزوں کا استعمال کرنا، (۳) ضرورت سے زیادہ کھانا پینا یا پہننا، (۴) جو دل چاہے وہ کھا پی لینا یا پہن لینا، (۵) دن رات میں بار بار کھاتے پیتے رہنا، جس سے معدہ خراب ہو جائے،

---

(١) پ٨، الأنعام: ١٤١.

(٢) پ٨، الأعراف: ٣١.

(٣) پ٤، آل عمران: ١٤٧.

بیمار پڑجائے، (٦) مُضِر اور نقصان دہ چیزیں کھانا پینا، (٧) ہر وقت کھانے پینے کے خیال میں رہنا کہ اب کیا کھاؤں؟ آئندہ کیا پیوں؟"[1] وغیرہ۔

شیطان کے بھائی

حضراتِ گرامی قدر! بے موقع بے مَحل پیسہ اُڑانا منع ہے، اور ایسا کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾[2] "فُضول (یعنی ناجائز کام میں پیسہ) نہ اُڑا، یقیناً اُڑانے والے (فُضول خرچ کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں (کہ ان کی راہ چلتے ہیں)"۔

بخل، کنجوسی اور اِسراف کی مُمانعت

عزیزانِ مَن! دینِ اسلام ہر مُعاملے میں ہمیشہ اِعتدال و میانہ رَوی اپنانے کا حکم دیتا ہے، جبکہ بخل، کنجوسی اور اِسراف سے منع کرتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾[3] "اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ، اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا، تھکا ہوا"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "یہ تمثیل (بطورِ مثال) ہے، جس سے اِنفاق یعنی خرچ کرنے

(١) "تفسیرِ نعیمی" پ٨، الاَعراف، زیرِ آیت: ٣١، ٨/٣٩٠، ملخصًا۔
(٢) پ١٥، بني إسرائيل: ٢٦، ٢٧.
(٣) پ١٥، بني إسرائيل: ٢٩.

میں اِعتدال ملحوظ رکھنے کی ہدایت منظور ہے، اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو (کنجوسی سے) اس طرح ہاتھ روکو، کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو، اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے، دینے کے لیے ہِل نہیں سکتا، ایسا کرنا توسببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب بُرا کہتے ہیں۔ اور نہ (ہی) ایسا (کُشادہ) ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہے[1]۔

فضول خرچی اور تکبُّر کیے بغیر کھاؤ، پیو اور پہنو

حضراتِ ذی وقار! اَحادیثِ مبارکہ میں بھی فضول خرچی اور اِسراف سے بڑی مُمانعت فرمائی گئی ہے، ایک رَوایت میں ہے، حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا، فِيْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلاَ مَخِيْلَةٍ»[2] "بغیر فُضول خرچی اور تکبُّر کیے کھاؤ، پیو، پہنو اور خیرات کرو"۔

شریعتِ مُطہَّرہ کا مطلوب ومقصود

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! فُضول خرچی اور اِسراف سے مُمانعت میں شریعتِ مُطہَّرہ کا مطلوب ومقصود یہ ہے، کہ انسان بے مقصد اور ناجائز کاموں میں کسی بھی چیز کا استعمال نہ کرے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان خیر وبھلائی کے کاموں میں بخل اور کنجوسی کرے، حضرت سیّدنا امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اگر تم اللہ کی فرمانبرداری میں جبلِ ابی قُبیس کے برابر بھی سونا خرچ کرو تواِسراف نہیں، اور اگر ایک صاع[3] بھر

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۵، بنی اسرائیل، زیرِ آیت:۲۹، صـ۵۳۱۔
(۲) "صحيح البخاري" كتاب اللباس، صـ۱۰۲۰.
(۳) ایک صاع موجودہ اَوزان کے حساب سے تقریباً چار ۴ کلوگرام کا ہوتا ہے۔

اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرو تو یہ اِسراف ہے"(۱)۔

وضو میں اِسراف

حضرت سیّدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو فرما رہے تھے، کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا هَذَا السَّرَفُ؟» "(اے سعد!) یہ کیسا اِسراف ہے؟ انہوں نے عرض کی: کیا وضو میں بھی اِسراف ہے؟ اس پر مالکِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلَى نَهَرٍ جَارٍ»(۲) "ہاں (وضو میں بھی اِسراف ہے) اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو" یعنی وضو کے لیے پانی کتنی ہی وافر مقدار میں دستیاب کیوں نہ ہو، بقدرِ ضرورت پانی استعمال کریں، ضرورت سے زائد پانی کا استعمال کرنا، اَعضاء کو پانچ ۵ یا چھ ۶ بار دھونا، یا اسے ضائع کرنا پانی کا اِسراف ہے۔

اِسراف کے اَسباب

حضراتِ گرامی قدر! فُضول خرچی اور اِسراف کے متعدّد اَسباب ہیں، بسا اَوقات انسان اپنی لاعلمی اور جہالت کے باعث اِسراف جیسے فعلِ حرام کا ارتکاب کر گزرتا ہے، اور اُسے علم تک نہیں ہوتا، کبھی انسان غُرور، تکبُّر اور تفاخُر کے مرض میں مبتلا ہو کر اَیسا کرتا ہے، مسلمان کے ساتھ غرور وتکبُّر کرنا انتہائی مذموم اور ناپسندیدہ اَمر ہے، اور اللہ جلّ جلالہ کی ناراضی کا باعث بھی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾(۳) "یقیناً وہ تکبُّر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا!"۔

(١) "تفسير ابن أبي حاتم" الأعراف، تحت الآية: ٣١، ر: ٧٩٦٢، ٤/ ١٣٩٩.
(٢) "سنن ابن ماجه" كتاب الطهارة، ر: ٤٢٥، صـ٧٩.
(٣) پ١٤، النحل: ٢٣.

غرور وتکبُّر کرنے والوں کا انجام

اللہ ربّ العالمین کو تکبُّر کس قدر ناپسند ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت تکبُّر کرنے والوں کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عز وجل عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ!»[1] "جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبُّر ہو گا، اللہ عزّوجلّ اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا!"۔

نمود ونمائش اور شہرت کی خواہش

میرے محترم بھائیو! نمود ونمائش اور شہرت وواہ واہ کی خواہش بھی اِسراف کے اَسباب میں سے ہے، شادی بیاہ کے موقع پر اِنسان دِکھلاوے اور رِیاکاری کے چکر میں، اپنا کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے، ہزاروں روپے کے مہنگے ترین ملبوسات خریدے جاتے ہیں، بڑے بڑے شادی ہالز (Wedding Halls) کی بُکنگ کروائی جاتی ہے، ضرورت سے زائد متعدّد اَنواع واَقسام کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، رسمِ مہندی کے نام پر فحاشی وبے حیائی کا طوفان برپا کیا جاتا ہے، ناچنے گانے والیوں پر دَولت نچھاوَر کی جاتی ہے، اور ان سب عوامل کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے، اور وہ ہے شُہرت ودِکھلاوا کا بھُوت؛ تاکہ محلّہ وبرادری میں ہماری ناک اونچی ہو، لوگ ہماری شادی کو مدّتوں یاد رکھیں، اور اس کی مثالیں دیں... وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱) "شعب الإيمان" ٥٧- باب في حسن الخلق، ر: ٨١٥٤، ٦/ ٢٧٧٢.

غیر ضروری طَور پر پیسے کا ضِیاع

یاد رکھیے! بے مقصد اور غیر ضروری طَور پر پیسہ کا ضائع کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہرگز پسند نہیں، حضرت سیّدنا مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثاً: (١) قِيلَ وَقَالَ، (٢) وَإِضَاعَةَ المَالِ، (٣) وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ»[1] "یقیناً اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین ۳ کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: (۱) فُضول بات، (۲) مال ضائع کرنا، (۳) اور بہت مانگتے رہنا (یا سوال کرنا)"، لہذا اپنے مال ودولت کا درست استعمال کریں، اسے ناجائز وحرام کاموں کے بجائے، نیک اور اچھے کاموں میں خرچ کریں۔

اِعتدال ومیانہ رَوی... سب سے بہتر چیز ہے

حضراتِ گرامی قدر! اگر ہم اپنے گرد وپیش پر نظر دَوڑائیں، اور اپنے روز مرّہ اخراجات پر غیر جانبدارانہ نظرِ ثانی کریں، تو ہمیں بہت سی اشیاء اور مقامات پر اپنی فُضول خرچي اور اِسراف کا اِحساس ہوگا، دینِ اسلام میانہ رَوی کی تعلیم دیتا ہے؛ کیونکہ کسی بھی چیز میں بخل وکنجوسی یا فُضول خرچي واِسراف دونوں تباہی وہلاکت کا باعث ہیں، لہذا اِعتدال ومیانہ رَوی ہی سب سے بہتر چیز ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾[2] "وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں، اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں"۔

---

(١) "صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، ر: ١٤٧٧، صـ٢٤٠.

(٢) پ١٩، الفرقان: ٦٧.

فُضول خرچی اور اِسراف کا علاج

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! فُضول خرچی اور اِسراف کی عادت پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے، کہ کوئی بھی چیز خریدنے یا کام کرنے سے پہلے، اس بات پر غَور وفکر کریں، کہ ہمیں اس چیز کی حاجت وضرورت ہے بھی یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی؟ حاجت سے زائد ہرگز نہ خریدیں؛ کہ ضائع ہونے کا قوی اندیشہ واحتمال ہے! مثال کے طَور پر اگر آپ سردی سے بچنے کے لیے کوئی اچھا لباس خرید رہے ہیں، یا شدید گرمی سے بچاؤ کے لیے اے سی (AC) لگوا رہے ہیں، اور واقعی اس کی حاجت بھی ہے، تو شرعًا اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ان اشیاء کی خریداری کا مقصد دوسروں پر اپنی برتری کا اظہار ہے، تو یہ انتہائی مذموم اَمر ہے۔

اسی طرح اچھا مکان، اچھا فرنیچر، جدید ماڈل کی گاڑی، اور موبائل فون (Mobile Phone) وغیرہ کی خریداری کا مقصد، جب تک تکمیلِ ضرورت وحاجت ہے تب تو ٹھیک ہے! اور اگر مقصود غرور، تکبُر اور تفاخُر ہے تو یہ سب بھی فُضول خرچی اور اِسراف کے زُمرے میں آئے گا، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی فضول خرچی اور اِسراف کی عادت کو ختم کریں، کفایت شِعاری اور سادگی کی عادت اپنائیں، فُضول رسم ورَواج اور شہرت کی خاطر مال ودَولت کو ضائع نہ کریں، اپنے مال کو مَساجد ومدارِس کی تعمیر میں لگائیں، دینی کتب کی اِشاعت کروائیں، علماء کی خدمت کریں، راہِ خدا میں سفر کرنے والے مُبلّغین کو زادِ راہ مُہیّا کریں، یتیموں، غریبوں اور بیوہ ومَساکین کی کفالت کریں، فلاح وبہبود کے کام کریں، جہاں پانی کی کمی ہو وہاں لوگوں کے لیے واٹر پلانٹ (Water Plant) لگوائیں، محنت کشوں اور مزدوروں کی حاجت

روائی کا انتظام کریں، اور اپنی آخرت بہتر بنائیں !!۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں فُضول خرچی اور اِسراف کی عادت سے بچا، دین ودنیا کے تمام مُعاملات میں اِعتدال اور میانہ رَوی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، غرور وتکبُر اور رِیا کاری جیسی بُری عادات سے نَجات عطا فرما، کفایت شِعاری اور سادگی کی دَولت سے مالا مال فرما، لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، اور ہمیں اچھا اور نیک مسلمان بنا!، آمین یاربّ العالمین !۔

عقیدۂ آخرت

(جمعۃ المبارک ۳شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ - ۰۶/۰۵/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عقیدۂ آخرت سے مراد

برادرانِ اسلام! عقیدۂ آخرت سے مراد: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے، نیک اور بد اعمال کا حساب، اور جنّت یا دوزخ کی صورت میں ملنے والی اچھی یا بُری جَزا پر پختہ یقین وایمان ہے[۱]۔ یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد کا حصہ اور رُکنِ ایمان ہے[۲]۔

آخرت برحق ہے

بحیثیت مسلمان آخرت پر ایمان ویقین رکھنا، تقاضۂ ایمان اور حکمِ الٰہی کے عین مُطابق ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾[۳] "آخرت پر یقین رکھیں"۔

---

(۱) دیکھیے: "بہارِ شریعت" مَعاد و حشر کا بیان، حصّہ اوّل، ۱/ ۱۵۱، مُلخّصاً۔

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الرّد والمناظرة، رسالہ "سلّ السُّيوف" ۲۰/ ۷۸، ملخّصًا۔

(۳) پ۱، البقرة: ٤.

آخرت پر ایمان رکھنا ضروری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ﴾[1] "ہاں اصل نیکی یہ کہ اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے!"۔

صدر الافاضل سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ایمان کی تفصیل یہ ہے کہ **ایک** تو اللہ تعالی پر ایمان لائے، کہ وہ حی وقیُّوم، علیم، حکیم، سمیع، بصیر، غنی، قدیر، اَزَلی، اَبَدی، واحد، لاشریک لہ ہے۔ **دوسرے** قیامت پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے، اس میں بندوں کا حِساب ہوگا، اَعمال کی جَزا دی جائے گی، مقبولانِ حق شفاعت کریں گے، سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سعادت مندوں کو حوضِ کوثر پر سیراب فرمائیں گے، پُلِ صراط پر گزر ہوگا، اور اس روز کے تمام اَحوال جو قرآن میں آئے، یا سیّدِ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمائے، سب حق ہیں۔ **تیسرے** فرشتوں پر ایمان لائے، کہ وہ اللہ عزوجل کی مخلوق اور فرمانبردار بندے ہیں۔ **چوتھے** کتبِ الٰہیہ پر ایمان لانا، کہ جو کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی حق ہے۔ اور **پانچویں** بات یہ کہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ایمان لانا، کہ وہ سب اللہ جل جلالہ کے بھیجے ہوئے ہیں"[2]۔

یومِ آخرت پر ایمان

عزیزانِ محترم! یومِ آخرت پر پختہ ایمان ویقین رکھنے والا، حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی بھرپور کوشش کرتا ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس بارے میں خصوصی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ

(۱) پ۲، البقرة: ۱۷۷.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۷۷، صـ۵۷، ۵۸، ملتقطاً۔

ضَيفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ»[1] "جو اللہ تعالی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے، اور جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے!"۔

یومِ آخرت پر ایمان لانے والوں کا مقام

حضراتِ گرامی قدر! یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والوں کا اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں خصوصی طَور پر ذکر فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾[2] "اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکات دیتے ہیں، اور اللہ کے سِوا کسی سے نہیں ڈرتے، تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں گے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾[3] "وہ جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں، اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں "یعنی جو لوگ قیامت وآخرت اور مرنے

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦١٣٨، صـ١٠٦٩.

(٢) پ١٠، التوبة: ١٨.

(٣) پ٧، الأنعام: ٩٢.

کے بعد اٹھائے جانے کا یقین رکھتے ہیں، اور اپنے انجام سے غافل و بے خبر نہیں، ان کا یہ عقیدہ وایمان قرآنِ کریم کی تعلیمات واَحکام کے عین مُطابق ہے۔

بعث وقیامت سے متعلق اسلامی نظریہ

عزیزانِ مَن! بروزِ قیامت ہم سب کا دوبارہ اٹھایا جانا برحق ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾[1] "پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو، پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے" یعنی ہر شخص کی زندگی پوری ہونے پر اسے موت ضرور آئے گی، اور قیامت کے دن اپنی قبر سے میدانِ محشر کی طرف، ثواب وعذاب کے لیے اسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔

جو لوگ یومِ آخرت اور دوبارہ زندگی ملنے کا انکار کرتے ہیں، اَیسوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[2] "تم فرماؤ! اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر تم کو مارے گا، پھر تم سب کو (دوبارہ زندہ کر کے) قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے" کہ اللہ تعالی مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، اور ان کا نہ جاننا دلائل کی طرف مُلتفت (متوجہ) نہ ہونے، اور غَور نہ کرنے کے باعث ہے[3]۔

---

(۱) پ۱۸، المؤمنون: ۱۵، ۱۶.

(۲) پ۲۵، الجاثیة: ۲٦.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۵، الجاثیۃ، زیرِ آیت: ۲٦، ص۹۲۱۔

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دلائل

حضراتِ ذی وقار! کفّار و مشرکین کا کہنا یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد مَنوں مٹی تلے دَفن کر دیا جاتا ہے، اس کا بدن گل سڑ کر کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جاتا ہے، سوائے چند ہڈیوں کے کچھ باقی نہیں رہتا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسی انسان کو پہلے کی طرح جسم اور گوشت پوست دے کر، ہو بہو دوبارہ زندہ کر دیا جائے؟! خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ﴾[1] "جیسے پہلی بار اُسے بنایا تھا، ویسے ہی دوبارہ کر دیں گے، یہ ہمارے ذِمّہ وعدہ ہے، ہم اسے ضرور انجام دیں گے!"۔ یعنی ہم نے جیسے پہلے عَدم سے بنایا تھا، ویسے ہی پھر مَعدوم کرنے کے بعد پیدا کر دیں گے، یا یہ معنی ہیں کہ جیسا ماں کے پیٹ سے برہنہ غیر مختون (بغیر ختنہ کے) پیدا کیا تھا، ایسا ہی مرنے کے بعد اٹھائیں گے"[2]۔

کفّار ہزاروں سال سے موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنے کا انکار کرتے چلے آرہے ہیں، حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں اُبَی بن خَلف اور ولید بن مُغیرہ جیسے کافر بھی اس اَمر کے مُنکر ہوئے، تب اللہ ربّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے اُن لوگوں کے بارے میں یہ آیتِ مبارکہ نازِل فرمائی: ﴿وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾ اَوَ لَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَكُ شَیْــٴًـا﴾[3] "آدمی (حیرت سے) کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں

---

(۱) پ١٧، الأنبياء: ١٠٤.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الانبیاء، زیرِ آیت: ۱۰۴، ص۶۱۶۔

(۳) پ١٦، مريم: ٦٦، ٦٧.

گا؟ اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اُسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾[1] "ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا، اور (موت کے بعد دفن کے وقت) اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے، اور (روزِ قیامت) اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے"۔

نیست سے ہست

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! آج ان کافروں اور عقیدۂ آخرت کے منکِروں کو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے، کہ خالقِ کائنات عزّوجلّ مَرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کیسے کر سکتا ہے؟ تو وہ اس اَمر پر غَور وفکر کیوں نہیں کرتے، کہ جب انسان کا سِرے سے وُجود ہی نہیں تھا، اگر وہ انہیں اس وقت وُجود وحیات دینے پر قادِر تھا، تو اب دوبارہ زندہ کرنا اور نیا وُجود عطا کرنا، اُس خالقِ کائنات عزّوجلّ کے لیے کیسے مُشکِل وناممکن ہو سکتا ہے؟! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾[2] "کیا آدمی (کافر) یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے؟ کیوں نہیں! ہم قادِر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک ٹھیک بنا دیں"۔ یعنی اس کی انگلیاں جیسی تھیں، بغیر فرق کے ویسی ہی کر دیں، اور اُن کی ہڈیاں اُن کے موقع پر پہنچا دیں، جب چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اس طرح ترتیب دے دی جائیں، تو بڑی (ہڈیوں) کا کیا کہنا!"[3] وہ تو اس سے بھی آسان کام ہے!۔

---

(١) پ١٦، طه: ٥٥.

(٢) پ٢٩، القيامة: ٣، ٤.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۹، القیامۃ، زیرِ آیت: ۴، ص۱۰۶۹۔

اچھے برے عمل کا حساب

حضراتِ گرامی قدر! دنیا میں ہمیں بطور آزمائش بھیجا گیا ہے، موت کے بعد روزِ حشر ہم سے جواب طلبی ہوگی، اور ہر اچھے بُرے عمل کا حساب دینا ہوگا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى﴾[1] "کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟"۔ کہ نہ اس پر اَمر و نَہی (نیکی کرنے اور برائی سے رُکنے) کے اَحکام ہوں، نہ وہ مرنے کے بعد اٹھایا جائے، نہ اس سے اعمال کا حساب لیا جائے، نہ اُسے آخرت میں سزا دی جائے، ایسا (ہرگز) نہیں!"[2]۔

انصاف کا ترازو

میرے محترم بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ قیامت کے روز ہونے والے حساب کے لیے تیار، اور اپنی آخرت کی بہتری کے لیے کوشاں رہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ﴾[3] "قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازُو قائم کریں گے، تو کسی جان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہو، تو اسے بھی ہم لے آئیں گے، اور ہم ہی حساب لینے کے لیے کافی ہیں!"۔

میدانِ حشر کا اجتماع

جانِ برادر! قیامت کے بعد تمام انسانوں اور جِنّات کو دوبارہ زندہ کر کے میدانِ

---

(۱) پ۲۹، القيامة: ۳٦.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۹، القیامۃ، زیرِ آیت: ۳٦، صـ۱۰۷۱۔

(۳) پ۱۷، الأنبياء: ٤٧.

حشر میں جمع کیا جائے گا، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیبّہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنہا سے روایت ہے، نبئ کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: «يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً»[١] "قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ جمع کیا جائے گا"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «يُجْمَعُ النَّاسُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ، مَا لَا يُطِيْقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ»[٢] "اگلے پچھلے سارے لوگوں کو ایک جگہ (میدانِ حشر میں) جمع کیا جائے گا، وہ پکارنے والے کی آواز سنیں گے، اور لوگوں کو دیکھیں گے، سورج کے قریب آجانے کے سبب لوگ غم وکَرب میں مبتلا ہوں گے، جس کی انہیں طاقت نہیں ہوگی، اور نہ وہ اسے برداشت کر سکیں گے!"۔

یومِ آخرت میں جزا وسزا کا تصوُّر

عزیز دوستو! یومِ آخرت میں حساب برحق ہے، اس بارے میں اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾[٣] "جب صُور پھونکا جائے گا، تو جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے، مگر وہ جسے

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧١٩٨، صـ١٢٣٩.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٧١٢، صـ٨١٥.

(٣) پ ٢٤، الزمر: ٦٨-٧٠.

اللہ چاہے، پھر دوبارہ صُور پھونکا جائے گا، تب سب لوگ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے، اور زمین اپنے رب کے نُور سے جگمگا اٹھے گی، اور کتاب رکھی جائے گی، انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے، لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا، ان پر ظلم نہ ہوگا، ہر ایک کو اس کے عمل کا بھرپور صلہ دیا جائے گا، اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے!"۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾[1] "کیا تم اس خیال میں ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے؟ اور تمہیں ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا!"۔

یومِ حساب کے منکِر کا حکم

حضراتِ گرامی قدر! تمام اِنسانوں اور جِنّات چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر، سب سے حساب لیا جائے گا، سوائے اُن کے جنہیں بلاحساب جنّت میں داخلے کی بِشارت دی گئی۔ حساب کا منکِر کافر اور دائرۂ اِسلام سے خارج ہے[2]۔

بعض لوگ حساب وکتاب اور حشر ونشر کو تو مانتے ہیں، لیکن اس کی تشریح کرتے وقت اس کے دیگر معنی مراد لیتے ہیں، ایسا کرنا بالاِجماع کفر، اور اس کا قائل کافر ہے۔ امامِ اہلِ سُنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "قیامت وبعث، حشر ونشر، حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنّت ودوزخ کے وہی معنی ہیں، جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، اور جن پر صدرِ اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافّۂ مسلمین ومؤمنین، دوسرے ضروریاتِ دِین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے

(۱) پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۵.
(۲) "بہارِ شریعت" مَعاد وحشر کا بیان، حصّہ اوّل، ۱/۱۴۱۔

ہیں، اور مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے، اور ان لفظوں کا تو اِقرار کرے، مگر ان کے نئے معنی گھڑے، مثلاً یوں کہے کہ "جنّت ودوزخ و حشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں، جو اِن کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے، یعنی ثواب کے معنی اپنے حسَنات (نیک اعمال) کو دیکھ کر خوش ہونا، اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں، یا یہ کہ وہ رُوحانی لذّتیں اور باطنی معنی ہیں" وہ کافر ہے؛ کیونکہ اِن اُمور پر قرآنِ پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے رَوشن اِرشادات موجود ہیں"[1]۔

ستّر ہزار اَفراد کو بغیر حساب وکتاب جنّت میں داخلے کی بِشارت

حضراتِ محترم! جس وقت ساری اُمّتیں اپنے اپنے حساب اور گناہوں کے باعث، غم اور پریشانی میں مبتلا ہوں گی، لوگ اپنے ہی پسینے میں غَوطے کھا رہے ہوں گے، ایسے میں سرورِ کونین ﷺ کی امّت میں سے ستّر ہزار خوش بختوں کو، بلا حساب جنّت میں داخل کیا جائے گا، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: «يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفاً، تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ القَمَرِ»[2] "میری اُمت کے ستّر ہزار اَفراد (بغیر حساب کے) جنّت میں داخل ہوں گے، جن کے چہرے چودہویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے"۔

رسولِ اکرم ﷺ کا اپنی امّت کے ستّر ہزار اَفراد کو، بلا حساب جنّت میں داخلے کی بِشارت دینا، اور اللہ تعالی کا انہیں بخشش ومغفرت کے پروانے عطا کرنا بھی،

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب العقائد والکلام، رسالہ "اعتقاد الاَحباب" ۱۸/۲۵۷۔
(۲) "صحيح البخاري" كتاب اللباس، ر: ۵۸۱۱، صـ۱۰۲۵.

اس اَمر پر واضح دلیل ہے کہ دیگر لوگوں سے ان کے اچھے بُرے اعمال کا حساب لیا جائے گا، اُن سے جواب طلبی کی جائے گی؛ کیونکہ اگر ایسانہ ہوتا تو بلاحساب بخشنے، اور جنّت میں داخلے کی بِشارت کا کوئی معنی نہیں تھا!۔

آخرت سے متعلق غفلت برتنے والوں کو تنبیہ

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ایک مسلمان ہونے کے ناطے، کبھی اپنی آخرت کو فراموش مت کیجیے، اس کی تیاری کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیے، شراب نوشی، بد کاری، سُود خوری، جُوا، ناپ تول میں کمی، اشیاء میں ملاوَٹ، اور فحاشی وبے حیائی جیسے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچتے رہیے، اپنی آخرت پر کبھی دُنیاوی مال ومتاع کو ترجیح مت دیجیے؛ کہ دنیا کی یہ زندگی فانی ہے، اس کا مال ومتاع حقیر ومعمولی اور وقتی ہے، سب کچھ یہیں رہ جائے گا، جبکہ آخرت کی تمام نعمتیں اَن گنت اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں، لہٰذا ہمیشہ اچھے اور نیک اعمال میں لگے رہیے!۔ ع

سلسلہ آہ گناہوں کا بڑھا جاتا ہے
نت نیا جرم ہر اک آن ہوا جاتا ہے!

نفس وشیطان کی ہر آن اِطاعت پر دل
آہ! مائل مِرے اللہ ہوا جاتا ہے!

امتحاں کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ
بے سبب بخشش دے مَولا تِرا کیا جاتا ہے!

میرے آقا سرِ محشر مِرا پردہ رکھنا
راز عیبوں کا مِرے فاش ہو جاتا ہے![1]

عقیدۂ آخرت اور روزِ جزا پر پختہ یقین رکھیں، کفّار، مشرکین اور مُلحدین (Atheists) کی باتوں میں نہ آئیں، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے ان کے اِسلام مخالف پروپیگنڈہ پر توجُّہ نہ دیں، عقیدۂ آخرت سے متعلق ان کے پیدا کیے ہوئے شکوک وشُبہات کو قابلِ اِعتناء نہ سمجھیں، اور اپنی آخرت سنوارنے کی بھرپور تیاری میں لگے رہیے، کسی بھی قسم کی کوتاہی اور تساہُل نہ برتیں، اپنی آخرت میں غفلت برتنے والوں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے، اللہ ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿أَرَضِيتُم بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾[2] "کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کرلی، اور دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا!"۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ!»[3] "یقیناً بہترین زندگی تو آخرت کی زندگی ہے!"۔

---

(۱) "وسائلِ بخشش" سلسلہ آہ! گناہوں کا بڑھا جاتا ہے، صـ۴۳۲۔
(۲) پ ۱۰، التوبة: ۳۸.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد، ر: ۲۸۳٤، صـ٤٦٩.

دعا

اے اللہ! ہمیں عقیدۂ آخرت پر پختہ یقین رکھنے کی توفیق عطا فرما، بعث وحشر، حساب وکتاب، جنّت ودوزخ اور ثواب وعذاب کے حقیقی اور معروف معنی پر قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں کفّار ومشرکین اور بے دینوں کی سازشوں اور پروپیگنڈوں کا شکار ہونے سے بچا، اپنی آخرت کی بہتری کے لیے کوشش کرنے کا جذبہ عنایت فرما، نیک اعمال بجالانے کی توفیق وجذبہ عطا فرما، اور بُری صحبت اور گناہوں سے محفوظ فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

امام احمد رضا ایک عظیم مصلحِ اُمت

(جمعۃ المبارک ۱۰ شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ - ۱۳/۰۵/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برصغیر کا ایک عظیم مسلم رَہنما اور دینی پیشوا

برادرانِ اسلام! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، عرب وعجم میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے، آپ اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے بڑے دینی پیشوا تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت وعقیدت رکھنے والے، اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے مسلمان، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، دینِ اسلام کے لیے امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، آپ نے اپنے قلم کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ کو باہم اتّحاد کا درس دیا، ان کے دلوں میں عشقِ رسول کی شمع جلائی، عقائدِ اہلِ سنّت کا تحفظ فرمایا، سر اٹھانے والے نت نئے فتنوں کی سرکوبی کی، بدمذہبوں کا رَد فرمایا، نیز اَخلاقی وعلمی اعتبار سے پستی کے شکار مسلم مُعاشرے کی اصلاح فرمائی۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ صرف ایک عظیم فقیہ اور بے مثال مسلم رَہنما ہی نہیں تھے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ اُمّت کے ایک عظیم مصلح (اصلاح کرنے والے) قائد بھی تھے، یہود، نصاریٰ اور ہندوؤں کی سازشوں، اور امّتِ مسلمہ کے داخلی وخارجی مسائل پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بڑی گہری نظر تھی، مسلمانوں کی حالتِ زار، بے عملی اور دین سے دُوری پر آپ کا دل بہت رنجیدہ اور ملول رہتا، یہی وجہ ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر مختلف فتنہ وفساد کی سرکوبی، اور اصلاحِ مُعاشرہ کے لیے بھرپور کردار ادا کرتے رہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی اور تحریریں اس بات کا واضح اور بیّن ثبوت ہیں![1] ع

مدّت ہوئی ہے آپ کو پردہ کیے ہوئے — لیکن ہر ایک بزم میں چرچا رضا کا ہے

خانقاہی نظام کی اِصلاح

عزیزانِ محترم! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دَور میں، امتِ مسلمہ کو اندرونی وبیرونی سطح پر متعدِّد مسائل کا سامنا رہا، جہاں متحدہ ہندوستان میں نت نئے فتنوں نے سر اٹھایا، فرقہ واریت عام ہوئی، ضلالت وگمراہی کا بازار گرم ہوا، وہیں ہمارا خانقاہی نظام بھی شدید متاثر ہوا، ہمارے بعض درباروں اور آستانوں پر مختلف غیر شرعی اُمور کا ارتکاب ہونے لگا، بدعات وخُرافات نے مقدّس درگاہوں پر ڈیرے ڈال لیے، بزرگانِ دین اور حقیقت ومعرفت کے اَسرار ورُموز سے آشنا اولیائے کرام قدس اسرارہم کی مَسندوں پر، فاسق وفاجر، بے نمازی، اور شراب وکباب کے دِلدادہ لوگ قابض ہوگئے، بے پردگی عام ہوگئی، مرد وزَن کا اختلاط عام ہوگیا، اور

(۱) دیکھیے: "امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ اور اِصلاحِ مُعاشرہ" واعظ الجمعہ ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۱ء۔

صاحبِ مزار اور گدی نشین پیروں کو بطورِ تعظیم سجدہ کیا جانے لگے!۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک عظیم مصلحِ امّت کا کردار ادا کرتے ہوئے، ان بدعات وخُرافات کا سختی سے قلع قمع فرمایا، اور اپنے قلم کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد واَعمال کی اصلاح فرمائی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت میں "الزُّبدة الزَّكية لتحريم سُجود التحيّة"(۱) نام سے باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، جس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، چالیس ۴۰ اَحادیثِ مبارکہ اور تقریبًا ڈیڑھ سو ۱۵۰ فقہی نُصوص سے ثابت کیا کہ "عبادت کی نیّت سے غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا کفر وشرک ہے، جبکہ احترام وتعظیم کی نیّت سے ہو تب بھی حرام ہے"۔

اسی رسالۂ مبارکہ میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا: "مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ حضرت (عزّتْ جلالُہ) کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقینًا اِجماعًا شرکِ مہین وکفرِ مبین ہے! اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) بھی حرام وگناہِ کبیرہ بالیقین (ہے!)"(۲)۔

میرے محترم بھائیو! ہندوستان بھر میں ہزاروں مزارات، خانقاہیں، آستانے، اور گدی نشین ہیں، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی، صرف حکمِ شریعت کو مقدّم رکھا، اور کسی بھی نام نہاد دُنیوی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر، اصلاحِ امت کا فریضہ انجام دیا!۔

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "الزُّبدة الزَّكية" ۱۵/۴۹۵ تا ۵۷۳۔

(۲) ایضًا، ص۴۹۸۔

علمِ دین سے دُوری اور جہالت کے باعث، جب بعض لوگوں نے مزاراتِ اولیاء کا خانۂ کعبہ کی مثل طواف شروع کر دیا، تو امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مُعاملے میں بھی امت کی اِصلاح فرمائی، اور انہیں دُرست شرعی مسئلہ سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مزار کا طواف جو محض بہ نیّت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے؛ کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علماء اس میں مختلف ہیں، اور بہتر بچنا ہے، اور اسی میں ادب زیادہ ہے!"[۱]۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دَور میں مزارات پر تہ دَر تہ چادریں چڑھانے کا سلسلہ بڑا عام تھا، لوگ اپنے اِرد گرد موجود غریبوں، ضرور تمندوں اور مسکینوں کو نظر انداز کرتے، لیکن بزرگانِ دین کے مزارات پر چادر بڑے اہتمام سے چڑھایا کرتے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مُعاملے میں بھی امت کی دُرست رہنمائی فرمائی، اور ان کے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جب چادر موجود ہو، اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو، تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام (قیمت) اس میں صرف کریں، ولیُ اللہ کی رُوحِ مبارک کو اِیصالِ ثواب کے لیے کسی محتاج کو دے دیں"[۲]۔

عقائدِ اُمت کی اصلاح

حضراتِ گرامی قدر! چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اِصلاح کا سہرا، بلاشک وشبہ امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سر

(۱) ایضاً، کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۳۳۱۔
(۲) "اَحکامِ شریعت" حصّہ اوّل، مزاراتِ اولیاء، صـ۸۹۔

ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف اُمّتِ مسلمہ کے عقائد و نظریات کی حفاظت فرمائی، بلکہ انہیں ضعیفُ الاعتقادی کے دَلدَل سے باہر بھی نکالا۔ جب لوگوں نے یہ سمجھ کر قبروں پر چراغ جلانا شروع کردیے، کہ اس سے مُردوں کا دل بہلتا ہے، اور ان کی قبروں میں روشنی ہوتی ہے، تب امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ضعیفُ الاعتقادی کا خوب رَد فرمایا، اور امتِ مسلمہ کی دُرست عقائد و نظریات کی طرف رہنمائی فرمائی۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "جس طرح یہاں جُہّال میں رَواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں، جسے عوام لحد کہتے ہیں، وہاں چالیس ۴۰ رات چراغ جلاتے، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس ۴۰ شب رُوح لحد پر آتی ہے، اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یونہی اگر وہاں جُہّال میں رَواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلاکر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں، اور یہ خیال کرتے ہوں کہ "نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا" تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟! اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بے شک اس خیال سے جلانا، فقط اِسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی؛ کہ قبر کے اندر اِن چراغوں سے رَوشنی واَموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا!""[۱]۔ ؏

دِین کا دشمن ہو یا دوست سب کے واسطے

ہے تیری حق گو زباں احمد رضا خاں قادری[۲]

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الجنائز، باب اَحوالِ قُربِ موت، رسالہ "بريق المنار" ۷/۳۱۱۔

(۲) "قبالۂ بخشش" "آبروئے مومناں احمد رضا خاں قادری، ص۳۴۸۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت پر اُمت کی رَہنمائی

حضراتِ ذی وقار! جب مسلمانوں کے ایمان کی اَساس، یعنی عقیدۂ ختمِ نبوّت سے، لفظوں کی ہیر پھیر کے ذریعے چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی گئی، اور بعض بدبختوں کی طرف سے یہ کہا گیا کہ "بالفرض آپ کے زمانے میں بھی، کہیں اَور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"[۱]۔ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"[۲]، تب امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوری طَور پر میدانِ عمل میں اُترے، اور ہندوستانی مسلمانوں کے عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حفاظت فرمائی، اور بحیثیت مصلحِ امت، عقیدۂ ختمِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حضور پُرنور خاتم النبیین سیّد المرسلین (صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم وعلیہم اجمعین) کا خاتم، یعنی دنیا میں تشریف لانے میں آخرِ جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں اَدنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، وہ کافر مرتَد ملعون ہے! آیۂ کریمہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[۳] "ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[٤] کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" سے تمام

(۱) "تحذیر الناس" "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا حقیقی مفہوم ...الخ، صـ۱۸۔
(۲) ایضًا، روایتِ حضرت عبد اللہ بن عبّاس کی تحقیق، صـ۳۴۔
(۳) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.
(٤) "صحيح البخاري" باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢. و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

اُمّتِ مرحومہ نے سلَفاً وخلَفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد، قیامِ قیامت تک کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[1]۔ ؏

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں![2]

اصلاحِ اعمال اور امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

عزیزانِ مَن! خوشی ہو یا غم، عشرۂ محرّم الحرام ہو یا ماہِ ربیع الاوّل کی پُرنور ساعتیں، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ہر موقع پر امتِ مسلمہ کے عقائد واعمال کی اصلاح فرمائی، اور انہیں ضلالت وگمراہی کے عمیق دَلدَل میں گرنے سے بچایا۔ پاک وہند میں عموماً دیکھنے میں آیا ہے، کہ لوگ شادی بیاہ کی فُضول رسم ورَواج کو پورا کرنے، اور اپنی ظاہری نمود ونمائش کو برقرار رکھنے کے لیے قرض مانگتے، اور مدد کے لیے دستِ سوال بھی دراز کرتے نظر آتے ہیں، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مُعاملے میں بھی ہماری اصلاح فرمائی، اور ہمیں فعلِ حرام کے ارتکاب سے بچاتے ہوئے ارشاد فرمایا: "رُسومِ شادی کے لیے سوال (یعنی مانگنا) حرام ہے؛ کہ نکاح شرع میں اِیجاب وقَبول کا نام ہے، جس کے لیے ایک پیسے کی بھی ضرورت شرعًا نہیں"[3]۔

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرۃ، رسالہ "المبین ختم النبیّین" ۲۵/۲۲، ملخّصاً۔

(۲) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں، ص۹۸۔

(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "خیر الآمال" ۵۶۴/۱۶۔

محرّم الحرام کا مہینہ انتہائی بابرکت اور عزّت و حُرمت والا مہینہ ہے، یہ مہینہ گذشتہ شریعتوں میں بھی ادب واحترام کا حامل تھا، واقعۂ کربلا کے باعث ہم مسلمانوں کی اس ماہِ حُرمت سے ایک جذباتی وابستگی اور عقیدت بھی ہے، لیکن صدافسوس کہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ، اس بابرکت مہینے میں بیہودہ رسم ورَواج اور خُرافات کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب لوگوں کو اس ماہِ مبارک کی بے توقیری کا ارتکاب کرتے پایا، تو فوراً ان کے اعمال کی اِصلاح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"غرض عشرۂ محرّم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعتِ پاک تک، نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رُسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کازمانہ کر دیا، پھر وَبالِ ابتداع (بدعت) کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، رِیا وتفاخُر (دِکھاوا اور فخر کرنا) علانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں، بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اِضاعت (ضائع کرنا) ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فُلاں صاحب لنگر لُٹا رہے ہیں، اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دُھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رُسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ، کہ گویا یہ ساختہ (خود بنائی ہوئی) تصویریں بعینہا حضراتِ شُہداء (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اُتار، باقی توڑ تاڑ دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اِضاعتِ مال کے جُرم ووَبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ

صدقہ حضراتِ شہدائے کربلا (علیہم الرضوان والثناء) کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے، اور بُری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین!''[۱]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دَور میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شُہدائے کربلا کی یاد میں جھوٹے شہادت نامے، اور مَن گھڑت واقعات پڑھے سُنے جاتے، اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مُعاشرے کے اس تاریک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا، اور ان کی اصلاح کے جذبے سے سرشار ہو کر ارشاد فرمایا: ''شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں، اکثر روایاتِ باطلہ وبے سر وپا سے بھرے، اور اکاذیبِ مَوضوعہ (مَن گھڑت جھوٹ) پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا، وہ شہادت ہو یا کچھ اَور، مطلقاً حرام وناجائز ہے، خصوصًا جبکہ وہ بیان ایسی خُرافات کو متضمن (شامل) ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزُل واقع ہو؛ کہ پھر تو اَور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے، ایسے ہی وُجوہ پر نظر فرما کر، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی (قدّس سرّہ العالی) وغیرہ ائمۂ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے!''[۲] ؎

تیری ہر بات ہے آئینۂ حق وباطل
تیرے ہر کام میں ہے رنگ نرالا تیرا![۳]

(۱) ایضاً، رسالہ "أعالي الإفادة في تعزية الهند وبيان الشهادة"، ۲۴/۶۵۴۔

(۲) ایضاً، مجالسِ میلاد شریف میں شہادت نامہ نثر یا نظم پڑھنا سننا مطلقاً حرام وناجائز ہے، ص۶۵۵۔

(۳) دیکھیے: "بیاضِ پاک "نذرانۂ عقیدت، ص۶۲۔

تحریری صورت میں مسلم اُمّہ کی اِصلاح

جانِ برادر! بعض لوگوں نے جب اپنی جہالت اور شاطرانہ سوچ سے مغلوب ہوکر، قرآنِ کریم کے ترجمہ میں خِیانت سے کام لیا، اور اس میں اپنے باطل عقائد ونظریات، اور گمراہ کن اَفکار کی آمیزش کی، تب امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کثیر دینی مصروفیات کے باوُجود ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کی صورت میں مسلمانوں کی نظریاتی اصلاح فرمائی، اور "تمہیدِ ایمان" کے ذریعے مسلمانوں کو ان کے شُرور وفتن سے آگاہ فرماکر، ان کی صحبت وہمنشینی سے دُور رہنے کا حکم دیا۔

فقہی رہنمائی کے حوالے سے بات کی جائے، تو امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "فتاوی رضویہ" کی صورت میں ہزارہا فقہی مسائل اور فتاوی کے ذریعے امت کی اصلاح فرمائی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا یہ فتاوی جدید ایڈیشن میں تیس ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے، جس کے تقریبًا بائیس ۲۲ ہزار صفحات ہیں، جبکہ یہی فتاوی ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء میں جدید تحقیق وتنقیح وکمپوزنگ، نیز ۱۰۳ اضافی فتاوی، ۱۷ نئے رسائل، اور جدید فقہی ترتیب کے ساتھ بائیس ۲۲ جلدوں میں، ادارۂ اہلِ سنّت کراچی سے بھی شائع ہوچکا ہے۔ ؏

مسلکِ حق کی ضمانت ہے تِرا نام رضا　　شانِ تحقیق ادا کر گیا خامہ تیرا[1]

مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! ۱۹۲۰ء میں ابوالکلام آزاد اور ہندو رَہنما مسٹر گاندھی نے جب یہ تجویز پیش کی، کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بھگانے، اور انہیں مُعاشی

(۱) دیکھیے: "بیاضِ پاک "نذرانۂ عقیدت، صـ۶۲۔

اعتبار سے نقصان پہنچانے کے لیے، غیر ملکی مال کا بائیکاٹ (Boycott) کیا جائے، اور مسلم ہندو اتحاد (یعنی ایک قومی نظریہ) کے ذریعے انگریزوں کے خلاف عدم تعاوُن کی باقاعدہ تحریک چلائی جائے۔ اسے **تحریکِ ترکِ مُوالات** کا نام دیا گیا، اس تحریک میں اکثر مسلم اکابر نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکمِ شریعت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اس تحریک کی مخالفت فرمائی، اور ایک عظیم مصلحِ اُمت کی حیثیت سے، سیاسی سطح پر بھی مسلمانوں کی رَہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ امام اہلِ سنّت کی جانب سے تحریک ترکِ مُوالات کی مُخالفت کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل نہیں تھے، امام اہلِ سنّت ترکِ مُوالات کے قائل تھے، لیکن انگریزوں سے نفرت وعداوت کی آڑ میں ہندوؤں اور دیگر کفّار و مشرکین سے ایسی محبت کے ہرگز رَوادار نہیں تھے، جس کے باعث کفر و شرک، حلال و حرام کی تمیز، اور دینی بنیاد پر باہم سارے امتیازات یکسر مٹا دیے جائیں، اور ہماری آنے والی نسلیں ہندو مسلم دوستی، اور ہندوستانی قومیت کے نام پر، اِرتداد واِنحراف اور دین بیزار اَفکار و نظریات کی شکار ہوجائیں!۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس جُداگانہ مَوقف پر بعض لوگوں نے اپنی کوتاہ بینی سے غلط رائے قائم کی، اور امامِ اہلِ سنّت کو انگریزوں کا حامی قرار دیا، جبکہ وقت نے بالآخر یہ ثابت کردکھایا کہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مَوقف ہی دُرست تھا!۔

ہندو مسلم اتحاد کے حامی اور تحریکِ ترکِ مُوالات کے بزرگ رَہنما، جناب مولانا محمد علی جوہر، اور مولانا شوکت علی جوہر نے، حاضرِ خدمت ہوکر امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب اپنی اس تحریک میں شمولیت کی دعوت

دی، تو امامِ اہلِ سنّت نے صاف انکار فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں، مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں"[۱]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس جواب سے صاف پتہ چلتا ہے، کہ تحریکِ ترکِ مُولات میں شمولیت سے انکار، اور اس کی وجہِ مخالفت ہندو مسلم اتحاد، اور ایک قومی نظریہ تھا، نہ کہ انگریز دوستی!۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر انگریز دوستی کا اِلزام مذہبی تعصب، اور تاریخی حقائق سے عدم آگاہی کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ برطانوی دَورِ حکومت میں وہ واحد شخصیت تھے جن کی انگریز دشمنی مشہور تھی، آپ نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ جارج پنجم (George V) کی تصویر پر مشتمل ڈاک ٹکٹ (postage stamp) کو ہمیشہ اُلٹا لگایا[۲]۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے متعلق یہ بھی مشہور ہے، کہ آپ نے انگریزوں کی کورٹ (عدالت) میں کبھی حاضری نہیں دی، ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو کسی مقدّمہ کے سلسلہ میں کورٹ بھی طلب کیا گیا، مگر امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے توہینِ عدالت کے باوُجود حاضری نہ دی، اور ارشاد فرمایا: "میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا، تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو تسلیم کیسے کروں؟" کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو

---

(۱) "فاضل بریلوی اور ترکِ مُوالات" پس منظر، ص۴۵۔
(۲) دیکھیے: "مقالاتِ سعیدی" برصغیر کی سیاست اور علمائے اہلِ سنّت، اعلٰی حضرت کی انگریزوں سے نفرت، ص۴۹۸، ۴۹۹۔

گرفتار کر کے کورٹ پیش کیے جانے کے اَحکام بھی جاری کیے گئے، حتی کہ بات اتنی بڑھ گئی کہ مُعاملہ پولیس کے ہاتھ سے نکل کر فوج تک جا پہنچا، مگر امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے جانثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے، بالآخر انگریزی کورٹ کو اپنا حکم واپس لینا پڑا"[1]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی انگریز مخالفت سے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے، کہ ایک انگریز کمشنر (Commissioner) نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ۳۵ مربع[2] (۸۷۵ ایکڑ) زمین پیش کرنا چاہی، جس پر آپ نے ارشاد فرمایا: "انگریز اپنی تمام حکومت مجھے دے دے، تو بھی میرا ایمان نہیں خرید سکتا"[3]۔ جب امام اہلِ سنّت کی انگریز دشمنی کا یہ عالَم ہے، تو پھر اُن پر انگریز دوستی کا اِلزام لگانا کہاں کا انصاف ہے ؟!۔

میرے محترم بھائیو! جس وقت بڑے بڑے علماء، تحریکِ ترکِ مُوالات کے حامی تھے، اور مذہبی تعلیمات سے بالاتر ہو کر صرف ہندوستانیت کے نام پر، اس تحریک کے لیے کام کر رہے تھے، ایسے میں تحریک کی مخالفت کوئی معمولی بات نہیں تھی، مگر امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تمام متوقع خدشات واِلزامات کی مطلقًا پرواہ نہیں فرمائی! بلکہ کفّار ومشرکین سے مُعاملات ومُوالات سے متعلق، اَحکامِ شرعیہ کو جن لوگوں (مسٹر گاندھی،

---

(۱) دیکھیے: "ہفت روزہ الفتح" ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء، ص۱۷۔ و"مقالاتِ سعیدی" ص۴۹۹، ملخّصاً۔

(۲) ایک مُربّع زمین ۲۵ ایکڑ پر مشتمل ہوتی ہے، جبکہ ایک ایکڑ میں ۸ کنال، اور ایک کنال میں ۲۰ مَرلے ہوتے ہیں، اور ایک مَرلہ عام طَور پر تقریبًا 272.25 مُربّع فٹ (30.25 گز) پر مشتمل ہوتا ہے، البتہ آج کل ایک مَرلہ زمین کا سائز (Size) مختلف مقامات پر مختلف ہے۔

(۳) دیکھیے: "ماہنامہ الحبیب" اکتوبر ۱۹۷۰ء۔ و"مقالاتِ سعیدی" برصغیر کی سیاست اور علمائے اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت، ص۴۹۹، ملخّصاً۔

نہرو، اور ابوالکلام آزاد وغیرہم) نے باہم خلط ملط کیا، اور ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کر کے، دو قومی نظریہ کے خلاف سازش کی، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سب کو بے نقاب کیا! نیز مسلمانوں کو ایسے لوگوں کا اصلی چہرہ دکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ترکِ مُعاملت (انگریزوں سے لین دین اور تجارت وغیرہ) کو ترکِ مُوالات (دوستی اور بھائی چارہ) بنا کر، قرآن عظیم کی آیتیں - جو ترکِ مُوالات میں ہیں - سوجھیں! مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں اِستثنائے مشرکین کی پچر لگالی: کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو ہادیانِ اسلام ہیں، آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں، اور نہ کُل نصاریٰ، فقط انگریز! اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے، حالتِ حاضرہ سے ہوئے، ایسی ترمیمِ شریعت وتغییرِ اَحکام وتبدیلِ اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے! ترکِ مُوالاتِ کفّار میں قرآن عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکیدِ شدید پر اِکتفانہ فرمائی، بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیمِ حق سنائی، اور اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ: ﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾[1] "ہم نے تمہارے لیے آیتیں صاف کھول دی ہیں، اگر تمہیں عقل ہو!" مگر توبہ! کہاں عقل اور کہاں کان! یہ سب تو ودادِ ہُنود پر قربان! لاجَرَم ان سب سے ہندوؤں کا اِستثناء کرنے کے لیے، بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآن عظیم میں تحریفیں کیں! آیات میں پیوَند جوڑے! پیش خویش واحدِ قہّار کو اِصلاحیں دیں!"[2]۔

(۱) پ ٤، آل عمران: ١١٨.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر، مُوالات کی بحث، ۱۱/ ۴۹۰۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک، تحریکِ ترکِ مُوالات کا فیصلہ اس لیے بھی غلط تھا؛ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس تحریک کے نتیجے میں، مسلمان انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کے غلام بن جاتے، اور ان کے ساتھ ان کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا زیادہ ہو جاتا، اور یہ چیز مسلمانوں کے ایمان کے لیے زہرِ قاتل ہے، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مَوقف یہ تھا، کہ مُوالات تو ہر کافر و مشرِک سے مطلقاً حرام ہے، چاہے وہ انگریز ہو یا ہندو، تو پھر یہ کیسی ترکِ مُوالات ہے جسے انگریزوں کے ساتھ ناجائز، اور ہندوؤں کے ساتھ رَوا (جائز) رکھا جا رہا ہے ؟!

ترکِ مُوالات سے متعلق قومِ مسلم کی رَہنمائی اور اِصلاح کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ مُوالات کا حکم ہے (چاہے وہ) مجوس (آتش پرست) ہوں یا ہنود، نصارٰی (ہوں) یا یہود ...، (قرآنِ کریم میں) صاف ارشاد ہوا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾[1] "مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ (تعلق) نہیں!"۔ اور صاف تر فرما دیا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾[2] "جو تم میں ان سے دوستی کرے، وہ انہیں میں سے ہے!"۔

ان ساختہ لیڈروں نے مُعاملت کا نام مُوالات رکھ کر، اسے تو مطلقاً حرام بلکہ کفر ٹھہرایا، اور مشرکوں سے مُوالات بلکہ اتحاد، بلکہ ان کی غلامی واِنقیاد

(۱) پ۳، آل عمران: ۲۸.
(۲) پ۶، المائدۃ: ۵۱.

کو حلال، بلکہ مُوجبِ رِضائے الٰہی بنا لیا، ہر طرح اللہ ورسول وشریعت پر سخت اِفتراء (جھوٹ) کیا"[1]۔

اسلامی نظامِ معیشت سے متعلق تجاویز

حضراتِ محترم! آج دنیا بھر کی معیشت پر یہود ونصاری کا قبضہ ہے، عالمی سطح پر تجارتی لین دَین کے لیے ڈالر (Dollar)، اور یورپی کرنسی یورو (Euro) کا استعمال ہورہا ہے، گاڑیوں سے لے کر بسکٹ (Biscuit) تک، ہم ہر ضروری اور غیر ضروری چھوٹی بڑی چیز، غیر مسلم ممالک سے درآمد کر رہے ہیں، ہمارا سارا سرمایہ اور تجارتی نفع غیر مسلموں کو جارہا ہے، ان کے ملکی خزانے دن بدن بڑھتے جارہے ہیں، وہ ہمارے ملکوں سے ہی کمائے ہوئے سرمائے کے ذریعے، اسلامی ممالک پر جنگیں مُسلّط کر رہے ہیں، ہمارے نوجوان کو دہشتگرد بنارہے ہیں، ہماری خواتین اور بچوں کو بے گناہ شہید کر رہے ہیں، اسلامی ممالک سے کمائی ہوئی دولت، ہمیں ہی قرض میں دے کر اپنا مقروض بنا رہے ہیں، ہمیں عالمی بینک (World Bank)، اور آئی، ایم، ایف (I. M. F) کے شکنجے میں جکڑ کر، ہمارے ملک کے داخلی مُعاملات اور پالیسیوں (Policies) پر اثرانداز ہورہے ہیں!۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک دُور اندیش پیشوا تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سو ۱۰۰ سال قبل ہی یہود ونصاری کے اس مُعاشی شکنجے سے نَجات کی صورت بیان فرمائی، اور مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "(مسلمان) اپنی قوم

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، ۶۴/۱۵، ملتقطاً۔

کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے؛ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے؛ کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ (Europe and America) والے چھٹانک بھر تانبا (Copper) کچھ صناعی کی گڑھنت (Industrial fabrication) کرکے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں، اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی (Silver) آپ سے لے جائیں"[1]۔

غَور وفکر کا مقام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم نے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تجاویز پر عمل کرتے ہوئے، اسلامی نظامِ معیشت اپنایا ہوتا، تو آج ہمارے قومی خزانے خالی نہ ہوتے، ہمارے ملک وقوم کا وقار مجروح کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی، کوئی دینِ اسلام کے ماننے والوں کو دہشتگرد قرار نہ دیتا، کوئی ہماری ماؤں بہنوں کے چہروں سے نقاب وحجاب نہ کھینچتا! لہذا اب بھی وقت ہے کہ ہم امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں، کفّار ومشرکین کے بجائے اسلامی ممالک سے تجارت کریں، مسلم ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات میں بہتری لائیں، عالمی اُمور (Global Issues) پر تمام مسلم حکمران مشترکہ مَوقف اور پالیسی اختیار کریں، یہود ونصاریٰ سے مُوالات اور دوستی نہ کریں، ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ تعلقات قائم نہ کریں، ان کی صحبت وہمنشینی سے اجتناب کریں، خارجہ اُمور کے ساتھ ساتھ اپنے داخلی مسائل پر بھی توجّہ دیں، بحیثیت مسلم شہری اپنے اندر پائی جانے والی

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب السیر، رسالہ "تدبیرِ فلاح ونجات واِصلاح" ۱۱/۶۰۱۔

مُعاشرتی برائیوں کو دُور کریں، اصلاحِ مُعاشرہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، تصوّف وطریقت کے نام پر جاہل وگمراہ ڈبہ پیروں سے نَجات حاصل کریں، باعمل اور حقیقی بزرگانِ دین کا ادب واحترام کریں، اپنے خانقاہی نظام کی اصلاح کریں، عقیدۂ ختمِ نبوّت کی پاسداری کریں، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزّت وناموس پر پہرہ دیں، اپنے عقائد، اَعمال، اَفکار اور نظریات کی اصلاح کریں، اپنی بداعمالیوں کو دُور کریں، اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے، مُعاشرے میں جنم لینے والی نت نئی برائیوں اور فتنوں کی بیخ کنی میں اپنا مثبت کردار ادا کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرما، ہمارے عقائد واَعمال میں پختگی عطا فرما، ہمیں مُعاشرتی برائیوں سے محفوظ فرما، جاہل پیروں، فقیروں اور ڈھونگی بابوں سے نَجات عطا فرما، حقیقی اولیائے کرام کی صحبت نصیب فرما، علمائے دین کا اَدب واحترام کرنے کا جذبہ عنایت فرما، مختلف فتنوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے دینِ اسلام کے خلاف سازشوں کو ناکام بنا، اور امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے، اور انہیں عام کرنے کا جذبہ وسوچ عنایت فرما!، آمین یاربّ العالمین!۔

تاریخِ اسلام کا مُطالعہ اور ہمارے شب وروز

(جمعۃ المبارک ۷اشوال المکرّم ۱۴۴۳ھ - ۲۰/۰۵/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

تاریخِ اسلام

برادرانِ اسلام! گزرے ہوئے حالات وواقعات کا ایسا آئینہ، جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی سیرتِ طیّبہ، بزرگانِ دین اور علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالات، اور مسلم حکمرانوں کے طرزِ حکمرانی، فتوحات اور عُلوم وفُنون میں ترقّی کا عکس نظر آئے، تاریخِ اسلام کہلاتا ہے[1]۔

اسلامی تاریخ کی اہمیت

عزیزانِ محترم! اَقوامِ عالَم میں اسلامی تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسلامی تاریخ نہایت شاندار، زبردست اور دنیا کی مستند ترین تاریخ ہے، تبلیغِ اسلام کے سلسلے

---

(١) "تاريخ ابن خلدون" المقدّمة في فضل علم التاريخ ...إلخ، ١/ ٦، ملخصاً.

میں پیش آنے والی تمام چھوٹی بڑی مشکلات، کفّار کے مظالم اور ظلم وستم، مفلوک الحال مسلمانوں کا صبر واستقلال، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، مُؤاخاتِ مدینہ (مہاجرین وانصار کے ما بین بھائی چارہ)، فتحِ مکّہ، غزوات وسرایا (جنگیں)، سیرتِ طیّبہ کے حالات وواقعات، خلفائے راشدین کا مثالی طرزِ حکمرانی، دنیا بھر میں فتوحات کا سلسلہ، دس لاکھ مربع میل تک دائرۂ خلافت کا پھیلاؤ، بلاامتیازِ مذہب عدل وانصاف کی فراہمی، عوامی فلاح وبہبود اور قانون کی حکمرانی کے لیے مختلف اداروں محکموں کا قیام واِقدامات، حاکم ومحکوم کے ساتھ مُساویانہ سُلوک، غریب ویتیم اور بیوہ ومساکین کی خبر گیری، نیز ان کے معقول وظائف کا انتظام، مذہبی وسائنسی عُلوم وفُنون میں مسلمانوں کی ترقّی وعُروج اور اہم ترین سائنسی اِیجادات، اسلامی تاریخ کے حُسن ودلکشی میں اضافے کا باعث وسبب ہیں!۔

اسلامی تاریخ کی اِنفرادیت

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی تاریخ اس اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور منفرِد اہمیت کی حامل ہے، کہ اس میں بڑے بڑے تاریخی اور مشہور واقعات سے لے کر، باریک اور دقیق نِکات تک، بڑی تفصیل، شرح وبسط اور مسند ذرائع کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، یہ شرف، خاصیت اور اِنفرادیت صرف دینِ اسلام اور مسلمانوں کا طُرّۂ امتیاز ہے!۔

فنِ تاریخ کو بامِ عُروج تک پہنچانے میں اسلامی تاریخ کا کردار

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلامی تاریخ اقوامِ عالم کی بہترین تاریخ ہے، یہ قدیم وجدید تاریخ کا ایک حسین امتزاج ہے، فنِ تاریخ کو دینِ اسلام کی بدَولت وُسعت اور نئی جہت عطا ہوئی، ہمارے علماء اور تاریخ دانوں نے اس فن کو بامِ عُروج تک پہنچایا، نیز اس فن میں ایسی لاجواب کتابیں تحریر فرمائیں، جن سے رَہنمائی لیے بغیر تاریخ کا طالب

علم، اس فن میں مکمل مہارت حاصل نہیں کر سکتا! یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوُجود، مسلم مؤرّخین کی کتابیں، آج بھی دنیا بھر کے کتب خانوں، یونیورسٹیز (Universities) اور دینی مدارس کی زینت اور نصاب کا حصّہ بنی ہوئی ہیں۔

اسلامی تاریخ سے متعلق تحریر کی گئی کتابوں میں "تاریخِ ابنِ خلدون"، ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "تاریخِ بیت المقدس"، علّامہ جزری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "الکامل فی التاریخ"، اور علّامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "البدایۃ والنہایۃ" وغیرہا کا نام خاص طَور پر قابلِ ذکر ہے۔

گزشتہ قوموں کا انجام اور دینِ اسلام کی دعوتِ غور وفکر

حضراتِ گرامی قدر! تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ صرف پرانے حالات وواقعات اور قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس میں رُشد وہدایت کا پیغام اور سوچ وبچار کی ایک دعوتِ عام ہے، کہ سارے جہان کے لوگ، گزشتہ اقوام کی ہلاکت وبربادی اور تباہی کے اَسباب پر غَور کریں، ان کے ہولناک انجام سے عبرت حاصل کرکے، اللہ ربّ العالمین کی مَعصیت ونافرمانی ترک کریں، اور اُس کے عاجز وفرمانبردار بندے بن جائیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝۱۱۰ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾[1] "ہمارا عذاب مجرِم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا! یقیناً ان (انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کی اقوام) کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں،

---

(۱) پ۱۳، یوسف: ۱۱۰، ۱۱۱.

یہ کوئی بناوَٹ کی بات نہیں، لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے، اور ہر چیز کا مُفصَّل بیان، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورَحمت"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾[1] "تو زمین میں چل پھر کر دیکھو! کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا!" یعنی "جنہیں اللہ تعالی نے ہلاک کیا، اور ان کے شہر ویران کیے، اُجڑی ہوئی بستیاں ان کی ہلاکت کی خبر دیتی ہیں، اسے دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی کفر و تکذیب پر مُصِر (بضد) رہے، تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے!"[2]۔

میرے محترم بھائیو! قرآنِ پاک میں پچھلی اُمّتوں کے تاریخی واقعات ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے، کہ ہم ان کے راستے پر نہ چلیں، ان کے طَور طریقوں کو نہ اپنائیں، اللہ جَلَّ جَلالُہ کی دی ہوئی مُہلت اور زندگی کو غنیمت جانیں، نفسانی خواہشات اور دُنیوی لذّتوں کی طلب میں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی مخالفت نہ کریں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سُنّتوں پر عمل کریں، خلفائے راشدین اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے نقشِ قدم کو نشانِ منزل بنائیں، اور صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو

حضراتِ ذی وقار! تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو سیرتِ طیّبہ کی پیروی ہے، حضورِ اکرم ﷺ کا اُسوۂ حَسَنہ ہمارے لیے بہترین ذریعۂ نَجات و مَشعلِ راہ ہے، ربِّ کریم جَلَّ جَلالُہ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

---

(١) پ ١٤، النحل: ٣٦.
(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۴، النحل، زیرِ آیت:۳۶، صـ۵۰۶، ملخّصاً۔

﴿اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[۱] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی ہی بہتر ہے"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ "حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ سارے انسانوں کے لیے نمونۂ حیات ہے، اور زندگی کا کوئی شعبہ اس سے باہر نہیں"[۲]، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سارا دن فلمیں ڈرامے دیکھنے کے بجائے، تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کریں، اپنے دینی ودُنیوی مُعاملات اور عبادات میں اس سے رَہنمائی حاصل کریں، یہود ونصاریٰ کی تقلید کرنے، اور ان کے گُن گانے کے بجائے، اپنے شاندار ماضِی پر فخر کریں، اپنے اَجداد اور مسلم فاتحین کے کارناموں کو پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کریں، اپنے اندر جوشِ جہاد پیدا کریں، اپنی نسلوں کو کافروں کی بہادُری اور انسانیت کے لیے اُن کی خدمات بتانے کے بجائے، خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شجاعت وبہادُری کے واقعات سنائیں!۔

اپنی اولاد کو سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالی عنہ کی صداقت، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی عدالت، سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی سخاوت، اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کی شُجاعت سے آگاہی دیں، دینِ اسلام کے لیے ان کے جذبات اور خدمات سے رُوشناس کرائیں۔ سیّدنا خالد بن ولید، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایّوبی، محمود غزنوی، اور ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہم کی جرأت وبہادُری اور جوانمَردی سے اپنی نسلِ نَو کو متعارف کروائیں!۔

اسکولز اور کالجز میں تعلیمی نصاب کے نام پر، یورپ کی سائنسی ترقّی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے، مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے دنیا کو آگاہ کریں، انہیں

(۱) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.
(۲) "تفسیر نور العرفان" ص۶۷۱۔

بابائے کیمسٹری جابر بن حیّان، دو سو ۲۰۰ سے زائد سرجری آلات کے مُوجِد ابوالقاسم زَہراوی، دنیا میں سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anatomy) بیان کرنے والے، طبعیات (Physics) کے ماہر ابنِ سینا (Ibn-e-Sina)، ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات کے مُوجِد ابوبکر محمد بن زکریا رازی، آتشی شیشے (Burning Glass) اور کُرَوی عدسے (Spherical Lenses) بنانے والے، اور علمِ بصریات (Optics) میں دنیا کی سب سے اہم اور جامع تصنیف "کتاب المَناظر" تحریر کرنے والے مسلم سائنسدان ابن الہیثم (Ibn al-Haytham)، دنیا کا سب سے پہلا پلینی ٹیریم (Planetarium) بنانے والے اسپین کے مسلم سائنسداں، عبّاس ابنِ فرناس، الجبرا (Algebra) پر دنیا کی پہلی کتاب "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلۃ" لکھنے والے مشہور عراقی سائنس داں محمد بن موسیٰ خوارزمی، اَندلُس کے مانے ہوئے اسٹرونامیکل آبزرور (Astronomical Observer) ابواِسحاق زرقلی، ملٹری ٹیکنالوجی (Military Technology) پر ۱۲۸۰ء میں ایک شاندار کتاب لکھنے والے، اور اس میں راکٹ (Rocket) کا ڈایاگرام (Diagram) بیان کرنے والے محققِ شام، حسن الرماہ جیسے مسلم سائنسدانوں کے ناموں اور اِیجادات سے دنیا کو متعارف کروائیں[1]، انہیں بتائیں کہ آج دنیا میں جس ٹیکنالوجی (Technology) اور اِیجادات (Inventions) سے انسانیت مستفید ہو رہی

---

(۱) دیکھیے: "مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات" دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔ "مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات - ایک جائزہ" ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء، مُلخّصاً۔

ہے، وہ صرف یورپ (Europe) کی مرہونِ منّت نہیں، بلکہ اس میں مسلمان سائنسدانوں کا بھی، بڑا کلیدی وبنیادی حصّہ ہے!۔

تاریخِ اسلام سے آگاہی کے چند فوائد

عزیزانِ مَن! تاریخِ اسلام سے آگاہی، اور اس کا مُطالعہ متعدّد فوائد کا ذریعہ ہے، اس سے گذشتہ قوموں کے رہن سہن اور عادات واَطوار سے آگاہی ملتی ہے، ان کے عُروج وترقّی اور زوال کے اَسباب جاننے کا موقع ملتا ہے، نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت وعبرت حاصل کرکے، اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی سے بچا جا سکتا ہے، اللہ ربّ العالمین کی ناراضگی مول لینے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے، نااتفاقی کے باعث مغلوب اور ہلاک ہونے والی قوموں کا حشر دیکھ کر، باہمی اِتفاق واِتحاد کو مضبوط کیا جا سکتا ہے، پچھلے لوگوں نے جن اُمور میں غفلت کی وجہ سے دینی یادُنیوی طَور پر نقصان اٹھایا، ان سے بچ کر دنیاوآخرت میں کامیابی وکامرانی سمیٹی جا سکتی ہے، اور عُلوم وفُنون کے ذریعے انسانیت کی فلاح وبہبود میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا جاسکتا ہے!۔

اسلامی تاریخ کے جھروکوں سے پھوٹتی کرنیں

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج امّتِ مسلمہ کی اکثریت، اپنی شاندار اَور تابناک اسلامی تاریخ سے آگاہ نہیں، تاجدارِ رسالت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے، کیسی کیسی جانی ومالی قربانیاں دیں، ہمارے نوجوانوں کو اس بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم نے انتہائی مشکل چیلنجز (Challenges) دَرپیش ہونے کے باوُجود

کیسے حکومت کی، اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیا۔

آج ہمارے حکمران ساڑھے چودہ سو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوُجود، کامیابی کا یہ راز پانے میں ناکام ہیں! ہزاروں میل کی مَسافت طے کرکے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کیسے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ راجہ داہر کو دُھول چٹائی، اور سندھ کو باب الاسلام بنایا! ہندو صدیاں گزر جانے کے باوُجود آج بھی اس شکست کو بھول نہیں پائے!۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سترہ ۱۷ حملے کرکے کیسے ہندوستان کے دَر ودِیوار ہلائے اور سومنات کا مندر گرایا! پاک وہند کی مسجدوں سے اٹھنے والی "اللہ اکبر" کی صدائیں اس بات کی گواہ ہیں!۔

سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے قسطنطینیہ (استنبول، ترکی) میں کیسے ہزار سالہ بازنطینی (نصرانی) سلطنت کا خاتمہ کیا! ان کے غرور وتکبّر کے بُت کو اوندھا کرکے ہلالی پرچم لہرایا! یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے آج ہماری نوجوان نسل بالکل واقف نہیں، لہٰذا اسلامی تاریخ کے ان گوشوں سے پردہ اٹھانے کی اشد ضرورت ہے، ورنہ جرأت وبہادُری اور ایمانی قوّت کی ان لازَوال داستانوں پر، گردشِ زمانہ کی دُھول جَم کر مزید گہری ہوتی چلی جائے گی!۔

امّتِ مسلمہ کی پستی، زوال اور مغلوبی کا سبب

جانِ برادر! آج امّتِ مسلمہ پستی وزوال کا شکار ہے، ہم لوگ باہمی خانہ جنگی اور نااتفاقی کے باعث کمزور ومغلوب ہو چکے ہیں، یہود ونصارٰی بحیثیت قوم ہم پر غالب آچکے ہیں، ہماری سیاست، معیشت، تجارت، تعلیم، خارجہ پالیسی اور دفاعی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟ غیرتِ ایمانی سے عاری ہمارے حکمرانوں کے ہاتھ میں کچھ بھی

نہیں! یہ سب بے بسی کی تصویر بنے ہوئے ہیں، اور اپنے یورپی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں، جبکہ اکثر اسلامی ممالک کے تمام اہم فیصلے اور پالیسیاں، ورلڈ بینک (World Bank)، یورپی یونین (European Union)، اقوامِ متحدہ (United Nations) اور امریکہ (United States) میں بنائی جارہی ہیں! آخر ایسا کب تک چلے گا؟ ہم مسلمان اپنی تاریخ سے سبق کیوں نہیں سیکھتے! ع

کیا سناتا ہے مجھے تُرک وعرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز وساز!

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز!

ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز!

لے رہا ہے مَے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مَے سرکش حرارت جس کی ہے مِینا گداز![1]

کیا تاریخِ اسلام نے ہمیں نہیں بتایا، کہ یہود ونصاریٰ سے دوستی ہمارے مفاد میں نہیں، وہ ایک دوسرے کے دوست ومددگار ہیں، لہٰذا ہمیں ان کی دَولت وقوّت

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، دنیائے اسلام، حصّہ سوم ۳، ص۲۹۰، ۲۹۱۔

اور عالمی اثر ورُسوخ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا اپنے ملک کی خارجہ پالیسی بناتے وقت ہر مسلمان اور غیر تمند حکمران کو چاہیے، کہ اللہ ربّ العالمین کا یہ فرمانِ ذی شان ہمیشہ پیشِ نظر رکھے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾[1] "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں!"۔

یہود ونصاریٰ سے دوستی کا انجام

قرآنِ کریم اور پوری اسلامی تاریخ، اس سلسلے میں واضح طَور پر ہماری رَہنمائی کرتی ہے، کہ اگر خالقِ کائنات عزّوجلّ کی نافرمانی کرکے، ہم نے یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست بنایا، تو نصرتِ الٰہی عزّوجلّ سے محرومی ہمارا مقدّر قرار پائے گی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾[2] "مسلمان مسلمانوں کے سِوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں! اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ تعلق نہ رہا!"۔

اِتحاد واِتفاق کا فقدان

جانِ برادر! کیا ہماری تاریخ ہمیں اتحاد واتفاق کا درس نہیں دیتی؟ کیا ہماری تاریخ نے ہمیں یہ نہیں بتایا، کہ مسلمان ہمیشہ اللہ عزّوجلّ کی نافرمانی، باہمی جنگوں، آپسی جھگڑوں اور اختلافات کے باعث کمزور ومغلوب ہوئے، ورنہ دوسری اَقوام میں اتنی ہمت وجرأت نہیں تھی کہ وہ ہم پر غالب آتیں! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَطِيْعُوا

(١) پ٦، المائدة: ٥١.
(٢) پ٣، آل عمران: ٢٨.

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾[1] "اللہ تعالی اور اس کے رسول کا حکم مانو! اور آپس میں مت جھگڑو؛ کہ پھر بُزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہَوا (قوّت) جاتی رہے گی"۔

اسلامی تاریخ کا مُطالعہ ...وقت کا اہم تقاضا

حضراتِ محترم! آج ساری دنیا کے کفّار ومشرکین، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، مگر ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ مسلم قوم دینِ اسلام کی شاندار تاریخ کا مُطالعہ کرے، اپنا قیمتی وقت اور شب وروز ٹِک ٹاک (Tik Tok)، فیس بک (Facebook)، یوٹیوب (YouTube) اور انٹرنیٹ (Internet) پر دیگر منفی سرگرمیوں میں ضائع نہ کرے، اپنے بچوں اور نسلِ نَو میں اسلامی تاریخ کے مُطالعہ کا ذَوق وشَوق پیدا کرے، کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and Universities) کے لیکچرار اور پروفیسر حضرات (Lecturers and Professors) اپنے طلباء کو بطورِ سبجیکٹ (As a Subject) علمِ تاریخ کی رغبت دلائیں، دینی مدارس کی انتظامیہ اور اساتذۂ کرام، اسلامی تاریخ کو دینی نصاب کا خصوصی حصہ بنائیں، صرف فارمیلٹی (Formality) پوری نہ کریں؛ کیونکہ ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث اس فن میں دلچسپی رکھنے والے، اور اسے پڑھنے پڑھانے والے کمیاب ہوتے جارہے ہیں! لہٰذا اس سے قبل کہ پانی سروں سے گزر جائے، اور غیر مسلم مؤرّخین ہماری تاریخ مسخ کرگزریں، یا اسے تحریر کرتے وقت خُرد بُرد سے کام لیں، ضروری ہے کہ ہمارے اپنے لوگ اس فن میں مہارت

---

(١) پ١٠، الأنفال: ٤٦.

حاصل کرکے ، اپنی تصنیفات رقم کریں، اور تاریخی نشان چھوڑیں !۔

تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے عدم آگاہی، اور ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث، آج یورپی تجزیہ نگار، اقوامِ عالم بالخصوص مسلمانوں کو یہ باوَر کروانے کی کوشش کر رہے ہیں، کہ دینِ اسلام کے ماننے والوں کی اپنی کوئی تاریخ نہیں، انہوں نے دنیا کی ترقّی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں کیا، ان کا پورا ماضی ظلم وستم، تشدُد، انتہا پسندی اور دہشتگردی سے عبارت ہے، انہوں نے طاقت کے زور پر لوگوں کو مسلمان بنایا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ خود یورپ والوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں، ان کے توہین آمیز خاکے بناکر، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کی، ان تنگ نظر یورپی مصنّفین اور سیکولرازم (Secularism) کے حامی تجزیہ نگاروں نے، مسلم فاتحین کو بیرونی حملہ آوَر اور لٹیرا قرار دیا، ہمارے عادِل ومنصِف مسلم حکمرانوں کو، ظالم، جابر اور غاصب قرار دے کر تاریخی حقائق مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی !۔

یقیناً یہ امر امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ اور کسی چیلنج (Challenge) سے کم نہیں، لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم خود بھی اسلامی تاریخ کا مُطالعہ کریں، اور اپنی نسلوں میں بھی اس فن کو سیکھنے، اور اس کے مُطالعہ کا رُجحان پیدا کریں؛ تاکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) نیز سوشل میڈیا (Social Media) سمیت کسی بھی فورم (Forum) پر، ہم دینِ اسلام کا دفاع کر سکیں، اور تاریخی حقائق جھٹلانے والوں کو لاجواب کر سکیں! ورنہ یورپی اَفکار

ونظریات سے متاثر ہمارا میڈیا (Media) اور تجزیہ نگار لوگ، اسلام کے تاریخی حقائق کو مسخ کر کے ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرتے رہیں گے، مسلمان فاتحین کو ان کے سامنے ظالم وجابر، بیرونی حملہ آوَر، اور لیٹرا بنا کر پیش کرتے رہیں گے !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرما، سیرتِ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر چلنے کا جذبہ عنایت فرما، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جیسا جوشِ ایمانی نصیب فرما، مسلم فاتحین جیسا جذبۂ جہاد عنایت فرما، مسلمان حکمرانوں جیسا عادِل ومنصِف بنا، عُلوم وفُنون میں مسلم سائنسدانوں جیسی مہارت عطا فرما، اور اپنی نسلوں کو بھی اسلامی تاریخ سے آگاہ کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، آمین یاربّ العالمین !۔

مذہبی سیاست کی اہمیت وضرورت

(جمعۃ المبارک ۲۴ شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۵/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مذہبی سیاست کا بنیادی مقصد

برادرانِ اسلام! مذہبی سیاست کا بنیادی مقصد، اسلامی تعلیمات کی رَوشنی میں ایک ایسے صالح مُعاشرے کی تشکیل ہے، جہاں قرآن وسنّت کے اَحکام کی روشنی میں اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائے، لوگوں کو بلاامتیاز عدل وانصاف فراہم کیا جائے، ظلم وستم کا خاتمہ کر کے امن وآشتی کی فضا قائم کی جائے، عوام النّاس کے جان ومال، عزّت وآبرو اور حقوق کے تحفُّظ کو یقینی بنایا جائے، ان کے لیے رزقِ حلال اور مناسب روزگار کا انتظام کیا جائے، انہیں اشیاء میں ملاوَٹ، ناپ تول میں کمی، سُود خوری، رشوَت ستانی اور دیگر حرام ذرائع آمدَن سے روکا جائے، ان کی طبعی ضرورتیں پوری کرنے کا انتظام کیا جائے، لوگوں کو بہتر علاج مُعالجہ، اور مفت تعلیمی سہولیات دی

جاسکیں، غریبوں، یتیموں، مسکینوں، بے روزگاروں، ناداروں، بیواؤں، اور ضعیف وناتواں اَفراد کی عزّتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے، مدد وکفالت کا انتظام کیا جاسکے۔

مذہب اور سیاست میں باہم تفریق کی وجہ

عزیزانِ محترم! ماضی میں انسانی فلاح وبہبود کی خاطر، خیر وبھلائی کے جذبے سے یہ سب کام، تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم بھی انجام دیتے رہے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے دنیا میں اللہ تعالی کا پیغام بھی پہنچایا، اور دُکھی انسانیت کی خدمت بھی کی، وہ مذہبی مُعاملات بھی انجام دیتے رہے اور اُمورِ سیاست بھی، انہوں نے بیک وقت منصبِ رسالت بھی سنبھالا، اور مَسندِ اِقتدار بھی۔ ہزاروں سال تک مذہبی اور سیاسی اُمور ایک ساتھ انجام دیے جاتے رہے، پھر ایک وقت وہ آیا کہ جب یہود ونصاریٰ نے سوچی سمجھی سازش کے تحت، مذہب اور سیاست میں باہم تفریق کر دی، انہوں نے اپنے ناجائز وحرام معاملات، اور کالے کرتوتوں کو چھپانے کے لیے، مذہب کو کلیسا (Church) تک محدود کر دیا؛ تاکہ ان کے حکمران سیاہ کریں یا سفید، مذہب ان کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکے! اس طرزِ حکومت اور مذہبی بندش کو، سیکولرازم (Secularism) کا نام دیا گیا۔

دنیا کے بیشتر ممالک میں آج سیکولر طرزِ حکومت ہی رائج ہے، یا کم از کم اس سے متاثر ضرور ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان کا حال بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں، ہمارے حکمران، سیاستدان، جج صاحبان، صحافی برادری اور تجزیہ نگاروں کی اکثریت، سیکولر خیالات کی حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ آج انہیں علمائے دین، اور دیگر مذہبی رَہنماؤں کی عملی سیاست، ایک آنکھ نہیں بھاتی! لہٰذا وہ اپنے دل کا غُبار یہ کہہ کر نکالتے ہیں کہ

"مذہبی سیاسی جماعتیں حُصولِ اقتدار اور ذاتی مقاصد کے لیے، دِین کا استعمال کرتی ہیں، دینِ اسلام کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیلتی ہیں، انہیں نظامِ مصطفیٰ کے نعرہ پر گھروں سے باہر نکال کر احتجاج کرتی ہیں، اور پھر اپنے ذاتی مطالبات منوا کر خاموش ہو جاتی ہیں، ان کا مقصد دِین کی بالادستی ہرگز نہیں، بلکہ سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے، دینِ اسلام کا نام استعمال کرنا تو انتہائی مذموم اَمر ہے" وغیرہ وغیرہ۔

میرے محترم بھائیو! اَیسے لوگوں کو خوب معلوم ہونا چاہیے، کہ مذہب اور سیاست کا باہم بڑا گہرا اور پرانا تعلق ہے! سیاست مذہب کے بغیر آمریت وچنگیزی ہے! دینِ اسلام کی بالادستی اور اَحکامِ الٰہیہ کے نفاذ کی خاطر، حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سیاست میں حصہ لیتے رہے، اور مَسندِ اِقتدار پر جلوہ افروز ہوتے رہے۔ ؏

جلال پادشاہی ہو کہ جُمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی![1]

اللہ ربّ العالمین نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے، اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو منصبِ رسالت کے ساتھ ساتھ، دنیاوی حکمرانی بھی عطا فرمائی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[2] "اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا (اور آپ کا حکم ان میں نافذ کیا) تو لوگوں میں سچّا حکم کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!"۔

(۱) "کلیاتِ اقبال" بالِ جبریل، حصّہ دُوم ۲، زِمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی، ص۳۷۱۔
(۲) پ ۲۳، صٓ: ۲۶.

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًاۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾[1] "یقیناً ہم نے داوٗد اور سلیمان کو (قضا اور سیاست کا) بڑا علم عطا فرمایا، اور دونوں نے کہا کہ سب خوبیاں اللہ کو، جس نے ہمیں (نبوّت ومُلک عطا فرما کر، اور جن واِنس اور شیاطین کو مسخّر کر کے) بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی!"۔

زمین کے حقیقی وارِث

حضراتِ گرامی قدر! سیکولر سوچ کے حامل آج کے سیاستدان، کس طرح مذہبی طبقے کو سیاست واُمورِ حکومت سے دُور کر سکتے ہیں، جبکہ اللہ عزّوجلّ نے اس زمین کے حقیقی وارِث اور حکمران، اپنے نیک بندوں کو ہی ٹھہرایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾[2] "یقیناً ہم نے زَبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا، کہ اس زمین کے وارِث میرے نیک بندے ہوں گے!"۔

حکومت وسیاست کا بنیادی مقصد

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! دینِ اسلام میں حکومت وسیاست کا بنیادی مقصد، قرآن وسنّت کے اَحکام کا نفاذ ہے، اور یہ کام علماء اور دیندار طبقے سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا، خالقِ کائنات عزّوجلّ کا فرمانِ مبارک ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[3] "وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو

(١) پ ١٩، النمل: ١٥.

(٢) پ ١٧، الأنبياء: ١٠٥.

(٣) پ ١٧، الحجّ: ٤١.

دیں، تو نماز برپا رکھیں، اور زکاۃ دیں، اور بھلائی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں!"۔

دینی سیاست کے لیے مذہبی مقامات کا انتخاب

عزیزانِ مَن! رسولِ اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس مذہبی وسیاسی فیصلے اور اُمور ساتھ ساتھ انجام دیے، حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ النبيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ وَالأَضْحَى إِلَى المُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلاَةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ، فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثاً قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ»[1].

"نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن، عید گاہ تشریف لے جاتے، تو پہلی چیز جس سے ابتداء فرماتے وہ نماز ہوتی، پھر فارغ ہوتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے، اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، انہیں نصیحت کرتے، وصیت فرماتے اور اَحکام بتاتے، اور اگر لشکر (کے لیے سپاہیوں کا) انتخاب کرنا منظور ہوتا، تو یہ کام بھی وہیں کر لیتے، یا کچھ حکم فرمانا چاہتے تو فرماتے، پھر وہاں سے واپس لوٹتے"۔

مذہبی سیاست سے متعلق انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طرزِ عمل

حضراتِ ذی وقار! سابقہ قوموں میں بھی سیاسی قیادت اور مذہبی رَہنمائی کا فریضہ، حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ہی سپرد تھا، منصبِ نبوّت ورسالت کی ذِمّہ داریوں کے ساتھ ساتھ وہ حضرات قومی، ملّی اور سیاسی اُمور بھی انجام دیا کرتے،

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب العيدَين، ر: ٩٥٦، صـ١٥٤.

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ»[1] "بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیائے کرام کے پاس ہوا کرتا"۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد چونکہ علمائے دین اُن کے علمی وارِث وجانشین ہیں، لہٰذا تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ سیاسی خلاء پُر کرنا، اور امّت کی قیادت ورَہنمائی کرنا بھی، انہی کی ذِمّہ داریوں میں سے ہے۔

اِمامت وسیاست کی اہلیت

جانِ برادر! اِمامت وسیاست کی اہلیت پرکھنے کا معیار علمِ دین ہے، جو شخص جتنا بڑا عالمِ دین ہے، اِمامت وسیاست کا فریضہ انجام دینے کا بھی وہ اُتنا ہی زیادہ اہل ہے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو، متفقہ طَور پر پہلا خلیفۂ راشد بھی اسی بنیاد پر منتخب کیا گیا، حضرت سیّدنا مولا علی (کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم) کا ارشاد ہے: «لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلَاةِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[2] "نبئ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وِصال کے بعد، جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ جب نماز کے مُعاملہ میں، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مقدّم فرمایا، اور ہمارے دِین کے لیے انہیں امام بنانا پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہو گئے"، یعنی ہم نے حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت کر کے، انہیں خلیفہ مقرّر کر دیا۔

---

(١) المرجع نفسه، كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢.
(٢) "الطبقات الكبرى" الطبقة ١ ...إلخ، ذكر بيعة أبي بكر رضي الله عنه، ٣/ ١٨٣.

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نبیوں کے بعد تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے، انہی کے علم پر حضور اَنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا، انہی کے علم پر سرورِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا، انہی کے علم پر منکرینِ زکاۃ کے خلاف جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آپ تھوڑی نرمی کرتے تو فرائضِ اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا، اسی لیے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امامِ نماز بنایا، انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن وامان بحال ہوا، اور فارُوقی فتوحات کے لیے راستہ صاف ہوا"[1]۔

حکمرانوں کے انتخاب میں ہماری نااہلی

حضراتِ محترم! پنجوقتہ نماز، جنازہ وعیدَین، محراب ومنبر، وعظ ونصیحت، حج وعمرہ، نکاح وطلاق، اور دیگر شرعی مُعاملات میں عوام وحکمرانوں کی رہنمائی سمیت، آج بھی ہمارے متعدِّد دینی اُمور کی قیادت علمائے دین کے پاس ہے، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے دنیاوی (سیاسی) مُعاملات کی قیادت بھی ان حضرات کو نہیں سونپ دیتے؟ جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم قرآن وسنّت کا زیادہ علم رکھنے، اور اپنی نمازوں کا اِمام ہونے کے سبب، حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنا خلیفہ وحکمران منتخب کرسکتے ہیں، تو پھر آج الیکشن (Election) کے وقت ہم، ہر ایرے غیرے کو بلاسوچے سمجھے، اس کی دینی اہلیت جانے بغیر، کیسے ووٹ (Vote) دے سکتے ہیں؟

(۱) "مرآۃ المناجیح" زکاۃ کا بیان، تیسری فصل، ۳/ ۲۱، ملخصًا۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارے ملک پاکستان میں چوکیدار (Watchman) اور مالی (Gardener) رکھنے کے لیے تو اہلیت وتجربہ پوچھا جاتا ہے، لیکن ایم پی اے (MPA)، ایم این اے (MNA)، وزیر، مشیر، وزارتِ داخلہ، وزارتِ خارجہ، وزارتِ دِفاع، وزارتِ قانون اور پرائم منسٹر (Prime Minister) جیسے اہم مَناصب پر تعیناتی کے لیے، کوئی اہلیت ومعیار مقرّر نہیں، کوئی بدمُعاش ہو یا چور اُچکا، بس ووٹ (Vote) زیادہ ملنے چاہئیں، جس سیاسی جماعت نے بھی سب سے زیادہ ووٹ اور سیٹیں اُچک لیں، خواہ وہ دھونس دھمکی، رشوَت اور دھاندلی کے ہی ذریعے کیوں نہ ہوں، وہی حکومت بنانے کی اہل اور حقدار ہے، کسی حکمران کے انتخاب کی یہ اہلیت ومعیار، شرعی تقاضوں کے مُطابق نہیں ہے! ہمیں چاہیے کہ بطور حکمران متّقی وپرہیزگار، نیک صالح اور اہلِ علم حضرات کو ترجیح دیں! دینی مُعاملات کی طرح اپنے دنیاوی مُعاملات کی قیادت بھی انہی کو سونپیں!۔

موجودہ سیاست سے دیندار طبقے کی کِنارہ کَشی کا نقصان

جانِ عزیز! موجودہ سیاست مکر وفریب، جھوٹ، دغابازی اور مُنافقت کی سیاست ہے، دنیاوی مفادات اور چند ٹکوں کے عوض اپنی جماعت چھوڑ کر، سیاسی وفاداریاں تبدیل کرنا، ایک عام سے بات سمجھی جاتی ہے! الیکشن (Election) کے دنوں میں عوام سے کیے گئے وعدوں سے مکر جانا، اور یوٹرن (U-turn) لے کر عوام کو دھوکہ دینا، سیاسی مہارت اور حکمتِ عملی خیال کیا جاتا ہے! موجودہ سیاست کے اس مکروہ چہرے کو دیکھتے ہوئے، ہمارے بعض مذہبی رَہنما، علمائے دین اور مشائخِ طریقت، سیاست سے کِنارہ کَش رہتے ہیں، اور اپنے مریدوں، عقیدتمندوں اور

شاگردوں کو بھی اس سے دُور رہنے کا مشورہ اور حکم دیتے ہیں، نیز اپنے کارکنان پر اس سلسلے میں پابندیاں بھی عائد کرتے ہیں، کہ نہ کسی سیاسی جماعت سے روابط رکھے جائیں، اور نہ ہی ووٹنگ (Voting) کے عمل میں حصہ لیا جائے۔

میرے محترم بھائیو! ایک مسلمان کا اپنے وطن میں ووٹ نہ ڈالنا، دینی، ملّی اور سیاسی اعتبار سے متعدّد نقصانات کا باعث ہے، اگر ہم ووٹنگ (Voting) کے عمل میں حصہ نہیں لیں گے، تو اس بات کا قوی اِمکان ہے کہ فاسق وفاجر، اور دِین بیزار لوگ منتخب ہوکر ایوانِ اقتدار میں پہنچیں گے، وہ اپنے اقتدار، اور پاور (Power) کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ملک وقوم، اور دِین مخالف قانون سازی کریں گے، گستاخانِ رسول کو تحفُّظ دیں گے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکِروں کو اعلیٰ عہدوں پر بٹھائیں گے، ہماری نسلِ نَو کو اسلام سے دُور کرنے کے لیے یورپی کلچر (European Culture) کو پروان چڑھائیں گے، مذہبی جذبہ کم کرنے کے لیے بچوں کے تعلیمی نصاب سے آیاتِ جہاد کو نکالیں گے، الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) کے ذریعے انہیں یورپی تہذیب کا دلدادہ بنائیں گے، ہمارے نوجوانوں کو اپنے علماء سے متنفر کریں گے، والدین کا ادب واحترام، چھوٹے بڑے کا دید لحاظ اور شرم وحیاء کو ختم کریں گے، یہ لوگ امیر اور غریب میں مَوجود خلیج کو مزید وسیع کریں گے، اسلامی طرزِ حکومت اپنانے کے بجائے، نام نہاد جُمہوریت (Democracy) کو فروغ دیں گے!۔

آج اسلامی تعلیمات کے ساتھ کس طرح کھلواڑ کیا جارہا ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، ہمارے علمائے دین اور مذہبی طبقے کے ساتھ کیسا سُلوک رَوا رکھا جارہا ہے، وہ بھی سب پہ عیاں ہے! "زندگی تماشہ" جیسی اسلام مخالف، اور توہین آمیز

فلموں کا بننا، اور انہیں نمائش کی اجازت ملنا بھی، ہمارے انہی دِین بیزار سیاستدانوں کا کیا دھرا ہے! لہذا عالمی حالات وواقعات کی نزاکت کو سمجھیں، میدانِ عمل میں آئیں، اپنی قوّتِ بازُو پر بھروسہ رکھیں، اور قوم کی رَہنمائی کا فریضہ انجام دیں، امیدِ واثق ہے کہ اللہ ربّ العالمین آپ کے جذبہ واِخلاص کی برکت سے ہوا کا رُخ پھیر دے گا، اور سیاسی فضا آپ کے لیے سازگار بنادے گا! ع

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر!

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سُکوتِ لالہ وگُل سے کلام پیدا کر!

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کا اِحساں
سفالِ ہند سے مینا وجام پیدا کر![1]

مذہبی سیاست... وقت کا اہم تقاضا

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یاد رکھیے کہ موجودہ طرزِ سیاست ہماری طبیعت ومزاج کے لیے کتنا ہی مکروہ وناپسندیدہ کیوں نہ ہو، علماء ومشایخ کی اس سے لاتعلقی کسی طور پر بھی عوامی مفاد میں نہیں! مذہبی طبقے کا اس سے دُور بھاگنا، گویا عوام کو ذِلّت، پستی اور گمراہی وضلالت کے گہرے دَلدل میں پھینکنے کے مترادِف ہے! اگر

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بالِ جبریل، جاوید کے نام، صـ۴۷۴۔

ہمارے علماء ومشائخ سیاست سے کِنارہ کَش ہوکر، اپنے اپنے مدرسوں اور آستانوں میں بیٹھ جائیں گے، تو قومِ مسلم کی رَہنمائی کون کرے گا؟! انہیں صحیح اور غلط کی پہچان کیسے ہوگی؟! دینِ اسلام کو فُروغ کیسے ملے گا؟! نظامِ مصطفیٰ کا عملی طور پر نفاذ کیسے ممکن ہوگا؟!

کیا قوم کو دین کا پابند کرنے اور مُعاشرے کی اصلاح کی ذِمّہ داری علماء کا کام نہیں؟! کیا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور علمائے امّت نے سیاسی اعتبار سے مشکلات کا سامنا نہیں کیا؟! کیا انہیں تکالیف نہیں پہنچائی گئیں؟! کیا ہمارے اکابر نے اس سلسلے میں قید وبند کی صُعوبتوں کا سامنا نہیں کیا؟! کیا انہوں نے جیلیں نہیں کاٹیں؟! کیا ان کے بال بچوں اور گھر والوں کو اَذیت وتکالیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟! جو مذہبی جماعتیں اور علماء ومشائخ موجودہ طرزِ سیاست، اور نظامِ حکومت کو بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں، کیا بروزِ قیامت اس سلسلے میں اُن سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی؟ سیاست سے ہماری یہ لاتعلقی وطنِ عزیز میں ظلم وجبر، لُوٹ کھسوٹ، بے اِعتدالی، بدعنوانی اور نااِنصافی میں مزید اضافے کا باعث بنے گی!۔

فرض کیجیے کہ اگر پاکستانی عوام نے کل میدانِ محشر میں یہ کہتے ہوئے، تمام ذِمّہ داری علماء ومشائخ کے کندھوں پر ڈال دی کہ "ہمارے علماء اور مذہبی رہنماؤں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا، اُن لوگوں نے ہماری رہنمائی نہیں کی" تو ہم کیا جواب دیں گے؟! لہٰذا تمام نام نہاد مصلحتوں کو چھوڑیے اور میدانِ عمل میں آکر، قوم کی رَہبری ورَہنمائی کا فریضہ انجام دیجیے! اور پاکستان میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو تخت پر لانے کے لیے عملی طَور پر کوشش کیجیے! ہمارا کام کوشش کرنا ہے، کامیابی ملے یا نہ ملے، یہ ہمارے ذمّے نہیں، یہ مشیتِ الٰہی پر منحصر ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں مذہبی سیاست کی اہمیت وضرورت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، اس میں حصہ لے کر قوم کی رَہبری ورَہنمائی کرنے کی سوچ عطا فرما، موجودہ سیاست کی مُنافقت کا شکار ہونے سے بچا، علماء ومشائخ کی صورت میں نیک صالح اور شریعت کے پابند عادِل حکمران عطا فرما، ہمیں مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، دجّالی میڈیا کے پروپیگنڈہ کا شکار ہوکر اپنے علماء پر تنقید کرنے سے بچا، اور جو لوگ سیاست سے کِنارہ کَش ہوکر بیٹھے ہیں، انہیں اس کے باعث ہونے والے نقصان سے آگاہی عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

حضورِ اکرم ﷺ کا حُسن وجمال

(جمعۃ المبارک ۰۳ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۶/۰۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

بے مثل وبے مثال پیکرِ حُسن وجمال

برادرانِ اسلام! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سرتاپا، نورِ مجسّم اور پیکرِ حُسن وجمال ہیں، سرورِ عالم ﷺ جس طرح کمالِ سیرت میں سب سے منفرِد ویکتا ہیں، اسی طرح ظاہری حُسن وجمال میں بھی بے مثل وبے مثال ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو لازوال حُسن وجمال عطا فرمایا، ساری کائنات میں سرورِ کونین ﷺ سا حسین وجمیل کوئی نہیں، حُسن وجمال کے اس ذکر کو اگر مختصر پیرائے میں عرض کیا جائے، تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ سارے جہاں میں کوئی ایسی کامل عقل نہیں، جو رسولِ اکرم ﷺ کے حُسن وجمال اور نورانیت کا کماحقّہ اِدراک کرسکے!۔

اللہ ربّ العالمین قرآنِ پاک میں حضورِ اکرم ﷺ کے حُسن وجمال کی قسم ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾

﴿وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۟ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾[۱] "اس پیارے چمکتے تارے (محمد) کی قسم! جب یہ (معراج سے) اُترے! تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے، اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالضُّحٰی ۟ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی﴾[۲] "چاشت کی قسم، اور رات کی! جب پردہ ڈالے"۔ مُفسّرینِ کرام اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ ﴿وَالضُّحٰی﴾ سے مراد نورِ جمالِ مصطفی ﷺ ہے، اور ﴿وَالَّیۡلِ﴾ حضورِ اکرم ﷺ کے گیسوئے عنبرین (بال مبارک) کے لیے بطورِ کنایہ استعمال ہوا ہے[۳]۔ یعنی ان آیاتِ مبارکہ میں خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے مبارَک روشن چہرے، اور رات کی تاریکی سے زیادہ گہری سیاہ زلفوں کی قسم ذکر فرمائی، اور اس طرح اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے حُسن وجمال کا بیان فرمایا ہے[۴]۔

حُسن وجمالِ مصطفی اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم

عزیزانِ محترم! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم وہ خوش بخت اور پاکیزہ نُفوس ہیں، جنہوں نے نبئ کریم ﷺ کے جمالِ جہاں آراء کا اپنی چشمانِ سر سے مُشاہدہ کیا، اور خوش نصیبی کی معراج حاصل کی۔ متعدّد روایات میں انہوں نے سرکارِ دوعالَم ﷺ کے حُسن وجمال کو، جن تشبیہات، اِستعارات اور خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا، انہیں پڑھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی قسمت پر رشک آتا ہے! اور دل میں بے اختیار یہ

(۱) پ۲۷، النجم: ۱-٤.
(۲) پ۳۰، الضحى: ۱، ۲.
(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳۰، الضُّحیٰ، زیرِ آیت: ۲، ص۱۱۰۸۔
(۴) دیکھیے: "شمائلِ نبوی ﷺ" واعظ الجمعہ ۸ جنوری ۲۰۲۱ء۔

خواہش مچلتی ہے، کہ کاش اُس مبارک دَور میں ہم بھی موجود ہوتے، اور اپنی ان گنہگار آنکھوں سے دیدارِ مصطفی کا شرف پاتے!۔

ثانی نہیں ہے کوئی آمنہ کے لال کا!

نبئ کریم ﷺ کے بےنظیر حُسن کا ذکر کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ!»[1] "آپ ﷺ جیسا حسین وجمیل نہ کوئی آپ سے پہلے دیکھا، نہ آپ ﷺ کے بعد دیکھا"۔

چاند سے زیادہ حسین وجمیل

حضراتِ گرامی قدر! رحمتِ عالمیان ﷺ کے حُسن وجمال کا ذکر کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «رأيتُ رسولَ الله ﷺ في ليلةِ إضحيان، فجعلتُ أنظر إلى رسولِ الله ﷺ وإلى القمر، وعليه حلّةٌ حمراء، فإذا هو عندي أحسن من القمر!»[2] "میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا، کبھی میں حضور ﷺ کی طرف دیکھتا، کبھی چاند کی طرف، اس وقت آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا، آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ حسین وجمیل تھے!" ع

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام![3]

---

(۱) "سنن الترمذي" باب المناقب، ر: ٣٦٣٧، صـ٨٢٩.
(۲) المرجع نفسه، أبواب الأدب، ر: ٢٨١١، صـ٦٣٣.
(۳) "حدائق بخشش" حصہ دُوم، مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۰۱۔

بارُعب اور پُر وقار شخصیت

حضرت سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ کونین ﷺ کے حُسنِ بے مثال کو، چودہویں ۱۴ کے چاند سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: «كَانَ رَسُولُ الله ﷺ فَخْماً مُفَخَّماً، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ، تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ»[1] "رسول اللہ ﷺ عظیم الشان بارُعب، انتہائی پُر وَقار شخصیت کے مالک تھے، آپ ﷺ کا چہرۂ انور چودہویں ۱۴ کے چاند کی طرح چمکتا تھا!"۔

قالب میں ڈھلی چاندی کی مثل خوبصورت رنگت

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اکرم ﷺ کے جسمانی حُسن وجمال، اور خوبصورتی کو چاندی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُوْلُ الله ﷺ أبيَضَ، كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ، رَجِلَ الشَّعْرِ!»[2] "رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَقدس کا رنگ سفید تھا، گویا کہ قالب میں چاندی ڈھالی گئی ہو! آپ ﷺ کے بال مبارک کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے" ع

ک گیسو، ﮦ دَہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص

کھٰیٰعص اُن کا ہے چہرہ نور کا![3]

سب سے زیادہ حسین وجمیل

حضرت سیّدنا عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: «ما كان أحدٌ أحبَّ إليَّ من

---

(١) "المعجم الكبير" باب الهاء، من اسمه هند، ر: ٤١٤، ٢٢/ ١٥٥.

(٢) "الشمائل المحمديّة" باب صفة خلق رسول الله ﷺ، ر: ١٢، صـ٢٩.

(۳) "حدائقِ بخشش" حصّہ دُوم ۲، صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا، ص۲۴۹۔

رسول الله ﷺ، ولا أجلَّ في عيني منه، وما كنتُ أطيقُ أن أملأَ عيني منه؛ إجلالاً له، ولو سُئلتُ أن أصِفَه ما أطقتُ؛ لأنّي لم أكن أملأُ عيني منه»[1] "میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں، نہ میری نگاہوں میں کوئی شخص حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل ہے، میں رحمتِ عالم ﷺ کے مقدّس چہرہ کو، اُس کے جلال وجمال کے سبب، جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا! اگر کوئی مجھ سے کہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا حسن وجمال بیان کرو، تو میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا؛ کیونکہ (رحمتِ عالم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کی چمک دمک کے سبب) میں نے حضور کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہیں!"۔

چاند کا ٹکڑا

حضرت سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كان رسولُ الله ﷺ إذا سُرَّ استنارَ وَجهُه، حتَّى كأنّهُ قطعَةُ قَمَرٍ، وكنّا نعرِف ذلك منه»[2] "حضورِ اکرم ﷺ جب خوش ہوتے، تو حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک یوں نور بار ہوتا جیسے چاند کا ٹکڑا! اور ہم حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی چمک دمک سے، حضورِ اقدس ﷺ کی خوشی جان لیا کرتے!" ع

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام![3]

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب كون ...إلخ، ر: ٣٢١، صـ٦٤، ٦٥.
(٢) "صحيح البخاري" باب صفة النّبي ﷺ، ر: ٣٥٥٦، صـ٥٩٧.
(٣) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم ٢، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص٣٠١۔

چہرۂ مصطفی ﷺ

حضراتِ ذی وقار! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا رُخِ انور نہایت روشن، وجیہ اور چاند کی طرح گول تھا، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ کائنات ﷺ کے حُلیہ مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں: «وَكَانَ فِي الوَجْهِ تَدْوِيرٌ، أَبْيَضُ مُشْرَبٌ»[۱] "حضور ﷺ کا چہرۂ انور کچھ گولائی میں تھا، اور آپ ﷺ کی رنگت سفید تھی"۔

حضور نبیٔ کریم ﷺ کی پیشانی مبارک

حضرت سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی کے بارے میں فرماتے ہیں: «وَاسِعُ الجَبِينِ»[۲] "آپ ﷺ کی مقدّس پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی" ع

جس کے ماتھے شَفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام![۳]

دَہنِ اقدس اور چشمانِ مبارک

عزیزانِ مَن! رحمتِ دوعالَم ﷺ کے باطنی اَوصاف وکمالات کی طرح آپ ﷺ کا ظاہری حُسن وجمال بھی بے مثال تھا! آپ ﷺ کے دَہنِ اقدس اور چشمانِ مبارک کے بارے میں، حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في صفة النّبي ﷺ، ر: ۳۶۳۸، صـ۸۲۹.
(۲) "شرح السُنة" للبَغَوي، كتاب الفضائل، باب جامع صفاته ﷺ، ۱۳/ ۲۷۰. و"الشمائل المحمدية" للترمذي، باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، ر: ۷، صـ۲۲.
(۳) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۰۰۔

النَّبِيُّ ﷺ ضَلِيعَ الفَمِ، أَشْكَلَ العَيْنَيْنِ، مَنْهُوسَ الْعَقِبِ»(۱) "نبئ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دَہنِ مبارک کشادہ، آنکھوں کے کنارے لمبے، اور ایڑھیوں پر گوشت کم تھا"۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «أَدْعَجُ العَيْنَيْنِ، أَهْدَبُ الأَشْفَارِ»(۲) "رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چشمانِ مبارک سیاہ، اور پلکیں لمبی تھیں"۔

رحمتِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بینی مبارک

حضراتِ گرامی قدر! سرورِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بینی (ناک) مبارک بہت ہی خوبصورت، دراز، بلند اور نورانی تھی، حضرت سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: «أقنَى العرنَين، له نورٌ يعلوه»(۳) "رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بینی (ناک) مبارک باریک اور بلند تھی، جس پر نمایاں نُور اور رَوشنی تھی" ؏

نیچی آنکھوں کی شرم وحَیا پر دُرود　　　اُونچی بینی کی رِفعت پہ لاکھوں سلام!(۴)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پُرنور گردن

حضرت سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حُلیہ مبارکہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: «كان رسولُ الله ﷺ ...دَقِيقَ المَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في صفة النّبي ﷺ، ر: ٣٦٤٦، صـ٨٣١.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في صفة النّبي ﷺ، ر: ٣٦٣٨، صـ٨٢٩. و"الشمائل المحمديّة" باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، ر: ٦، صـ٢٠.

(۳) "الشريعة" للآجرّي، كتاب الإيمان والتصديق، ر: ١٠٢٢، ٣/ ١٥٠٨. و"الشمائل المحمدية" باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، ر: ٧، صـ٢٢.

(۴) "حدائق بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۰۱۔

دُمْيَةٍ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ»[۱] "تاجدارِ رسالت ﷺ کی گردن مبارک بڑی خوبصورت تھی، گویا کہ چاندی کی کوئی مُورتی تراشی گئی ہو"۔

نبیٔ کریم ﷺ کاقد مبارک

رحمتِ عالمیان ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا، حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ الله ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ البَائِنِ، وَلاَ بِالقَصِيرِ»[۲] "رسول اللہ ﷺ کا قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا، اور نہ ہی پست (چھوٹا) تھا" ؏

قدِ بے سایہ کے سایۂ مَرحمت
ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قُدُس جس کی ہیں قمریاں
اُس سہی سَروقامت پہ لاکھوں سلام[۳]

حضور ﷺ کے گیسوئے عنبریں

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! مصطفی جانِ عالَم ﷺ کے گیسوئے عنبریں (بال مبارک) بڑے ہی پیارے تھے، نہ بالکل سیدھے تھے، نہ بہت گھنگریالے، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کہ تاجدارِ دوعالَم ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: «كَانَ

---

(۱) "الشمائل المحمدية" باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، ر: ۷، صـ۲۲.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، ر: ۳۵٤۸، صـ۵۹٦.

(۳) "حدائق بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۲۹۹۔

شَعَراً رَجِلًا، لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ»[1] "نبئ کریم ﷺ کے بال مبارک میانہ تھے، نہ بہت گھنگریالے، نہ بالکل سیدھے، اور وہ کانوں اور شانوں (کندھوں) کے درمیان تھے"۔

میرے عزیز دوستو! حضور نبئ کریم ﷺ کی مبارک زُلفوں کی لمبائی کے بارے میں مختلف روایات ہیں، بعض میں نصف کانوں تک، بعض میں کانوں کی لَو تک، اور بعض روایات میں شانوں تک مذکورہ[2]۔ ان روایات کے اختلاف کی وجہ یہ ہے، کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے خاتم النبیین ﷺ کے گیسوئے عنبریں کو مختلف مَواقع پر مشاہدہ فرمایا، کبھی آپ ﷺ نے نصف کانوں تک بال مبارک رکھے، اور کبھی کانوں کی لَو تک، اور کبھی شانوں تک، لہذا ایسی روایات میں باہم کوئی تضاد وتعارُض نہیں۔ ع

گوش تک سنتے تھے فریاد، اب آئے تادوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو[3]

رسولِ اکرم ﷺ کا سینہ مبارک

مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا، حضرت سیّدنا بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالی عنہ آپ ﷺ کا حُلیہ مبارکہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «مَرْبُوعاً، بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَهُ شَعَرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ»[4] "نبئ کریم ﷺ میانہ قد

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل، ر: ٦٠٦٧، صـ١٠٢٩.
(٢) "سنن الترمذي" أبواب اللباس، ر: ١٧٢٤، صـ٤١٢.
(۳) "حدائق بخشش" حصّہ اوّل، چمنِ طیبہ میں سُنبل جو سنوارے گیسو، صـ119۔
(٤) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، ر: ٣٥٥١، صـ٥٩٦.

تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا)، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لَو تک تھے" ؏

رفعِ ذکرِ جلالت پہ اَرفَع دُرود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام[1]

تاجدارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ رحمت

تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ رحمت ریشم کی طرح نرم ونازک، پُرگوشت، کلائیاں لمبی، اور بازُو مبارک دراز تھے[2]، حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «مَا مَسِسْتُ حَرِيراً وَلَا دِيبَاجاً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صلى الله تعالى عليه وسلم»[3] "میں نے کسی ریشم اور دِیباج کو، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ونازک نہیں پایا!"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اَقدس (مبارک پاؤں) چوڑے، پُرگوشت، اور مبارک ایڑیاں کم گوشت والی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں کے تلوے اونچے تھے، اور زمین پر نہ لگتے تھے، دونوں پنڈلیاں مبارک صاف، شفّاف اور قدرے پتلی تھیں، پائے اَقدس کی نرمی اور نزاکت کا یہ عالم تھا، کہ ان پر پانی ذرا بھی نہیں ٹھہرتا تھا[4]۔ ؏

---

(۱) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۰۴۔
(۲) انظر: "الشمائل المحمدية" باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ۷، صـ۲۳.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، ر: ۳۵۶۱، صـ۵۹۷.
(٤) انظر: "الشمائل المحمدية" باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ۷، صـ۲۳. و"سیرتِ مصطفی" باب۱۷، شمائل وخصائل، پائے اقدس، ص۵۸۰، ملخصاً۔

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمع راہِ اَصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام[1]

مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار پسینہ مبارک

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبارک پسینہ کی خوشبو مشک وعنبر سے بڑھ کر تھی، حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: «مَا شَمَمْتُ عَنْبَراً قَطُّ، وَلَا مِسْكاً، وَلَا شَيْئاً، أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ الله ﷺ»[2] "رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کی جیسی خوشبو تھی، ویسی خوشبو نہ مشک میں تھی، نہ عنبر میں، نہ کسی اَور چیز میں" ؎

شبنمِ باغِ حق یعنی رُخ کا عَرق
اس کی سچی بَراقت پہ لاکھوں سلام[3]

دلنشین اور واضح اندازِ گفتگو

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اندازِ گفتگو اس قدر پیارا اور قابلِ فہم تھا، کہ سننے والا بآسانی سن کر سمجھ لیتا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اندازِ گفتگو سے متعلق فرماتی ہیں: «مَا كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يَسْرُدُ

(۱) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۰۵۔
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل، ر: ٦٠٥٣، صـ١٠٢٧.
(۳) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم ۲، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۰۱۔

سَرْدِكُمْ هَذَا، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتكَلَّمُ بِكَلَامٍ يُبَيِّنُهُ، فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ»[1] "رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ وہ نہایت واضح انداز میں کلام فرماتے، کہ پاس بیٹھنے والا اُسے یاد کرلیا کرتا!"۔

جو بات زیادہ اہم ہوتی، آپ ﷺ اسے بسا اوقات تین تین بار دُہراتے؛ تاکہ سننے والے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں! حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اکرم ﷺ کے اندازِ گفتگو کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يُعِيدُ الكَلِمَةَ ثَلَاثاً؛ لِتُعْقَلَ عَنْهُ»[2] "رسول اللہ ﷺ ایک بات تین ۳ بار دہراتے؛ تاکہ آپ ﷺ کا مُخاطب شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ (کر دل میں اُتار) سکے!" ع

میں نثار تیرے کلام پر، ملی یُوں تو کس کو زباں نہیں؟

وہ سخن ہے جس میں سُخن نہ ہو، وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں[3]

سب سے زیادہ خوبرو

حضرت سیّدنا ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے اپنی والدہ اور خالہ کے ساتھ، نبئ کریم ﷺ سے بیعت کا شرف حاصل کیا، واپسی پر میری والدہ نے مجھ سے فرمایا: «يَا بُنَيَّ! مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ أَحْسَنَ مِنْهُ وَجْهاً، وَلَا أَنْقَى ثَوْباً، وَلَا أَلْيَنَ كَلَاماً، وَرَأَيْنَا كَأَنَّ النُّورَ يَخْرُجُ

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٣٩، صـ٨٣٠.

(٢) المرجع نفسه، ر: ٣٦٤٠، صـ٨٣٠.

(٣) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، وہ کمال حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں، صـ١٠٧۔

مِنْ فِیهِ»[۱] "اے میرے پیارے بیٹے! ہم نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ خُوبرُو، ان سے زیادہ پاکیزہ لباس والا، اور ان سے زیادہ نرم گفتار کسی کو نہیں دیکھا! بلکہ ہم نے انہیں ایسا دیکھا کہ گویا ان کے منہ سے نور نکل رہا ہے!"۔

حُسن سراپائے رسول

حضرت سیّدہ اُمِّ مَعبد رضی اللہ تعالٰی عنہا مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حُلیہ مبارکہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ "آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حُسن نمایاں، چہرہ حسین، قد وقامت خوبصورت، نہ بڑے پیٹ کا عیب، نہ چھوٹے سَر کا نقص، اِنتہائی خوبصورت، خوبرُو آنکھیں، سیاہ اور بڑی پلکیں، گونج دار آواز، گردن بلند، داڑھی مبارک گھنی، باریک اور باہم ملی ہوئی اَبرُو، خاموش رہیں تو باوقار، لب کشا ہوں تو چہرہ پُر بہار ووقار، سب سے بڑھ کر باجمال، دُور ونزدیک سے حسین وجمیل، شِیریں زَباں، گفتگو صاف اور واضح، نہ بے فائدہ نہ بے ہودہ، مبارک منہ سے الفاظ ادا ہوں تو گویا موتی جھڑیں، درمیانہ قد، نہ لمبا کہ دراز قامتی بُری لگے، نہ پست کہ آنکھوں میں حَقارت پیدا ہو!"[۲]۔ ع

حُسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے[۳]

(۱) "المعجم الكبير" جندرة بن خيشنة أبو... إلخ، ر: ۲۰۱۸، ۸/ ۱۸، ۱۹.

(۲) "المعجم الكبير" باب الحاء، حبيش بن خالد الخزاعي، ر: ۳۶۰۵، ٤/ ٤٨.

و"مُستدَرك الحاكم" كتاب الهجرة ...إلخ، ر: ٤٢٧٤، ٣/ ١٠، ملخّصاً.

(۳) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، آنکھیں رورو کے سُجانے والے، ص ۱۶۱۔

بے مثل و بے مثال آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پے دَر پے (لگاتار) روزے رکھنے سے منع فرمایا، کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ خود تو پے دَر پے روزے رکھتے ہیں! سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «وَأَيُّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ!»[1] "تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اپنے رب تعالی کے یہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے" ع

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا، ترے خالقِ حُسن واَدا کی قسم!

ترا مَسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم![2]

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خوش طبعی

حضراتِ گرامی قدر! خوش طبعی اور مِزاح بھی سنّت ہے، لیکن مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مِزاح میں بھی کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی، ہمیشہ سچ ہی ارشاد فرمایا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ ہم سے مِزاح بھی فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقّاً!»[3] "میں (مذاق میں بھی) سچّی بات ہی کہتا ہوں!"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" بَابُ التنكيل لمن أكثرَ الوصال، ر: ۱۹٦۵، صـ۳۱٦.
(۲) "حدائق بخشش، حصہ اوّل، ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضُحی ترے چہرۂ نور فزا کی قسم، صـ۸۰، ۸۱۔
(۳) "سنن الترمذي" باب ما جاء في المزاح، ر: ۱۹۹۰، صـ٤٦۰.

حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ» "میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا!" اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ؟»[1] "اونٹنیاں ہی تو اونٹ پیدا کرتی ہیں!" ؎

اُن کے نثار کوئی، کیسے ہی رنج میں ہو

جب یاد آگئے ہیں، سب غم بھلا دیے ہیں![2]

سرورِ دوجہاں ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ

عزیزانِ محترم! مصطفی جانِ رحمت ﷺ انتہائی مہربان، سخی، راست گو، نرم طبیعت، خوش مزاج، اور خوش اَخلاق تھے، اللہ ربّ العزّت عَزَّوَجَلَّ آپ ﷺ کے اَخلاقِ حسَنہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾[3] "(اے حبیب) یقیناً تم اَخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو!"۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کسی نے حضورِ اکرم ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جواب دیا: «كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ»[4] "خود قرآنِ کریم ہی حضور ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ ہیں"۔

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ۱۹۹۱، صـ۴٦۰.

(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں، صـ۱۰۱۔

(۳) پ۲۹، القلم: ٤.

(٤) "مسند الإمام أحمد" مسند السيّدة عائشة، ر: ۲٤٦۵۵، ۹/ ۳۸۰.

حضرت سیّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجدارِ رسالت ﷺ کے اَخلاقِ حسنہ اور عاداتِ کریمہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: «لَمْ يَكُنْ رَسُولُ الله ﷺ فَاحِشاً، وَلاَ لَعَّاناً، وَلَا سَبَّاباً»[۱] "رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے، اور نہ ہی گالی دینے والے تھے!"۔

سراپائے رحمت

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! مصطفی جانِ رحمت ﷺ سراپائے رحمت تھے، کفّار ومشرکین نے تبلیغِ اسلام کے مقدّس جرم میں، نبئ رحمت ﷺ کو بڑی اَذیتیں پہنچائیں، لیکن قدرت رکھنے کے باوُجود رحمتِ عالمیان ﷺ نے، ان لوگوں سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ ان کے حق میں بددعا تک نہیں فرمائی۔ حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے روایت کی، کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا: یارسولَ اللہ! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے، سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً!»[۲] "میں بددعا کرنے والا نہیں بھیجا گیا، بلکہ میں تو (سراپا) رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں!"۔

ہر عیب سے پاک اور زیادہ حُسن وجمال کے حامل

حضراتِ ذی وقار! شاعرِ دربارِ رسالت حضرت سیّدنا حسّان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے "قصیدۂ ہمزیہ" میں جمالِ نبوّت کی شانِ بے مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ع

وأحسن مِنْكَ لم تَرَ قَطُّ عينِي وأجمَل مِنْكَ لم تَلِدِ النِّساءُ

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٤٦، صـ١٠٥٦.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والأدب، ر: ٦٦١٣، صـ١١٣٤.

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عيبٍ　　　كأنَّكَ قد خُلِقْتَ كما تشاءُ[1]

"(۱) آپ ﷺ سے زیادہ حُسن والا میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں، (۲) آپ ﷺ سے زیادہ جمال والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ (۳) آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، (۴) گویا کہ آپ ﷺ ایسے پیدا کیے گئے ہیں جیسا آپ چاہتے تھے" ؏

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمَن پھول
لب پھول، دَہن پھول، ذَقن پھول، بدن پھول[2]

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شمائلِ مصطفی اور آپ ﷺ کے حُسن وجمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "قصیدہ بُردہ شریف" میں فرمایا: ؏

مُنزَّهٌ عن شريكٍ في محاسِنِه　　　فجَوهرُ الحُسنِ فيه غيرُ مُنقسِمِ[3]

"حضور نبیِّ کریم ﷺ اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں، کہ اس مُعاملے میں آپ کا کوئی شریک نہیں، بلکہ ان کا جَوہرِ حُسن وجمال تقسیم سے پاک ہے" ؏

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے، کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے، یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں[4]

---

(۱) "ديوان حَسّان بن ثابت" قافية الألف، صـ۲۱.
(۲) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، سر تا بقدم ہے تنِ سلطان زَمن پھول، صـ۷۸۔
(۳) "قصيدة البُردة" الفصل ۳ في مدح النّبي ﷺ، صـ۲۹.
(۴) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں، صـ۱۰۷۔

حُسن و جمالِ مصطفی سے متعلق علمائے امّت کے اقوال

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضور سرورِ عالم ﷺ کا حُسن و جمال بے مثل و بے مثال ہے، اور اس پر اِیمان واِیقان تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں علمائے امّت کے متعدِّد اَقوال وفرامین موجود ہیں، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

حُسن و جمال کا چرچا

(۱) قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "اے طالبِ صادق! جان لو کہ حضور ﷺ کے مَحاسنِ عالیہ میں اپنی کوشش کو قطعًا دخل نہیں، بلکہ وہ آپ کی جبلّت میں پیدائشی طور پر پائے جاتے ہیں۔ آپ کی ذاتِ مقدّسہ میں مَحاسن وکمالات فطری طَور پر، اس طرح جمع کر دیے گئے ہیں، کہ کوئی کمال اس کے اِحاطے سے باہر نہیں رہا۔ بے شمار احادیث میں جو آپ کے حُسن و جمال کا چرچا ہے، اُن کی صحت میں کلام نہیں، بلکہ بعض آثار تو صحت سے قطعیّت، اور وہاں سے حق اُلیقین کے درجے تک پہنچے ہوئے ہیں! آپ کے حسن و جمال اور تناسُبِ اعضاء کے بیان میں، آثارِ صحیحہ کثیرہ مشہورہ وارِد ہیں"[۱]۔

تکمیلِ ایمان کا ذریعہ

(۲) امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل میں سے ہے، کہ اس بات پر بھی ایمان لایا جائے، کہ اللہ تعالی نے حضورِ اکرم ﷺ کے بدن شریف کی بناوَٹ، اس طَور پر کی ہے کہ حضور سے پہلے اور بعد، کسی کی تخلیق اس انداز سے نہیں کی گئی"[۲]۔

---

(۱) "الشفا" القسم ۱، الباب ۲ في تكميل ...إلخ، فصل، الجزء ۱، صـ٤٤.
(۲) "المواهب اللدُنية" المقصد ۳، الفصل ۱ في كمال خلقته وجمال ...إلخ، ۲/ ٥.

رُوئے تاباں کی طرف آنکھ اُٹھانا بھی مشکل اَمر

(۳) علّامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "نبیٔ اکرم ﷺ کا حسن وجمال اَوجِ کمال پر تھا (یہاں تک فرمایا کہ) لیکن رب عزّوجلّ نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا میں سے، بہت کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر بھی مخفی رکھا، اگر سرکارِ دوعالَم ﷺ کا حسن وجمال پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا، تو حضور ﷺ کے رُوئے تاباں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی مشکل ہوجاتا!"[۱]۔

حضورِ اکرم ﷺ کا مکمل حُسن وجمال ظاہر نہیں ہوا

(۴) علّامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ "امام قُرطبی نے بعض علماء سے نقل کیا، کہ ہمارے لیے حضورِ اکرم کا مکمل حسن وجمال ظاہر نہیں ہوا؛ (کیونکہ اگر حضور کا تمام حسن وجمال ظاہر ہوتا) توصحابۂ کرام کی آنکھیں حضور کو دیکھنے پر قادِر نہ ہوتیں!"[۲]۔

حضورِ اکرم ﷺ جیسا کائنات میں کوئی نہیں

(۵) علّامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "مَولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف بیان کرنے والا، جب آپ کی تعریف کرنے کی طاقت نہیں پاتا، توبالآخر کہتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے پہلے اور بعد، حضور جیسا کسی کو دیکھا ہی نہیں!"[۳]۔

---

(۱) "جمع الوسائل" باب تعطّر رسول الله ﷺ، الجزء ۲، صـ۹.

(۲) المرجع نفسه، باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، الجزء ۱، صـ۱۰.

(۳) "شرح الزرقاني على المواهب اللدُنية" شرح مقدّمة المواهب، ۱/ ۲۰.

مسلمانانِ عالَم کا اتفاق

(٦) حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسن و جمال کے بارے میں، امام اِبراہیم باجُوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ "مسلمانانِ عالَم اِس بات پر متفق ہیں، کہ ہر شخص کے لیے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے، کہ خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بدنِ اطہر کو، اِس شان سے تخلیق فرمایا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے اور آپ کے بعد، کسی کو آپ جیسا نہ بنایا"[1]۔

شمائلِ مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بیان کرنے میں احتیاط کا پہلو

میرے محترم بھائیو! حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شمائل اور حُسن و جمال کا ذکر کرنا، جہاں دنیا و آخرت میں رحمتوں، برکتوں اور نَجات کا باعث ہے، وہیں اس میں ذرا سی کوتاہی یا تنقیص، اِیمان کی بربادی اور جہنّم میں لے جانے کا سبب بن سکتی ہے! لہٰذا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے، ہمیشہ حد درجہ احتیاط برتیں، اور بہت سوچ سمجھ کر الفاظ کا چناؤ کریں!۔

حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک شخص نے اِستفسار کیا، کہ کیا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرہ تلوار کی طرح (چمکدار) تھا؟ حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَدِيرٌ»[2] "(نہیں، بلکہ) سورج اور چاند کی طرح گول تھا"۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رُخِ انور کی تابانی کو، تلوار کے ساتھ تشبیہ دینے میں بے ادبی کا احتمال تھا؛ کیونکہ تلوار میں صرف چمک ہوتی ہے، نورانیت نہیں ہوتی، اسی طرح

---

(١) "المواهب اللدُنية" باب ما جاء في ...إلخ، صـ٣٨.

(٢) "الطبقات الكبرى" ذكر صفة خلق رسول الله، ١/ ٢٨٣.

لمبائی ہوتی ہے، گولائی نہیں ہوتی، جبکہ چاند سے تشبیہ دینا اس لیے دُرست ہے؛ کہ اس میں نورانیت بھی ہے اور گولائی بھی، مزید یہ کہ اس کی روشنی کو تاقیامت زوال نہیں![1]۔

حُسن و جمالِ مصطفی سے متعلق اسلامی عقیدہ

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضورِ اقدس ﷺ کے حُسن و جمال کو بے مثل ماننا، تکمیلِ ایمان میں سے ہے، کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک وہ نبئ بے مثال ﷺ کو باعتبارِ صورت و سیرت، اِس کائناتِ ہَست وبُود کی تمام مخلوقات سے افضل واکمل تسلیم نہ کر لے![2] لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے عقیدہ وایمان میں اس اَمر کو ضرور ملحوظ رکھیں، اور جہاں کوئی خامی، کمی یا کوتاہی پائیں، اُسے درست کر کے اپنی دنیا وآخرت سنواریں، اور اپنے ایمان کو فرحت وتازگی بخشیں!۔

دعا

اے اللہ! حضورِ اکرم ﷺ کے حُسنِ بے مثال کے صدقے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، ہماری دنیا وآخرت بہتر بنا، ہم پر اپنی رحمتوں، برکتوں اور خیر و بھلائی کا نُزول فرما، نبئ کریم ﷺ کے حُسن و جمال سے متعلق ہمارے عقیدے کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نظریات کے مُوافق بنا، شمائلِ مصطفی بیان کرتے وقت، احتیاط کا دامن تھامے رہنے کی توفیق مرحمت فرما، کسی بھی قسم کی تنقیص یا کوتاہی سے بچا، اور ہر معاملے میں مقامِ مصطفی کے آداب ملحوظِ خاطر رکھنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) دیکھیے: "شمائلِ نبوی ﷺ" واعظ الجمعہ ۸ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۲) "المواهب اللدُنية" المقصد ۳، الفصل ۱ في كمال خلقته وجمال ...إلخ، ۲/ ۵.

مسلم عورت، حجاب اور یورپی طرزِ عمل

(جمعۃ المبارک ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ - ۱۰/۰۶/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینِ اسلام میں عورت کا مقام

برادرانِ اسلام! زمانۂ جاہلیت میں عورت ذِلّت وپستی، ظلم وجبر اور جنسی استحصال کا شکار تھی، لیکن دینِ اسلام نے اسے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے رُوپ میں، ایک معزَز اور بلند مقام عطا فرمایا، اور بحیثیت تخلیق وانسانیت اسے مَردوں کے برابر درجہ عطا فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾[1] "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیے"۔

(۱) پ٤، النساء: ١.

کسی زمانے میں مرد، عورتوں کو اپنی جُوتی کی نوک پر رکھتے تھے، مار پیٹ، ظلم وزیادتی تقریبًا ہر عورت کا مقدّر سمجھی جاتی تھی، حضور نبیٔ کریم ﷺ، رحمۃٌ للعالمین بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ نے ان سے حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِه! وَأنا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي»[۱] "تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو! اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ، تم میں سب سے بہتر ہوں"۔

اسلام سے پہلے عورتوں کو وراثت سے محروم کردیا جاتا تھا، دینِ اسلام نے عورتوں کے حقوق واضح طَور پر متعیّن فرمائے، اور ان کا حصّہ ادا کرنے کا حکم دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾[۲] "مَردوں کے لیے جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے، اُس میں سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لیے جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے، تھوڑا ہو یا بہت، اس میں سے حصّہ ہے، اللہ کی طرف سے مقرّر کردہ حصّہ ہے"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زمانۂ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وِرثہ (وراثت میں سے حصّہ) نہیں دیتے تھے، اس آیت میں اس رسم کو باطل کیا گیا"[۳]۔

---

(۱) "سنن الترمذي" باب فضل أزواج النّبي ﷺ، ر: ۳۸۹۵، صـ۸۷۸.

(۲) پ ٤، النساء: ۷.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" صـ۱۵۴۔

دینِ اسلام میں عورت کی عزّت واحترام

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام سے قبل عورت کی مُعاشرے میں کوئی عزّت نہیں تھی، اس کی پیدائش کو ذِلّت ورُسوائی کا سبب سمجھ کر زندہ دَرگور کر دیا جاتا تھا، اللہ ربّ العالمین دَورِ جاہلیت کی اس مکروہ اور جاہلانہ رسم کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾[1] "جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے، تو (دن بھر) اُس کا منہ کالا رہتا ہے، اور وہ غصّہ کھاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے؛ اس بِشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے ذِلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹّی میں دَبا دے گا؟ اَرے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں!"۔

دینِ اسلام نے عورت کو (بحیثیت بیٹی بھی) بڑی عزّت واحترام سے نوازا، ان کی اچھی تعلیم وتربیت اور پرورش کو جنّت میں داخلے کا سبب قرار دیا، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا -قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ- أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»[2] "جس شخص کے یہاں بچّی ہوئی، اور اُس نے جاہلیت کے طریقے پر اُسے زندہ دفن نہیں کیا، نہ اُسے حقیر وذلیل سمجھا، نہ لڑکوں کو لڑکی کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالی اس شخص کو جنّت میں داخل فرمائے گا"۔

---

(۱) پ۱٤، النحل: ۵۸، ۵۹.

(۲) "سنن أبي داود" باب في فضل من عال يتامى، ر: ٥١٤٦، صـ٧٢٣.

جہنّم کی آگ سے ڈھال

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْراً مِنَ النَّارِ»[1] "جو بیٹیوں کے بارے میں آزمایا جائے، اور اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، تو وہ بیٹیاں اُس کے لیے جہنّم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی"۔

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو ایک بوجھ سمجھا جاتا تھا، سارا دن اس سے محنت مشقّت کروائی جاتی، جانوروں کی طرح بدترین سُلوک کیا جاتا، لیکن دینِ اسلام نے اسے مرد کے سر کا تاج بنایا، اسے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے رُوپ میں عزّت واحترام سے نوازا، صرف یہی نہیں، بلکہ اسے کام کاج سے نَجات دلا کر، اس کی کفالت کی ذمّہ داری بھی مرد کو سونپ دی!۔

بے پردگی کی مُمانعت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام سے قبل عورت کی حیثیت کسی کھلونے سے زیادہ نہیں تھی، زندہ رہنے اور اپنا گزر بسر کرنے کے لیے وہ بن سنور کر نکلتی، اور اپنے جسم کی نمائش کرکے غیر مَردوں کا جی بہلاتی، جب جوانی ڈھل جاتی تو کوئی اُس کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔ جبکہ دینِ اسلام نے اس کے برعکس عورتوں کو عزّت ووقار بخشا، سکون واطمینان کے ساتھ گھروں میں ٹھہری رہنے اور پردے کا حکم دیا:

(۱) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِلة والآداب، ر: ٦٦٩٣، صـ١١٤٦.

تاکہ وہ غیر مَردوں کی ہوَس بھری نگاہوں کا شکار ہونے سے بچی رہیں، اور ان کی عزّت وناموس محفوظ رہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾[1] "اپنے گھروں میں ٹھہری رہو! اور بے پردہ نہ رہو! جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو! اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو!"۔

صدر الاَفاضل سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اگلی جاہلیت سے مراد قبلِ اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورتیں اِتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت و مَحاسن کا اِظہار کرتیں تھیں؛ کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسا پہنتی تھیں جن سے جسم کے اَعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں۔ اور پچھلی جاہلیت سے مراد اخیر زمانہ ہے، جس میں لوگوں کے اَفعال پہلوں کی مثل ہوجائیں گے"[2]۔

مسلمان مَردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام میں عورت کا ادب، احترام اور عزّت کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اجنبی مسلمان مَردوں کو بھی ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا، بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾[3] "مسلمان مَردوں کو حکم دو: اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں! (اور

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ۳۳.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۲، احزاب، زیرِ آیت: ۳۳، ص۷۸۰۔

(۳) پ۱۸، النور: ۳۰.

جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں)، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے!"۔

عورت... چھپانے اور پردے میں رکھی جانی والی چیز ہے

عزیزانِ مَن! لفظ "عورت" کا معنی ہی چھپانے اور پردے میں رکھی جانی والی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے مسلمان عورت کو بے پردہ گلی بازاروں میں نکلنے سے منع فرمایا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «المَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ»[1] "عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے"، لہٰذا ہماری ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کو چاہیے، کہ پردے کا خاص اہتمام کریں، اپنی زیب وزینت اجنبی اور غیر محرم مَردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں، بلاضرورت بازاروں اور شاپنگ مالز (Shopping Malls) میں نہ جائیں، دینِ اسلام نے انہیں جو مقام، مرتبہ اور عزّت عطا کی ہے اس کا لحاظ رکھیں، اور خود کو غیر مَردوں کے لیے دل بہلانے کا سامان نہ بنائیں!۔

پردہ اور حجاب ... مسلمان عورت کی پہچان

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! پردہ وحجاب مسلمان عورت کا وقار، عزّت اور پہچان ہے، جو خواتین پردے کا اہتمام کرتی ہیں، وہ مَردوں کی ہوَسناک نگاہوں سے محفوظ رہتی ہیں، اللہ ربّ العالمین نے مسلمان عورتوں کو قرآنِ پاک میں صراحۃً پردے کا حکم ارشاد فرمایا ہے،

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الرضاع، ر: ۱۱۷۳، صـ۲۸٤.

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(۱)

"اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو، کہ اپنی چادروں کا ایک حصّہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں (اور سر اور چہرہ کو چُھپائیں)، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں! اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں مسلمان خواتین کو حکم دیا گیا ہے، کہ جب وہ کسی ضرورت کے باعث گھر سے باہر نکلیں، تو کسی بڑی چادر یا بُرقع سے اپنا سر اور چہرہ اچھی طرح ڈھانپ لیا کریں۔

پردہ اور حجاب کا حکم

پردہ اور حجاب کا حکم دیتے ہوئے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾(۲)

"جب تم ان (امّہات المؤمنین) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو، تو پردے کے باہر سے مانگو؛ اس میں زیادہ ستھرائی ہے، تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کی!" یعنی پردہ اور حجاب کا اہتمام مسلمان مرد اور عورت دونوں کے لیے، یکساں طہارتِ قلبی اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔

دینِ اسلام میں پردہ اور حجاب کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ ایک مسلمان خاتون کو بے پردہ کرنے کے جرم میں، نبئ کریم ﷺ نے یہود سے باقاعدہ جنگ کی، اور انہیں عبرتناک شکست سے دوچار کرکے، مدینہ منوّرہ

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ۵۹.

(۲) پ۲۲، الأحزاب: ۵۳.

سے جِلاوطن کردیا، یہ جنگ تاریخِ اسلام میں "غزوہ بنی قَینُقاع" کے نام سے معروف ہے، جو سن دو ۲ ہجری میں لڑی گئی[۱]۔

برقع اور حجاب سے متعلق یورپی طرزِ عمل

میرے محترم بھائیو! نام نہاد جُمہوری اور سیکولر شناخت کا حامل یورپ، اسلاموفوبیا (Islamophobia) کا شکار ہو چکا ہے، وہاں مسلمانوں سے امتیازی سُلوک رَوا رکھا جاتا ہے، انہیں مذہبی بنیادوں پر نفرت کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی مساجد پر حملے کیے جاتے ہیں۔ عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کا نعرہ بلند کرنے والا یورپ، مسلمان خواتین کی نجی زندگی میں مُداخلت کرتا ہے، ان کے برقع اور حجاب کو مُعاشرتی تعلقات میں رکاوٹ قرار دے کر ہدفِ تنقید بناتا ہے، انہیں مذہبی تعصُب کا نشانہ بنایا جاتا ہے، مسلمان خواتین کو بینک ڈکیت (Bank Robber)، اور لیٹر بکس (Letter Box) کہہ کر ان کی توہین کی جارتی ہے[۲]۔

وہاں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کی جارہی ہے، اسکولوں (Schools)، ہسپتالوں (Hospitals)، سرکاری ٹرانسپورٹ (Public Transpo) اور سرکاری دفتروں میں مسلمان خواتین کے حجاب زبردستی اُتروائے جارہے ہیں، انہیں کلاس رُوم (Class Room) اور دفتروں سے دھکے دے کر نکالا جاتا ہے، برقع پہننے اور حجاب اوڑھنے پر قیدوبند اور مالی جرمانے عائد کیے جارہے ہیں!!۔

صرف یہی نہیں، بلکہ جو لوگ اسلامی تعلیمات اور روایات کی پاسداری کرتے

---

(۱) "الكامل في التاريخ" ذكر غزوة بني القَينُقاع، ۲/ ۳۰.
(۲) دیکھیے: "اِسکارف پہننے کا مشورہ" روزنامہ ۹۲ ڈیجیٹل ایڈیشن، ۱۸ اپریل ۲۰۲۰ء۔

ہوئے اپنی ماؤں، بہنوں اور بہو بیٹیوں کو بُرقع پہننے، یا حجاب اوڑھنے کا کہیں گے، انہیں بھی تیس ہزار یورو (Euro) جرمانے، اور ایک سال قید کی سزا سے ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے[۱]۔ ع

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا
سُکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہوگا!

گرز گیا اب وہ دَور ساقی کہ چُھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں مَے خانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا!

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دُکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عِیار ہوگا![۲]

یورپی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سُلوک

عزیزانِ محترم! یورپی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سُلوک برتنے، مسلم خواتین کی مذہبی ومُعاشرتی آزادی چھیننے، اور ان کے لباس پر پابندی عائد کرنے میں، فرانس (France) سرِفہرست ہے، یہاں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ساٹھ لاکھ سے بھی زائد ہے، اس کے باوُجود مسلمانوں پر ایسی مذہبی پابندیاں عائد کرنا، ان کے اپنے سیکولر تشخُص (Secular Identity) کے بھی مُنافی ہے، فرانس کی دیکھا دیکھی اب نیدرلینڈ (Netherlands)، بیلجیم (Belgium) اور آسٹریلیا (Australia)، اسپین (Spain)، ڈنمارک (Denmark)، بلغاریہ (Bulgaria)، سوئٹزرلینڈ

---

(۱) دیکھیے: "اوڑھنی، حجاب مُوازنہ" آن لائن آرٹیکل، سخن کدہ، ۱۶ مارچ ۲۰۱۷ء۔
(۲) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ دِرا"، حصّہ دُوم ۲، مارچ ۱۹۰۷ء، صـ ۱۶۳۔

(Switzerland)، جرمنی (Germany) وغیرہ بھی کُلّی یا جُزوی طَور پر، مسلم خواتین پر بُرقع، اِسکارف (Scarf) اور حجاب کے حوالے سے پابندیاں عائد کرچکے ہیں!!۔

مسلمانوں کے لیے غَور وفکر کا مقام

میرے محترم بھائیو! ہم مسلمانوں کے لیے غَور وفکر کا مقام ہے، کہ یورپی ممالک آخر ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی (Technology) اور مضبوط ترین نظامِ معیشت کے باوُجود، دو ۲ گز کپڑے کے ایک ٹکڑے "حِجاب" میں ایسا کیا ہے، جو اُن کی ترقی میں حائل ہو رہا ہے؟! ان کی تہذیب، معیشت، ان کی سیاست اور مُعاشرہ، سب کچھ حجاب سے ہی متاثر کیوں ہو رہا ہے؟!۔

یورپی ممالک میں برقع اور حجاب پر پابندی کی بنیادی وجہ

حضراتِ گرامی قدر! بُرقع اور حجاب پر یہ پابندیاں، قید وبند کی سزائیں، اور مالی جرمانے، یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں! ان سب کے پیچھے یورپ میں دینِ اسلام کا تیزی سے پھیلاؤ ہے! اسلام مخالف سازشوں کے باوُجود یورپ میں دینِ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے، طاغوتی قوّتیں بہت پریشان اور خائف ہیں، ان کے تھنک ٹینک (Think tank) سمجھنے سے قاصر ہیں، کہ تمام تر مشنری لٹریچر (Missionary Literature) اور اِقدامات کے باوُجود، یورپی شہری یہودیت وعیسائیت ترک کرکے دائرۂ اسلام میں کیوں داخل ہو رہے ہیں؟! آپ کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی، کہ صرف امریکہ (United States) میں ہر سال، دینِ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد تقریباً بیس ۲۰ ہزار ہے، اور یہی وہ وجہ ہے جس کے باعث صیہونی آلہ کاروں کی نیندیں اُڑ چکی ہیں! وہ اپنی تمام تر مذموم کوششوں کے باوُجود، دینِ اسلام کا راستہ روکنے

میں ناکام رہے ہیں! انہیں یہ خدشہ وخوف لاحق ہے، کہ آج تو دینِ اسلام یورپ کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ چند سالوں بعد پورے یورپ پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہو! اور مسلمانوں کی تعداد سب سے بڑھ جائے!۔

اسی اَفراتفری میں وہ لوگ تمام انسانی حقوق، خواتین کے حقوق (Women's Rights)، اور جُمہوری اَقدار بھلا کر، اپنی دیمک زَدہ تہذیب، ثقافت اور کلچر (Culture) کو بچانے کی ناکام کوشش میں لگے ہیں، شاید وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ دینِ اسلام پر یورپ کے دروازے بند کر سکیں گے! حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی ہے! چاہے انہیں اچھا لگے یا بُرا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا ہو کر رہے گا، دینِ اسلام سب اَدیان پر غالب آکر ہی رہے گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾[1] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ کہ اسے سب ادیان پر غالب کرے، پڑے بُرا مانتے رہیں مشرِک لوگ!"۔

یورپ کے دروازے پر دینِ اسلام کی دستک

جانِ برادر! ماضی قریب کی تاریخ گواہ ہے، کہ دہشتگردی، انتہاء پسندی اور دجّالی میڈیا پر دینِ اسلام مخالف منفی پروپیگنڈہ کے باوُجود، اسلام کی حقّانیت اور اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر، دینِ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے! اور ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ جب تمام اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کو بہر صورت دینِ اسلام قبول کرنا ہی ہو گا، ان شاء اللہ! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ

---

(۱) پ۲۸، الصّف: ۹.

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴿[۱] "کوئی کتابی ایسا نہیں جو اِس (عیسٰی ابنِ مریم) کی موت سے پہلے، اِس پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا!"۔

صدر الاَفاضل سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مختلف اَقوال بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ "قُربِ قیامت میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نُزول فرمائیں گے، اس وقت کے تمام اہلِ کتاب اِن پر ایمان لے آئیں گے، اُس وقت حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مُطابق حکم کریں گے، اور اسی دین کے ائمہ میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے، اور نصارٰی (عیسائیوں) نے ان کی نسبت جو (مشرِکانہ) گمان باندھ رکھے ہیں، اُن کا اِبطال (رَد) فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اِشاعت کریں گے، اُس وقت یہود ونصاری کو یاتو اسلام قبول کرنا ہوگا، یا پھر قتل کر دیے جائیں گے!""[۲]۔

پردہ اور حجاب ...یورپی خواتین کی نظر میں

برادرانِ اسلام! "حیران کن اَمر یہ ہے کہ جس مُعاشرے میں پردے کو مُعاشرتی تعلقات میں رکاوٹ قرار دے کر ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے، وہاں کی خواتین میں دینِ اسلام اور حجاب کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے! کئی غیرمسلم خواتین اسلامی طرزِ لباس اپنا کر اپنے تجربات بیان کر رہی ہیں، اور خود کو اس اعتراف پر مجبور پاتی ہیں، کہ واقعی حجاب اور پردہ دراصل عورت کی عزّت کا مُحافظ ہے۔

(۱) پ٦، النّساء: ١٥٩.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، النساء، زیرِ آیت:۱۵۹، صـ۲۰۰، ۲۰۱۔

ناومی والف (Naomi Walf) امریکہ (United States) کی ایک عیسائی خاتون ہیں، خواتین کی آزادی اور سوسائٹی (Society) میں ان کی عزّت واحترام کے قیام کے لیے کام کرتی ہیں، مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں خواتین کی حیثیت کا مُطالعہ ومُشاہدہ ان کا خاص شغف (Passion) ہے۔ حجاب واِسکارف پہن کرایک مسلمان عورت کیسا محسوس کرتی ہے؟ یہ جاننے کے لیے انہوں نے اسلامی لباس پہن کر ایک تجربہ کیا، اپنا ذاتی تجربہ ومُشاہدہ بیان کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ "میں، مُرّاکش (Morocco) میں اپنی قیامگاہ سے جب بازار جانے کے لیے نکلی، تو شلوار قمیص میں ملبوس تھی، اور سر اِسکارف (Scarf) سے ڈھکا ہوا تھا، مُرّاکش کی مسلم خواتین میں اِسکارف عام ہے، ہر جگہ ان کا احترام کیا جاتا ہے؛ لیکن میں چُونکہ غیر ملکی خاتون تھی؛ لہٰذا تجسس اور حیرت بھری کچھ نظریں میری طرف ضرور اٹھیں، لیکن مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی، میں بالکل مطمئن تھی، کسی بات کی فکر نہیں تھی، میں ہر لحاظ سے خود کو محفوظ، بلکہ ایک طرح سے آزاد محسوس کر رہی تھی"[۱]۔

ناومی والف (Naomi Walf) نے یورپ (Europe) کو مشورہ دیتے ہوئے مزید یہ بھی کہا کہ "مسلم اَقدار کو دیانتداری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں، پردے کا مطلب عورت کو دَبا کر رکھنا ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ یہ "پبلک بمقابلہ پرائیویٹ" (Public vs Private) کا مُعاملہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ مغرب (Europe) نے عورت کو آزاد چھوڑ کر ایک طرح سے جنسِ بازار بنا رکھا ہے، جبکہ اسلام عورت کے حُسن اور اس کی جنس کو، صرف اُسی مرد کے لیے مخصوص کر دیتا ہے، جس کے ساتھ مذہب

---

(۱) دیکھیے: "حجاب پر پابندی: مغربی سوچ اور کچھ حقائق" آن لائن آرٹیکل، ۸ دسمبر ۲۰۱۲ء۔

کے رُسوم ورَواج کے مُطابق، اس کا زندگی بھر ساتھ رہنا طے پا جائے"[۱]۔

امریکہ (United States) ہی کی ایک نومسلم خاتون نے اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "جب میں مغربی لباس میں ہوتی تھی، تو مجھے خود سے زیادہ دوسروں کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا، گھر سے نکلنے سے پہلے اپنی نمائش کی تیاری، ایک کرب انگیز اور مشکل عمل تھا، پھر جب میں کسی اسٹور (Store)، ریسٹورنٹ (Restaurant)، یا کسی ایسے مقام پر جہاں بہت سارے لوگ جمع ہوں، جاتی تھی، تو خود کو دوسروں کی نظروں میں جکڑی ہوئی محسوس کرتی تھی، لیکن اب اسلامی پردے نے ان الجھنوں سے مجھے یکسر بے فکر اور آزاد کر دیا ہے"[۲]۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہمیں چاہیے کہ یہود ونصاری اور ہندوؤں کی اسلام دشمنی کو سمجھیں، اپنی نسلوں کو ان کے کلچر سے بچائیں! ان کے مذہبی ومُعاشرتی تہواروں، مثلاً کرسمس (Christmas)، ویلنٹائن ڈے (Valentine Day)، اپریل فُول (April Fool) اور ہولی دِیوالی سے کوسوں دُور رہیں! میڈیا (Media) کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی اور بے حیائی سے بچیں، اپنی ماؤں، بہنوں اور بہو بیٹیوں کو پردے کی تلقین کریں، بُرقع اور حجاب کا اہتمام کرنے میں کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں، انہیں اس سے آگاہ کریں، اور اللہ ربّ العالمین کی ناراضگی کا خطرہ مول لے کر، اپنی آخرت تباہ کرنے سے گریز کریں!۔

---

(۱) ایضاً۔
(۲) ایضاً۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قَول وعمل میں شرم وحَیاء نصیب فرما، فحاشی، بے حیائی اور بے پردگی سے محفوظ فرما، غیر مَردوں کے سامنے اپنی زینت ومَحاسن کا اِظہار کرنے سے بچا، ہماری خواتین کو نیک سیرت اور باپردہ بنا، اسلامی تعلیمات پر عملی استقامت کی توفیق مَرحمت فرما، دینِ اسلام نے مسلمان خاتون کو جو عزّت واحترام عطا فرمایا ہے، اُس کا لحاظ وپاسداری کرنے کا جذبہ وسوچ عنایت فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار

(جمعۃ المبارک ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۶/۱۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اسلام کا آفاقی پیغام اور کفّارِ مکّہ کا ردِّ عمل

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ اس دنیا میں رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے، سرورِ عالم ﷺ نے امن، سلامتی اور صُلح کا درس دیا، ظلم وزیادتی، نفرت وعداوت، معاشرتی ناانصافی اور طبقاتی فرق کے خلاف آواز بلند فرمائی، غریبوں، مسکینوں اور مظلوموں کی دادرَسی فرمائی، عدل وانصاف، محبت وشفقت، مُواسات وغمخواری، اور انسانی ہمدردی کی تلقین وحکم فرمایا۔

دینِ اسلام کے اس آفاقی پیغام سے جب صدیوں سے جاری غیر منصفانہ نظام، اور اِجارہ داری کا خاتمہ ہونا شروع ہوا، تو کفّارِ مکّہ اور بعض سردارانِ قریش، رسولِ اکرم ﷺ کے جانی دشمن بن گئے، انہوں نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کو طرح طرح سے اَذیتیں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیں، پہلے پہل یہ سلسلہ

رحمتِ عالمیان ﷺ پر آوازیں کسنے، پتھر مارنے اور دَورانِ نماز اوجھڑی وغیرہ پھینکنے تک محدود رہا، لیکن جب دینِ اسلام کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہوا، تب کفّارِ مکّہ نے مصطفی جانِ رحمت ﷺ اور مسلمانوں کا جینا دُوبھر کر دیا، اس کے باوُجود نبیٔ کریم ﷺ نے صبر وتحمل کا مُظاہرہ فرمایا، اور اپنا وطن اور گھربار چھوڑ کر مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمالی!۔

مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دیے جانے کی وجہ

عزیزانِ محترم! اسلام دشمنوں نے مسلمانوں کو مدینہ منوّرہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا، باہم ساز باز کرکے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہے، اور مختلف حیلے بہانوں سے لڑائی مول لیتے رہے، جب پانی سر سے گزرنے لگا، اور کافروں کے ظلم وستم حد سے بڑھنے لگے، تو اللہ ربّ العالمین نے مسلمانوں کو کفّار کے خلاف جہاد کی اجازت عطا فرمائی، اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝۳۹ اِلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾[1].

"ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن سے لوگ لڑتے ہیں؛ اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے! وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے؛ محض اس وجہ سے کہ کہتے تھے: "ہمارا رب اللہ ہے"

(١) پ١٧، الحجّ: ٣٩، ٤٠.

اور اگر اللہ لوگوں کو (جہاد کی اجازت دے کر، اور حُدود قائم فرما کر) ایک دوسرے سے دفع نہ کیا کرتا، تو خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں ڈھا (گرا) دی جاتیں! جن میں کثرت سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، اور ضرور اللہ اس کی مدد کرے گا جو اُس کے دین کی مدد کرتا ہے! یقیناً اللہ قدرت والا غالب ہے!"۔

دینِ اسلام کے تصوُرِ جہاد کی ترجیحات

میرے محترم بھائیو! دنیا میں ہونے والی جنگوں کا مقصد عموماً ملک گیری کی ہوَس، دشمن سے انتقام، جغرافیائی سرحدوں میں توسیع، اور مال ودَولت کا حصول ہوتا ہے، جبکہ دینِ اسلام کے تصوُرِ جہاد میں یہ اُمور کبھی بھی ترجیحات میں شامل نہیں رہے! دینِ اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں انقلاب برپا کیا، وہیں تصوُرِ جہاد کی صورت میں، جنگ کے اَغراض ومقاصد کو بھی تبدیل فرمایا، اور اپنے ماننے والوں کو اس بات کا پابند فرمایا، کہ ان کی تلوار صرف دینِ حنیف کی سربلندی، دفعِ ظلم، اور مظلوموں کی دادرَسی کے لیے بلند ہو!۔

رسول اللہ ﷺ کے وضع کردہ جنگی اُصول وضوابط

حضراتِ گرامی قدر! رسولِ اکرم ﷺ نے جہاد کے لیے مجاہدینِ اسلام کی بنفسِ نفیس تربیت فرمائی، اور بحیثیت سپہ سالار ایسے بہترین اور بے مثال جنگی اُصول وقوانین وضع فرمائے، جو دنیا میں پہلے کہیں بھی رائج نہیں تھے! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو اس اَمر کا پابند فرمایا، کہ جنگ وجِدال کے ماحول میں بھی، اعلیٰ اَخلاقی اَقدار کی پاسداری نہ بھولیں! بلاامتیازِ مذہب، انسان کے بنیادی حقوق کا لحاظ رکھیں! دَورانِ جنگ کفّار کی املاک کو نقصان نہ پہنچائیں، عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں پر ہاتھ نہ اٹھائیں!۔

عورتوں اور بچوں کے قتل کی مُمانعت سے متعلق، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: «امْرَأَةٌ وُجِدَت فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ الله ﷺ مَقْتُولَةً، فَأَنكَرَ رَسُولُ الله ﷺ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ!»[1] "رسول اللہ ﷺ کے کسی جہاد میں، ایک عورت مقتولہ پائی گئی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمادیا!"۔

رسولِ اکرم ﷺ کے وضع کردہ منفرِد جنگی اُصول وضوابط کے بارے میں، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخاً فَانِياً، وَلَا طِفْلاً، وَلَا صَغِيراً، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا تَغُلُّوا، وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ، وَأَصْلِحُوا ﴿وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾»[2] "لڑائی کے دَوران بوڑھے ضعیف، نابالغ، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرو! مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، اور اپنا مالِ غنیمت ایک جگہ رکھو، آپس میں اِصلاح اور حُسنِ سُلوک سے کام لو "اور نیکی واحسان کا مُعاملہ کرتے رہو، یقیناً احسان کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے!"۔

داخلی استحکام ... جنگی مہارت کا ایک اہم پہلو

عزیزانِ مَن! داخلی استحکام، جنگی مہارت کا ایک اہم ترین پہلو ہے! کوئی بھی ملک اس وقت تک دشمن پر غالب نہیں آسکتا، جب تک وہ داخلی طَور پر مستحکم نہ ہو! حضور نبیٔ کریم ﷺ کی جنگی مہارت کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد، ر: ٤٥٤٧، صـ٧٧٢.
(٢) "سنن أبي داود" باب في دعاء المشركين، ر: ٢٦١٤، صـ٣٧٨.

سرورِ عالم ﷺ نے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد، مسلمانوں کو سب سے پہلے داخلی طَور پر مستحکم کرنے کی کوشش فرمائی، سب سے پہلے مسجدِ نبوی کی تعمیر کی گئی، جس میں پنجگانہ نماز باجماعت کی بدَولت، مسلمانوں میں نظم وضبط، وقت کی پابندی، امیر کی اِطاعت، اِجتماعیت، مُوانَست وہمدردی، اور باہمی خیر خواہی کا درس وتربیت دی گئی!۔

مہاجرین کی آباد کاری

ہجرتِ مدینہ کے بعد داخلی طَور پر مسلمانوں کے لیے، سب سے بڑا اور فوری حل طلب مسئلہ، مہاجرین کی آباد کاری تھا، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے رشتہ مُؤاخات کے ذریعے، انصار ومہاجرین کے مابین بھائی چارا قائم فرمایا، اس کے نتیجے میں ہر انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، نا صرف اپنا بھائی تسلیم کیا، بلکہ بخوشی اپنا آدھا آدھا مال بھی انہیں پیش کیا!۔

حضرت سیّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضرت سیّدُنا عبد الرحمن بن عَوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیّبہ تشریف لائے، تو حضورِ اکرم ﷺ نے اُن کے اور حضرت سیّدُنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان بھائی چارا قائم فرمایا، حضرت سیّدُنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «هَلُمَّ أُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصفَيْنِ!»[1] "آؤ میں اپنا مال تقسیم کرکے آدھا تمہیں دے دُوں!" لیکن حضرت عبد الرحمن نے لینے سے انکار کیا، اور انہیں برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا: «دُلُّونِيْ عَلَى السُّوْقِ!»[2] "مجھے بازار کا راستہ دکھاؤ!"؛ تاکہ میں وہاں جاکر تجارت کروں، اور خود اپنی کمائی سے گزر اَوقات کرسکوں!۔

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في مُواساة الأخ، ر: ١٩٣٣، صـ٤٥٠.
(٢) "صحيح البخاري" كتابُ البُيوع، ر: ٢٠٤٩، صـ٣٢٩.

غیر مسلموں سے دِفاعی مُعاہدے

داخلی استحکام کو مزید بہتر بنانے، اور مدینہ منوّرہ کو اندرونی طَور پر لاحق خطرات سے بچانے کے لیے، حضور نبیٔ کریم ﷺ نے کمال فراست اور جنگی مہارت کا مُظاہرہ کرتے ہوئے، یہود سمیت مدینہ منوّرہ، یا اس کے آس پاس قیام پذیر تمام قبائل کے ساتھ دِفاعی مُعاہدے فرمائے، اور انہیں اس بات کا پابند کیا، کہ کسی بیرونی حملے کی صورت میں، وہ مسلمانوں کے مقابلے میں کسی غیر مسلم کا ساتھ نہیں دیں گے، بلکہ غیر جانبدار رہیں گے!۔

ہمسایہ ممالک سے بہتر تعلقات کی اہمیت

حضور نبیٔ کریم ﷺ کی اس جنگی حکمتِ عملی اور پالیسی (Policy) سے ہمیں پتہ چلتا ہے، کہ اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کس قدر اہمیت کے حامل ہیں! اور بالخصوص اُن ممالک کے لیے جہاں پر ہر وقت جنگ کے بادل منڈلا رہے ہوں! جس ملک کے اپنے ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات نہیں ہوں گے، عین ممکن ہے کہ کسی بیرونی حملے کی صورت میں، وہ آپ کے دشمن کا اتحادی بن کر آپ کی پیٹھ میں چُھرا گھونپ دے!۔

لہٰذا پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک کو چاہیے، کہ اپنے ہمسایہ ممالک سے اچھے اور بہتر تعلقات قائم کریں! اور اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو، تو کم از کم ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اپنے تعلقات اس حد تک نہ بگاڑیں، کہ وہ کسی مشکل وقت میں آپ کے دشمن کے اتحادی بن جائیں! لہٰذا ایسے ہمسایوں کے ساتھ بعض دِفاعی مُعاہدے ضرور کر رکھیں، اور انہیں غیر جانبدار رہنے کا پابند بنائیں؛ تاکہ آپ یکسوئی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں!۔

ملکی سرحدوں پر پہرہ داری کا نظام

جانِ برادر! کسی بھی بیرونی جارحیت سے بچنے کے لیے ضروری ہے، کہ اس کی ملکی سرحدوں پر پہرہ داری کا نظام بہترین ہو، دن رات مُحافظ جاگ کر اپنی ملکی سرحدوں کی حفاظت کریں؛ تاکہ دشمن رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاکر، اچانک حملہ آور نہ ہو! جب تک آپ کی ملکی سرحدوں پر ایسے بہترین حفاظتی انتظام نہیں ہوں گے، تب تک آپ کی رِعایا اور عوام اطمینان وسکون اور چین کی نیند نہیں سوپائیں گے!۔

سیرتِ نبوی کے مُطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے بطورِ سپہ سالار، سرحدوں اور اسلامی لشکر کو محفوظ بنانے پر بڑا زور دیا، حضرت سیّدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «رِباطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَإِنْ مَاتَ، جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ»[1] "ایک دن رات سرحد پر پہرہ دینا، ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، اور اگر اس کا اسی دَوران انتقال ہوگیا، تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جسے وہ زندگی میں کیا کرتا تھا! اور اس کا رزق جاری رکھا جائے گا، اور وہ منکَر نکیر (قبر میں فرشتوں کے سوال وجواب) سے امان میں رہے گا!"۔

حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَابَطَ لَيْلَةً حَارِساً مِنْ وَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ خَلْفَهُ، مِمَّنْ صَامَ وَصَلَّى»[2] "جس نے جہاد کے دَوران ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لیے

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩٣٨، صـ٨٥٦.
(٢) "المعجم الأوسط" باب الميم، ر: ٨٠٥٩، ٨/ ٩٠.

پہرہ دیا، اس کے لیے پیچھے رہ جانے والے روزہ دار اور نمازی کا ثواب ہے!"۔

دشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رہنا

عزیزانِ محترم! دشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رہنا، ایک اچھے سپہ سالار کے اَوصاف میں سے ہے، حضور نبئ کریم ﷺ بھی بطورِ سپہ سالار، دشمن کی جنگی تیاریوں اور حربی سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ رہا کرتے، اس سلسلے میں مجاہدینِ اسلام کو باقاعدہ فریضہ سونپ کر، پہلے دشمن کے جنگی منصوبے (War plan) سے آگاہی حاصل کرتے، پھر اس کے مُطابق لائحۂ عمل مرتّب فرمایا کرتے۔

دشمن کے لشکر میں جاسوس بھیج کر آگاہی حاصل کرنے سے متعلق، حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ سَرِيَّةً وَحْدَهُ»[1] "حضور نبئ کریم ﷺ نے انہیں غزوۂ احزاب کی رات، تنہا جاسوسی کے لیے بھیجا"۔

آج ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں (Intelligence Agencies) بھی اسی کام پر مامور ہیں، انہیں چاہیے کہ جاسوسی سے متعلق احادیث نبویہ کی رَوشنی میں، اپنے کام میں مزید بہتری اور نکھار پیدا کریں؛ تاکہ دشمنوں کی اسلام مخالف سازشوں اور منصوبوں کو ناکام بنایا جاسکے! اور جنگ کی صورت میں انہیں شکست وہزیمت سے دوچار کیا جاسکے!۔

مجاہدینِ اسلام کے گھریلو مسائل کی رِعایت

میرے محترم بھائیو! اپنے سپاہیوں کا مورال (Moral) بلند رکھنا، جنگ میں لڑنے کے لیے انہیں تیار کرنا، اور ان کے دِلوں میں شہادت کا جذبہ پیدا کرنا، جہاں ایک اچھے سپہ سالار کی ذِمّہ داری اور عمدہ وصف ہے، وہیں اپنے سپاہیوں کے عذرِ صحیح

(۱) "المعجم الكبير" باب الحاء، حذيفة بن اليمان، ر: ۳۰۰۳، ۳/ ۱۶۲.

کی رعایت برتنا، ان کی گھریلو مجبوری کو سمجھنا بھی، ایک اچھے کمانڈر (Commander) کی علامت ہے، بحیثیت سپہ سالار رحمتِ عالمیان ﷺ مجاہدینِ اسلام کی گھریلو مجبوریوں اور مسائل کا لحاظ رکھا کرتے، اور ان کے عذر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انہیں فَوری رخصت بھی عطا فرمایا کرتے۔

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ (کسی جہاد کے موقع پر) ایک شخص رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی: یارسول اللہ! میرا نام فُلاں جہاد کے لیے لکھا گیا ہے، لیکن میری بیوی حج کو جارہی ہے، (یہ سن کر) نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ!»[1] "لَوٹ جاؤ اور (پہلے) اپنی بیوی کے ساتھ حج کرلو!"۔

موجودہ زمانے میں عموماً دیکھا گیا ہے، کہ ملکی سرحدوں پر دشمن سے جیسے ہی معمولی سی جھڑپ ہوتی ہے، یا کشیدگی میں اضافہ ہوتا ہے، فوج سے تعلق رکھنے والے تمام سپاہیوں کی چھٹیاں ملتوی کرکے، انہیں واپس ڈیوٹی (Duty) پر بلا لیا جاتا ہے، جو فوجی اپنے گھر پر نارمل حالات میں چھٹیاں گزار رہے ہوں، ایمرجنسی حالات (Emergency Situation) میں ان کی چھٹیاں ملتوی کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن فوج کے جو سپاہی فریضۂ حج، شادی، یا کسی قریبی عزیز مثلاً ماں باپ، یا بھائی بہن وغیرہ کے انتقال، یا کسی اَور شدید عذر کے باعث رخصت پر ہوں، ان کی چھٹیاں بیک جنبشِ قلم ختم کرکے انہیں واپس بلانا، اور ان کی مجبوری کا لحاظ وپاس نہ رکھنا، بالکل بھی

(١) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسِير، ر: ٣٠٦١، صـ٥٠٦.

مناسب اَمر نہیں، لہٰذا افواجِ پاکستان سمیت تمام سرکاری یا غیر سرکاری اداروں میں، جہاں جہاں اس قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہوں، انہیں دُور کیا جانا چاہیے؛ تاکہ محاذِ جنگ اور سرحدوں پر سردی گرمی اور دن رات کی پرواہ کیے بغیر، ڈیوٹی (Duty) انجام دینے والے ہمارے فوجی بھائیوں کو اذیت سے بچایا جاسکے! اور وہ خوشدِلی وخوش اُسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں! ہاں اگر سرحدی کشیدگی کے باعث جنگ یقینی وناگزیر ہو جائے، تو سرکاری اہلکاروں کی چھٹیاں ملتوی کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں، بلکہ قوم کے نوجوانوں کو چاہیے کہ ایسی ہنگامی صورتحال میں، خود آگے بڑھ کر رضاکارانہ طَور پر، اپنی خدمات پیش کریں، اور دینِ اسلام کی سربلندی اور وطنِ عزیز کی حفاظت میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں!۔

ڈسپلن کالحاظ اور کمانڈر کی اِطاعت

حضراتِ گرامی قدر! ڈسپلن (Discipline) کا لحاظ، اور کمانڈر (Commander) کی اِطاعت، فوج میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، کوئی بھی فوجی قوّت اپنے دشمن پر اس وقت تک غالب نہیں آسکتی، جب تک اس کے سپاہیوں میں ڈسپلن کا لحاظ، پاسداری اور اپنے کمانڈر کی اِطاعت کا جذبہ اور سوچ نہ ہو۔ سرورِ کائنات ﷺ نے مثالی فوجی تربیت کے ذریعے، بکھرے ہوئے عربوں کو وَحدت کی لڑی میں پرویا، انہیں ضابطۂ اَخلاق کی پابندی اور اپنے کمانڈر کی اِطاعت کا حکم دیا، انہیں یہ تربیت دی کہ تمہارا امیر چاہے کوئی غلام ہی کیوں نہ ہو، رنگ ونسل اور آقا وغلام کی پرواہ کیے بغیر، اس کی اطاعت کرو، اس کا حکم مانو، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ ختم نبوّت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ

مُجَدَّعٌ -حَسِبْتُهَا قَالَتْ: أَسْوَدُ- يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا!»[1] "اگر تم پر کوئی ناک کٹا (حبشی) غلام بھی امیر مقرّر کر دیا جائے، جو تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے، تو اس کی بھی بات سنو اور اِطاعت کرو!"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي!»[2] "جس نے امیر کی اِطاعت کی اُس نے میری اِطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی"۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں، امیر سے مراد مسؤولِ شرعی ہے، یعنی فوج کا کمانڈر (Army Commander)، حاکمِ وقت (Ruler of Time)، یا گورنر (Governor) وغیرہ مراد ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نبئ کریم ﷺ کی جنگی مہارت اور حکمتِ عملی بے مثال اور لاجواب ہوا کرتی، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے میدانِ جنگ میں بحیثیت سپہ سالار، بارہا اسلامی لشکر کی قیادت فرمائی، اور اپنی بہترین منصوبہ بندی، حکمتِ عملی اور فراست سے کفّار کو شکستِ فاش سے دوچار کیا، غزوۂ فتحِ مکّہ اس کی واضح مثال ہے، سرورِ عالم ﷺ ہزاروں مجاہدینِ اسلام کے ساتھ مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے، اور کسی بڑے جانی نقصان کے بغیر ایک تاریخی فتح حاصل کی! حضور نبئ کریم

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٧٦٢، صـ٨٢٦.
(٢) المرجع نفسه، ر: ٤٧٤٧، صـ٨٢٤.

ﷺ کی شاندار جنگی حکمتِ عملی کی بدَولت، کفّارِ مکّہ کو رحمتِ کونین ﷺ کے مدِّ مقابل آنے کی جرأت ہی نہ ہوسکی۔

غزوۂ فتحِ مکّہ میں رسول اللہ ﷺ نے جو جنگی حکمتِ عملی اپنائی، اس بارے احادیث میں مذکور ہے، کہ جب اسلامی لشکر سرزمینِ مکّہ مکرّمہ کے قریب پہنچا، تو رسولِ اکرم ﷺ نے چند میل دُور پڑاؤ ڈال کر آگ جلانے کا حکم ارشاد فرمایا، اہلِ مکّہ رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر کی آمد سے بالکل بے خبر تھے، جب انہوں نے ہزاروں مقامات سے آگ جلتی دیکھی، تو بہت خوفزدہ ہوئے، اور حقیقتِ حال سے آگاہی کے لیے ابوسفیان کو بھیجا (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے)، انہیں پڑاؤ کے قریب دیکھ کر مُحافظوں نے پکڑ لیا، اور لشکرگاہ میں لے آئے، اسلامی لشکر کی شان وشَوکت دیکھ کر، ابوسفیان پر بڑی ہیبت طاری ہوئی[۱]۔

حضرت سیّدنا عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں اس موقع پر قبولِ اسلام کی دعوت دی، جسے انہوں نے قبول کیا اور مسلمان ہوگئے[۲]، حضرت سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ قریش کے ایک بڑے سردار اور نامور شخصیت کے حامل تھے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام قبول کرنے سے کفّارِ قریش کے حَوصلے پست ہوگئے، ان کی ہمت جواب دے گئی، اور انہوں نے جنگ لڑے بغیر ہی اپنی شکست تسلیم کرلی![۳]۔

---

(۱) انظر: "صحيح البخاري" كتاب المَغازي، ر: ٤٢٨٠، صـ٧٢٤، ٧٢٥.

(٢) انظر: "الطبقات الكبرى" غزوة رسول الله ﷺ عام الفتح، ١/ ٤٤١.

(۳) "فتحِ مکّہ" واعظ الجمعہ ادارۂ اہلِ سنّت، ۳۰ اپریل ۲۰۲۱ء۔

بحیثیت سپہ سالار اعلی اَخلاقی اَقدار کا مُظاہرہ

اس تاریخی فتح کے باوُجود رحمتِ عالمیان ﷺ نے بحیثیت سپہ سالار، اعلی اَخلاقی اَقدار کا مُظاہرہ فرمایا، اور عام مُعافی کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «أَلا لا يُجْهَزَنَّ عَلَى جَرِيحٍ، وَلا يُتْبَعَنَّ مُدْبِرٌ، وَلا يُقْتَلَنَّ أَسِيرٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ!»[1] "سن لو! کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے، اور جس نے خود کو اپنے گھر میں بند کرلیا وہ بھی امان میں ہے!"۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! جنگی اُمور سے متعلق سیرتِ نبوی ﷺ کے ان چند گوشوں کو اُجاگر کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے، تمام فوجی سربراہان، جنگی و دِفاعی مُعاملات میں، حضور نبئ کریم ﷺ کی پالیسیوں (Policies) کا مُطالعہ کرکے اُن پر عمل کریں، سیرتِ نبوی کی رَوشنی میں بہترین جنگی حکمتِ عملی اپنائیں، اپنی اَفواج کی اسلامی خطوط پر تربیت کریں، ان کے دلوں میں جذبۂ جہاد اور شَوقِ شہادت پیدا کریں، انہیں اللہ کی رِضا اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے کی سوچ دیں، دشمن کی نقل و حرکت پر غور کرنے کے لیے اپنے جاسوسی نظام کو بہتر و مؤثر بنائیں، اپنے جنگی منصوبوں اور دِفاعی رازوں کو خفیہ رکھنے کی تربیت دیں!۔

دینِ اسلام، پاکستان اور دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے، اپنی اَفواج کو ہمہ وقت چوکس اور تیار رکھیں! انہیں اپنے وطن تک محدود کرنے

(١) "الأموال" باب فتح الأرض تؤخذ عنوة ...إلخ، ر: ١٥٩، صـ٨٢.

کے بجائے پورے عالمِ اسلام کے دِفاع کی سوچ دیں، کسی دشمن سے جنگ کے وقت اسلامی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھیں، دینِ اسلام کی اعلیٰ اَخلاقی اَقدار کی پاسداری کریں، جنگی اُصول وقوانین کو پیشِ نظر رکھیں، دَورِ جاہلیت اور غیرمسلموں کے وَحشیانہ طور طریقوں سے گریز کریں، جنگی قیدیوں اور عام شہریوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آئیں، بچوں، عورتوں، معذوروں اور بزرگوں کو اَذیت نہ دیں، دشمن کے گھربار اور املاک کو نقصان نہ پہنچائیں، سرکارِ دوعالَم ﷺ کے نقشِ قدم کی پیَروی کریں، حتَّی الاِمکان جنگ سے گریز کریں، اختلافی مُعاملات کو اِفہام وتفہیم اور مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دیں، وقتاً فوقتاً تمام اسلامی ممالک مشترکہ جنگی مشقوں کا اہتمام کریں؛ تاکہ دشمنانِ اسلام پر خوف اور لرزہ طاری رہے، اور وہ لوگ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کا مُظاہرہ کرنے سے باز رہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں جذبۂ جہاد عطا فرما، ہمارے دِلوں میں شَوقِ شہادت پیدا فرما، دینِ اسلام کے تصوُرِ جہاد، اور اس کے اَغراض ومَقاصد کو سمجھنے کی توفیق مرحمت فرما، دینِ اسلام کے جنگی اُصول وقوانین کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرما، حضور نبیٔ کریم ﷺ کے مجاہدانہ کردار کا مُطالعہ کرنے کا جذبہ اور شوق نصیب فرما، دَورانِ جنگ عورتوں، بچوں، بزرگوں اور نادار وضعیف لوگوں کو اَذیت دینے سے بچا، دشمنوں کی املاک کو نقصان پہنچانے سے محفوظ فرما، اور دینِ اسلام کی اعلیٰ اَخلاقی اَقدار کی پاسداری کی توفیق عطافرما، آمین یاربّ العالمین!۔

قبر کی زندگی

(جمعۃ المبارک ۲۴ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۶/۲۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عالَمِ برزخ میں منتقلی

برادرانِ اسلام! بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ وایمان ہے، کہ اس دنیا میں ہر شخص ایک مقرّرہ وقت تک رہے گا، اس کی عمر محدود ہے، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، اس کے بعد اس کی موت واقع ہو جائے گی، اور وہ اس دنیا سے کُوچ کر کے عالَمِ بَرزخ کی طرف منتقل ہو جائے گا، جسے عام طَور پر قبر کی زندگی کہا جاتا ہے۔

مرنے والے سے قبر کا سُلوک

عزیزانِ محترم! مرنے والا شخص اگر بندۂ مؤمن اور نیک ہے، تو قبر اس کا خوشی سے استقبال کرتی ہے، اس کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آتی ہے، اس کی قبر کو حدِّ نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے، اس شخص کو جنّتی لباس پہنایا جاتا ہے، اس کی قبر میں جنّتی فرش بچھایا جاتا ہے، نیز اسے جنّتیوں کا سا پروٹوکول (Protocol) اور سُہولیات مہیّا کی جاتی ہیں!۔

اس کے برعکس مرنے والا شخص اگر فاسِق وفاجِر، گنہگار یا کافر ہے، تو اس کی قبر ناپسندیدگی اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے، اسے اس قدر زور سے دباتی ہے، کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر باہم پیوست ہوجاتی ہیں، فرشتے اسے لوہے کی سلاخوں (Iron Rods) سے مارتے ہیں، اس کی قبر میں جہنّم کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے، اور روزِ حشر تک اسے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا رکھا جاتا ہے!۔

قبر کی پکار

حضراتِ گرامی قدر! آج ہمارے شب وروز غفلت کی نذر ہورہے ہیں، ہم دنیا کی رنگینیوں اور عیش کوشیوں میں پڑے ہیں، ہمیں اپنی موت اور آخرت کی شاید کوئی فکر نہیں! جبکہ ہماری زندگی کا ہر گزرتا لمحہ، ہمیں اپنی موت سے قریب کررہا ہے! جب اس دنیا میں ہمارا وقت پورا ہوجائے گا، ہماری زندگی تمام ہوجائے گی، موت کا فرشتہ فوراً ہماری رُوح قبض کرلے گا، اور ہمیں منوں مٹی تلے قبر میں دفن کردیا جائے گا!۔

آج ہم اپنی موت اور قبر کو بھلا بیٹھے ہیں، جبکہ ہماری قبر ہمیں روزانہ یاد کرتی ہے، ہمیں یاددہانی کرواتی ہے کہ اے غافل انسان! ایک دن تمہیں میرے پاس آنا ہے! اور میری تاریکی، وحشت اور ہولناکی کا سامنا کرنا ہے! لہذا موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو! اور میرا سامنا کرنے کے لیے تیاری کرو! اگر تم صاحبِ ایمان ہوئے، اور تمہارے اعمال اچھے ہوئے، تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی، اور تمہارے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آؤں گی! اور اگر تم گنہگار یا کافر ہوئے تو تمہیں میرے اندر عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا!۔

قبر کی اس پکار کے بارے میں حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى القَبْرِ يَوْمٌ إِلاَّ

تَكَلَّمَ فيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الغُرْبَةِ، وَأَنَا بَيْتُ الوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ القَبْرُ: مَرْحَباً وَأَهْلاً، أَمَا إِنْ كُنْتَ لأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! [قَالَ]: فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ، وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الفَاجِرُ أَوِ الكَافِرُ، قَالَ لَهُ القَبْرُ: لَا مَرْحَباً وَلَا أَهْلاً! أَمَا إِنْ كُنْتَ لأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! -قَالَ-: فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ، وَتَخْتَلِفَ أَضْلاَعُهُ!»(۱).

"قبر روزانہ کلام کرتی ہے اور کہتی ہے کہ "میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں"، پھر جب کوئی بندۂ مؤمن اس میں دفن ہوتا ہے تو خوشی سے اس کا استقبال کرتی ہے (اور کہتی ہے) کہ "میری پشت پر چلنے والے لوگوں میں تُو مجھے بڑا پیارا تھا، اب تو میری طرف آگیا ہے، تو میں تیری نگہبان ہوں! تُو اپنے ساتھ میرے حُسنِ سُلوک کو دیکھے گا! پھر قبر حدّ نگاہ تک وسیع ہوجاتی ہے، اور اس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی گنہگار یا کافر شخص قبر میں جاتا ہے، تو قبر اسے کہتی ہے کہ "تیرے آنے کی نہ کوئی خوشی ہے نہ استقبال! بلکہ جو لوگ (اپنی زندگی میں) میری پُشت پر چلتے تھے، تُو ان میں مجھے ناپسند تھا، اب تُو میرے حوالے اور میری گود میں ہے، لہذا میں تیرا جو حشر کروں گی، تو دیکھے گا"، پھر اس گنہگار شخص کو قبر زور سے دباتی ہے، جس کے باعث اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر خلط ملط اور باہم پیوست ہوجاتی ہیں!"۔

(۱) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة، ر: ۲٤٦۰، صـ٥٦۰، ٥٦١.

قبر... آخرت کی پہلی منزل

حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب کسی قبر کے پاس آتے، تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی شریف آنسوؤں سے تر ہو جاتی، ایک بار آپ سے عرض کی گئی، کہ جنّت اور دوزخ کا ذکر کر کے تو آپ اتنا نہیں روتے، تو پھر قبر کے مُعاملے میں اس قدر گریہ وزاری کیوں؟! سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواباً ارشاد فرمایا، کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إِنَّ القَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ، فَإِنْ نَجا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ»[1] "قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو بعد والا مُعاملہ اس سے آسان ہو گا، اور اگر اس سے نجات نہ ہوئی، تو بعد والا مُعاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا"۔

قبر... جنّت کا باغ یا جہنّم کا گڑھا؟

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّمَا القَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ»[2] "یقیناً قبر جنّت کا باغ ہے، یا (پھر اعمالِ بد کی صورت میں) جہنّم کا گڑھا ہے!"۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ لقمۂ اجل بننے سے پہلے پہلے، اپنی قبر اور آخرت کا ساماں کریں، نیک اعمال کریں، پنجوقتہ نماز باجماعت اور روزوں کا اہتمام کریں، پابندی سے ہر سال زکاۃ ادا کریں، جو صاحبِ استطاعت ہیں وہ فریضۂ حج ادا کریں، ناپ تول میں کمی اور اشیاء میں ملاوٹ سے گریز کریں، جھوٹ، چُغلی، غیبت، حسد،

(١) المرجع نفسه، أبواب الزهد، ر: ٢٣٠٨، صـ٥٢٩.
(٢) المرجع السابق، أبواب صفة القيامة، ر: ٢٤٦٠، صـ٥٦١.

وعدہ خلافی، بداَخلاقی، اور امانت میں خیانت سے بچیں، نیز شراب نوشی، بدکاری، سُود خوری، نیز ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے کوسوں دُور رہیں!۔

قبر میں نیک لوگوں کا طرزِ عمل

عزیزانِ مَن! جب اللہ عزّوجلّ کے نیک اور پرہیزگار بندے وفات پاتے ہیں، تو انہیں قبر میں غروبِ آفتاب کا وقت نظر آتا ہے، انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی نمازِ عصر قضا ہونے والی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ، مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا، فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، وَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي»[۱] "جب میّت قبر میں پہنچتی ہے، تو اُسے سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے، وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑو، نماز پڑھ لینے دو!"۔

میرے محترم بھائیو! ایک طرف اللہ تعالی کے وہ نیک بندے جنہیں مرنے کے بعد بھی اپنی نمازوں کی فکر ہے، اور دوسری طرف ہم ہیں کہ دنیا میں رہنے کے باوُجود، اپنی قضا ہوتی نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے!، ہم لوگ دنیاوی مَشاغل اور دنیاداری کے باعث غافل ہوچکے ہیں، اپنے کام دھندوں اور کھیل کود کے باعث ہمیں نماز کے لیے فرصت کے لمحات میسّر نہیں آتے!۔ ع

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے!
جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے　　مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ وبُو نے!

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الزُهد، ر: ٤٢٧٢، ٢/ ١٤٢٨.

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے!
یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا!
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا تجھے حُسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا!
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہاء جنوں چھوڑ کر اب ہوش میں آ بھی!
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے!

یاد رکھیے! اگر موت سے پہلے، اور تنگ و تاریک اور گہری قبر میں اترنے سے قبل، ہم نے اپنی اِصلاح نہ کی، خود کو پنجوقتہ نماز کا پابند نہ بنایا، اور فرائض وواجبات میں سُستی، کاہلی اور غفلت برتنے کا یہ سلسلہ فوری طور پر ختم نہ کیا، تو جہنّم کا "ہَب ہَب" نامی کنواں انتظار میں ہے! نمازوں کی پرواہ نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾[1] "تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں "غَیّ" کا جنگل پائیں گے"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ "غَیّ" سے متعلق فرماتے ہیں کہ "غَیّ" جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام "ہب ہب" ہے، جب جہنّم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے، یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں

---

(۱) پ ۱٦، مریم: ٥٩.

باپ کے نافرمانوں کے لیے ہے"[۱]۔

سوالاتِ قبر کا مرحلہ

حضراتِ گرامی قدر! تدفین سے فارغ ہو کر جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، تو سوال وجواب کے لیے قبر میں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل کے دو۲ فرشتے آتے ہیں، جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے، اُن کے بدن کی رنگت سیاہ ہے، ان کی آنکھیں سیاہ اور نیلی ہیں، جو سائز (Size) میں دیگ کے برابر ہیں، اور اُن سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، ان کے مُہیب وخوفناک بال سر سے پاؤں تک لٹکے ہوئے ہیں، اُن کے دانت کئی ہاتھ لمبے ہیں، وہ اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے قبر میں آئیں گے، مردے کو جھنجھوڑ کر بٹھائیں گے، اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں اس سے تین ۳ سوال کریں گے: (۱) تیرا رب کون ہے؟ (۲) تیرا دین کیا ہے؟ (۳) اور تیرا نبی کون ہیں؟"[۲]۔

حضرت سیّدنا بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیتِ مبارکہ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾[۳] "اللہ ایمان والوں کو دنیا وآخرت کی زندگی میں حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: «فِي القَبْرِ إِذَا قِيلَ لَهُ: (١) مَنْ رَبُّكَ؟ (٢) وَمَا دِينُكَ؟ (٣) وَمَنْ نَبِيُّكَ؟»[٤] "(اس آیتِ مبارکہ میں) قبر میں (اُس وقت

(۱) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصّہ سوم ۳، ۱/۴۳۴۔
(۲) ایضاً، عالَمِ برزخ کا بیان، حصّہ اوّل، ۱/۱۰۶، ۱۰۷، ملخصاً۔
(٣) پ١٣، إبراهيم: ٢٧.
(٤) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣١٢٠، صـ٧٠٥.

کلمۂ حق پر ثابت قدمی مراد ہے، جب صاحبِ قبر سے یہ) سُوالات پوچھے جائیں گے:
(۱) تیرا رب کون ہے؟ (۲) تیرا دین کیا ہے؟ اور (۳) تیرا نبی کون ہیں؟"۔

قبر میں مسلمان اور کافر کے جوابات

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مرنے والا شخص اگر نیک، صالح اور مسلمان ہے، تو وہ احسن انداز میں سوالاتِ قبر کے جواب دے کر سُرخرو ہوگا، حضرت سیّدنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَاباً إِلَى الْجَنَّةِ!».

"پھر اُس بندۂ مؤمن کی رُوح اس کے جسم میں لَوٹا دی جاتی ہے، اور اس کے پاس دو ۲ فرشتے آتے، اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے، (اس کے بعد) فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: دنیا میں تم اس شخصیت (نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے بارے میں کیا کہتے تھے، جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: "یہ اللہ کے رسول ہیں، وہ پوچھتے ہیں: تمہیں کیسے پتا چلا؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے قرآنِ حکیم پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان

سے ندا آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لیے جنّت کا بچھونا بچھاؤ، اسے جنّتی لباس پہناؤ، اور اس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دو!"۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: «فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا، وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ» "پھر اسے جنّت کی ہوا اور خوشبو آئے گی، اور اس کی قبر تا حدِّ نظر وسیع کردی جائے گی"۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا: «وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ! هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ! فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ!»(۱) "پھر ایک خوبصورت چہرے، اچھے لباس والا، خوشبو دار شخص اس کے پاس آکر کہے گا: میں تمہیں ایسی بِشارت دیتا ہوں جو تمہیں خوش کردے گی! یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا! بندۂ مؤمن پوچھتا ہے: آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے تو خیر کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، تو وہ جواب دیتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس پر جنّتی شخص نعمتوں کو دیکھ کر شَوق سے) کہتا ہے: یارب! قیامت قائم فرما!"۔

اور اگر صاحبِ قبر کافر ومشرک ہوا تو وہ جوابات دینے میں ناکام رہے گا، بلکہ عذابِ قبر پائے گا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟

(۱) "مسند الإمام أحمد" حديث ...إلخ، ر: ١٨٥٣٤، ٣٠/ ٥٠٠، ٥٠١.

فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَاباً إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا، وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ!»[1].

"پھر اس کی روح جسم میں لَوٹا دی جاتی ہے، اور دو ۲ فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں، اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے افسوس میں نہیں جانتا! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ دنیا میں اس شخصیت کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے، جو تم میں بھیجے گئے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے: ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا! پھر آسمان سے ایک مُنادی اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور جہنّم کا دروازہ کھول دو، لہذا جہنّم کی سخت گرمی اسے آپہنچتی ہے، اس پر قبر تنگ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں بِکھر جاتی ہیں، پھر اس کے پاس ایک بدصورت، گندے کپڑوں اور انتہائی ناگوار بدبو والا شخص آکر کہتا ہے: میں تجھے

(۱) المرجع نفسه، صـ۵۰۲، ۵۰۳.

ایسی خبر دیتاہوں جو تجھے غمگین کردے گی (جان لو!) یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیاگیا تھا! تو وہ اس سے پوچھتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے تو شر ٹپکتا ہے، وہ جواب دیتے ہوئے کہتاہے: میں تیرا دنیا میں کیا ہوا خبیث عمل ہوں، تو وہ مُردہ کہتاہے: اے میرے رب قیامت قائم مت کرنا!"۔

مُردوں کی قوّتِ سماعت اور مُشاہدہ

عزیزانِ مَن! قبر کی زندگی اور سوالاتِ قبر سے متعلق ایک صحیح حدیث میں ہے، کہ موت کے بعد مرنے والے شخص کی قوّتِ سماعت اور نظر اس قدر تیز ہو جاتی ہے، کہ وہ منوں مٹی تلے ہونے کے باوُجود اپنے عزیز واَقارب کی جُوتیوں کی آہٹ تک سنتا ہے، اور جنّت ودوزخ میں اپنا ٹھکانہ تک دیکھ لیتا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْعَبْدَ، إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ -قَالَ-: يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ -قَالَ-: فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ -قَالَ-: فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَداً مِنَ الْجَنَّةِ».

"جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس کے اصحاب (رشتہ دار اور دوست اَحباب وغیرہ تدفین سے فارغ ہوکر) واپس چلے جاتے ہیں، تو وہ بندہ (مرنے والا شخص) ان کی جُوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس کے پاس دو ۲ فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں، اور (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس دِکھاکر) اس سے کہتے ہیں کہ تو (دنیا) میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ اگر مؤمن ہوگا تو وہ کہے گا، کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، (پھر) اس سے کہا جائے گا، کہ تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالی نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنّت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے"۔

نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا: «فَيَرَاهُمَا جَمِيعاً»[1] "وہ شخص (جنّت اور دوزخ کے) دونوں ٹھکانے دیکھے گا" ؏

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی[2]

روزِ قیامت تک اچھے یا بُرے ٹھکانے کا پیش کیا جانا

عزیزانِ محترم! قبر کی زندگی اور مُعاملات میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے، کہ مرنے والا چاہے جنّتی ہو یا جہنمی، مسلمان ہو یا کافر، ہر وقت اور ہر روز اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ -قَالَ-: ثُمَّ يُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[3] "جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے، تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنّتی ہے تو جنّت میں ٹھکانہ، اور دوزخیوں

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ۷۲۱۶، صـ۱۲٤۳.

(۲) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، عرش حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی، صـ۱۵۲۔

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ۷۲۱۲، صـ۱۲٤۲.

میں سے ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے، اور اس سے کہا جاتا ہے، کہ یہ تمہارا وہ ٹھکانہ ہے جس کی طرف قیامت کے دن، تمہیں لے جایا جائے گا"۔

قبر میں مؤمن اور کافر کی زندگی کا فرق

حضراتِ محترم! قبر میں مؤمن اور کافر کے طرزِ زندگی میں، زمین وآسمان جیسا فرق ہے، بندۂ مؤمن کی قبر وسیع، کُشادہ، روشن، منوّر اور جنّتی باغ ہوتی ہے، جبکہ کافر کی قبر انتہائی تنگ، تاریک، ہولناک اور جہنّم کا گڑھا ہوتی ہے، جس کی تپش سے وہ دن رات جُھلستا رہتا ہے، اور اس پر مُسلط کیے گئے سانپ بچھو اسے ڈستے رہتے ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَيُرْحَبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُونَ ذِرَاعاً، وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَتَدْرُونَ فِيمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾[1] أَتَدْرُونَ مَا الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ؟».

"مؤمن کی قبر ایک سبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر سترّ ۷۰ ہاتھ کُشادہ کر دی جاتی ہے، اور اسے چودھویں ۱۴ رات کے چاند کی طرح روشن کیا جاتا ہے (پھر فرمایا کہ) کیا تم جانتے ہو کہ آیتِ مبارکہ: "جس نے میری یاد سے منہ پھیرا، تو یقیناً اس کے لیے تنگ زندگانی ہے، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے" کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور تنگ زندگانی سے کیا مراد ہے؟" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں!۔

---

(۱) پ١٦، طه: ١٢٤٢٧.

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «عَذَابُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ يُسَلَّطَ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّيناً، أَتَدْرُونَ مَا التِّنِّينُ؟ سَبْعُونَ حَيَّةً، لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعُ رُؤُوسٍ يِلْسَعُونَهُ، وَيَخْدِشُونَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[۱] "یہ قبر میں کافر کے عذاب کے بارے میں ہے، اس ربِّ ذوالجلال کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! کافر پر قبر میں ننانوے ۹۹ اژدہے (Dragons) مسلط کیے جائیں گے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ اژدہا کیسا ہے؟ ان میں سے ہر ایک ستّر ۷۰ سانپوں پر مشتمل ہوگا، جن میں سے ہر سانپ کے سات ۷ سَر ہوں گے، جس سے وہ اسے کاٹیں گے اور نوچیں گے، اور ایسا اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا!"۔

عذابِ قبر برحق ہے

برادرانِ اسلام! عذابِ قبر حق ہے، اور یہ جسم ورُوح دونوں پر ہوتا ہے، اس کا انکار گمراہی اور ضلالت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا﴾[۲] "آگ جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں" اور جلائے جاتے ہیں۔

حضرت سیّدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ -قَالَ-: «نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ»[۳] "اللہ ایمان والوں کو حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔

---

(۱) "صحیح ابن حِبّان" كتاب الجنائز ...إلخ، ر: ۳۱۲۲، ۷/ ۳۹۲.

(۲) پ ۲٤، غافر: ٤٦.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ۷۲۱۹، صـ۱۲٤٤.

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «مَا زِلْنَا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَتَّى نَزَلَتْ: ﴿أَلْهَـٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾»[1] "پہلے پہل ہمیں عذاب قبر میں شک تھا، یہاں تک کہ سورۂ تکاثر نازِل ہوئی" جس کے باعث ہمارے دِلوں میں عذابِ قبر کے مُعاملے میں کوئی شک وشُبہ باقی نہ رہا!۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عذابِ قبر (ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ!» "ہاں عذابِ قبر ہوتا ہے!" حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا، کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذابِ قبر سے پناہ طلب کی"[2]۔

اگر عذابِ قبر برحق نہ ہوتا، تو حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے اللہ جلّ جلالہ کی پناہ مانگنے کا حکم ارشاد نہ فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؛ فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ!»[3] "اے لوگو! عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو؛ یقیناً عذابِ قبر برحق ہے!"۔

اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی سماعت اور چشمانِ نبوّت سے یہود کا عذابِ قبر مُلاحظہ فرمانا، بھی عذابِ قبر کی ایک اہم دلیل ہے، ایک صحیح حدیث میں

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ۳۳۵۵، صـ۷٦٦.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ۱۳۷۲، صـ۲۲۰.

(۳) "مسند الإمام أحمد" مسند النساء، ر: ۲٤۵۲۰، ٤۱/ ٦٦، ٦۷.

حضرت سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غروبِ آفتاب کے بعد باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک آواز سُنی تو ارشاد فرمایا: «يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا»[1] "یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے!"۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی علیہ عذاب قبر سے متعلق، اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ "عذابِ قبر حق ہے، اور یونہی تنعیم (انعامِ) قبر حق ہے، اور دونوں جسم ورُوح دونوں پر ہیں۔ جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اَجزائے اَصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مُوردِ عذاب وثواب ہوں گے"[2]۔

عذابِ قبر سے پناہ مانگتے رہیے!

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے متعدِّد مقامات پر بارہا عذابِ قبر سے پناہ مانگی، اور اپنے امّتیوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت فرماتی ہیں، کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا وَفِتْنَةِ المَمَاتِ!»[3] "اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! مسیحِ دجّال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں! اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں!"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧٢١٥، صـ١٢٤٣.

(۲) "بہارِ شریعت" "عالَمِ بَرزخ کا بیان، حصّہ اوّل، ۱/۱۱۱، ۱۱۲۔

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٨٣٢، صـ١٣٥.

حضرت سیِّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ»(۱) "عذابِ جہنّم اور عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو!"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیِّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہی روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ: (۱) مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، (۲) وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، (۳) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، (٤) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»(۲) "جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو، تو چاہیے کہ چار ۴ چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: (۱) جہنّم کے عذاب سے، (۲) قبر کے عذاب سے، (۳) زندگی اور موت کے فتنے سے، (۴) اور مسیح دجّال کے فتنے سے"۔

میرے محترم بھائیو! جو لوگ عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس بات پر خوب غَور وفکر کریں، اور سوچیں کہ اگر دینِ اسلام میں عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہ کی پناہ مانگنے کی تلقین کیوں فرماتے؟!

یقیناً عذابِ قبر برحق ہے، اور اس بارے میں حضور نبئ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات بھی حق ہیں، عذابِ قبر سے متعلق اگر ہم یہ عقیدہ نہ رکھیں، تو نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین کرنا (معاذ اللہ!) فضول ولَغو قرار پائے گا، جبکہ اللہ ربّ العزّت نے تو مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں یہاں تک

---

(۱) "سنن الترمذي" باب في الاستعاذة، ر: ٣٦٠٤، صـ٨٢١.
(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب إقامة الصلاة والسنّة فيها، ر: ٩٠٩، ١/ ٢٩٤.

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴾[1] "رسولِ اکرم ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو اِن پر وحی کی جاتی ہے"۔ یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں، وحیٔ الٰہی ہوتی ہے![2]۔

عذابِ قبر سے محفوظ رہنے والے خوش نصیب لوگ

عزیزانِ مَن! ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے، کہ اللہ ربّ العالمین نے ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی امّت میں پیدا فرمایا! پھر چھوٹے چھوٹے اور انتہائی آسان اعمال پر بخشش ومغفرت کے پروانے، اور عذابِ قبر سے محفوظ ومامون رہنے کی نوید اور خوشخبری سنائی! یہ سب خالقِ کائنات عزّوجلّ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الجُمُعَةِ، إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ القَبْرِ»[3] "جس نے جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائی، اللہ عزّوجلّ اُسے فتنۂ قبر (یعنی قبر کے امتحان اور عذاب) سے محفوظ رکھے گا!"۔

عذابِ قبر سے بچانے اور نجات دلانے والی سورتِ قرآنی

میرے محترم بھائیو! سورۂ مُلک ۳۰ آیات پر مشتمل، قرآنِ پاک کی ایک سورت ہے، اس کی تلاوت، عذابِ قبر سے نَجات دلاتی ہے، حضرت سیّدنا

(١) پ٢٧، النجم: ٣، ٤.
(٢) دیکھیے! "تفسیر خزائن العرفان" پ٢٧، النجم، زیرِ آیت: ۴، ص۹۶۹۔
(٣) "سنن الترمذي" أبواب الجنائز، ر: ١٠٧٤، صـ٢٥٩.

ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے کسی قبر پر خیمہ نصب کیا، مگر انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، اسی اِثناء میں اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آنے لگی، وہ صحابی حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور سارا واقعہ گوش گزار کیا، (اسے سننے کے بعد) سرورِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ!»[1] "یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے، نَجات دِلانے والی ہے، یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے بچاتی ہے"۔

عذابِ قبر کا باعث بننے والی ایک عُمومی وجہ

حضراتِ ذی وقار! بعض لوگ پیشاب کرتے وقت اس کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، اُن کا یہ فعل جہاں کپڑوں کی ناپاکی کا سبب بنتا ہے، وہیں مرنے کے بعد عذابِ قبر کا بھی باعث بنتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ»[2] "عذابِ قبر زیادہ تر پیشاب (کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ) سے ہوتا ہے"۔

پیشاب کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنا کوئی دُشوار یا محنت طلب کام نہیں، بس ذرا سی احتیاط برتنے سے ہم اپنے کپڑوں کو ناپاک ہونے، اور اپنے جسم ورُوح کو عذابِ قبر کا شکار ہونے سے بچا سکتے ہیں، لہذا اس مُعاملے میں ذرا سی بھی غفلت اور کوتاہی نہ برتیں، ورنہ مرنے کے بعد قبر میں عذابِ الٰہی کا سامنا ہو سکتا ہے!۔

---

(١) المرجع نفسه، أبواب فضائل القرآن ...إلخ، ر: ٢٨٩٠، صـ٦٥٠.

(٢) "سنن ابن ماجه" كتاب الطهارة وسُننها، ر: ٣٤٨، ١/ ١٢٥.

دعا

اے اللہ! ہماری قبر کو روشن، منوّر اور کشادہ فرما، اسے جنّت کا باغ بنا، ہمیں قبر کی وحشتوں، ہولناکیوں اور تاریکیوں سے بچا، ہمیں عذابِ قبر سے محفوظ رکھ، ہمیں غفلت سے نَجات عطا فرما، قبر کی تیاری کی توفیق مَرحمت فرما، اسے روز یاد کر کے آخرت کا جذبہ و سوچ عنایت فرما، ہمیں نیک بنا، اچھے اعمال کی توفیق عطا فرما، گناہوں سے بچا، فرائض وواجبات کی پابندی کی توفیق عطا فرما، اور اچھا سچّا اور با عمل مسلمان بنا، آمین یاربّ العالمین!۔

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکَر کا فریضہ اور ہماری ذمّہ داری

(جمعۃ المبارک یکم ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲/۰۷/۰۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر سے مراد

برادرانِ اسلام! "اَمر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے سے مُراد) یہ ہے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا، مثلاً کسی کو نماز کے لیے کہنا، اور نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ بُری باتوں سے منع کرنا، یہ دونوں چیزیں فرض ہیں"[1]۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تاکید

اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر یعنی نیکی کا حکم دینا، اور برائی سے منع کرنا، حسبِ استطاعت ہر مسلمان پر لازم ہے، یہ وہ فریضہ ہے جسے انجام دینے والے پیروکارانِ انبیاء ہونے کا شرف پاتے ہیں، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ

(۱) "بہارِ شریعت" امر بالمعروف ونہی عنِ المنکَر کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصّہ شانزدہم ۱۶، ۳/۶۱۴۔

﴿يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں"۔

امّتِ محمدیہ کا خاص وصف

عزیزانِ محترم! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، امّتِ محمدیہ کا خاص وصف ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[2] "تم ان سب اُمتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

اَمر بالمعروف کا فریضہ انجام دینے والوں کی گفتگو، اللہ ربّ العالمین کے پسندیدہ کلام میں سے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[3] "اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے؟ اور کہے کہ میں مسلمان ہوں!"۔

گناہوں سے مُعافی کا باعث

نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا، اچھے اور نیک اعمال میں سے ہے، اور ہر عملِ صالح اللہ عزّوجلّ کی رضا، خوشنودی اور گناہوں کی مُعافی کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[4] "جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے،

(١) پ١٠، التوبة: ٧١.
(٢) پ٤، آل عمران: ١١٠.
(٣) پ٢٤، حٰم السّجدة: ٣٣.
(٤) پ٢٠، العنكبوت: ٧.

ہم ضرور اُن کے گناہوں کو مٹا دیں گے، اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے، جو اُن کے سب کاموں میں اچھا ہو"۔

اَمر بالمعروف سے متعلّق حکمِ شرعی

حضراتِ گرامی قدر! حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اَمر بالمعروف سے متعلّق حکمِ شرعی بیان فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف ہر شخص پر اس کے منصب کے اعتبار سے، اور حسبِ استطاعت واجب ہے، اس پر قرآن وسنّت ناطق ہے، اور اِجماعِ امّت بھی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسے کہ ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[۱] "اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے، جو بھلائی کی دعوت دیں، نیکی کا حکم دیں، اور برائی سے روکیں" (جیسا کہ) ﴿مِّنْكُمْ اُمَّةٌ﴾ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے، مثلاً کسی جگہ برائی ہو رہی ہو اور ایک آدمی کو اس کا علم ہو، کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو، تو صرف اس پر فرض ہے دوسروں پر نہیں۔ نیکی کا حکم دینے والا اپنا فرض ادا کر دے تو بَری الذِّمہ ہو جاتا ہے، (خواہ) مخاطب قبول کرے یا نہ"[۲]۔

اَمر بالمعروف کی متعدِّد صورتیں اور اَحکام

حضراتِ ذی وقار! لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی متعدّد صورتیں ہیں، صورتحال اور موقع محل کی مُناسبت سے، سب کے اَحکام جدا جدا ہیں،

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٠٤.

(۲) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ٦/ ۵۳۱۔

فقہِ حنفی کی معروف کتاب "فتاویٰ ہندیہ" میں ہے کہ "(۱) اگر (نیکی کا حکم دینے والا) اپنے غالب گمان سے جانتا ہو، کہ اَمر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے، اور بُری بات سے باز آجائیں گے، تواَمر بالمعروف واجب ہے، اسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں، (۲) اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ اَمر بالمعروف کرے گا، تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے، گالی دیں گے، تو اس وقت اَمر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے، (۳) اور اگر جانے کہ مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں، تو اختیار ہے، چاہے اَمر بالمعروف کرے یا نہ کرے، اور کرنا بہتر ہے"[1]۔

ہر شخص مبلغِ اسلام ہے

عزیزانِ مَن! کسی کو نیکی کی دعوت دینا، یا برائی سے منع کرنا، صرف علمائے دین ہی کی ذِمّہ داری نہیں، حکمِ نبوی یہ ہے کہ جسے جس چیز کا جتنا صحیح علم ہے، وہ کمی بیشی کیے بغیر اُسے دوسروں تک پہنچادے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً!»[2] "میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگرچہ ایک ہی آیت ہو!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "آیت کے لُغوی معنیٰ ہیں: علامت اور نشان۔ اس لحاظ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات، اَحادیث، اَحکام، قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اصطلاح میں قرآن کے اُس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو، نام والے مضمون کو

---

(۱) "الفتاوى الهندية" كتاب الكراهية، الباب ۱۷، ۵/ ۳۵۲، ۳۵۳، ملتقطاً.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب العلم، ر: ۲٦٦۹، صـ٦۰۵.

"سورۃ" کہتے ہیں۔ یہاں آیت سے لُغوی معنی مُراد ہیں، یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو، وہ دوسرے تک پہنچادے!"[۱]۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک اَور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف حکمرانوں، علماء مشائخ بلکہ ہر مسلمان کی ذِمّہ داری ہے، اسے صرف ایک طبقہ تک محدود کر دینا صحیح نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر شخص اس کو اپنی ذِمّہ داری سمجھے، تو مُعاشرہ نیکیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے"[۲]۔

اَمر بالمعروف سے پہلوتہی کی سزا

عزیزانِ مَن! امر بالمعروف منصبِ رسالت ہے، جو لوگ اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں، وہ حکمِ الٰہی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہیں، جبکہ اس ذِمّہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی برتنا، گویا عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادِف ہے، رحمتِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ!»[۳] "جس قوم میں گناہ ہوتے ہوں، اور وہ لوگ اس برائی کو بدلنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ بدلیں، تو عنقریب اللہ تعالی سب پر عذاب بھیجے گا"۔

حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ،

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" علم کی کتاب، پہلی فصل، ۱/۱۶۹۔

(۲) اَیضًا، کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۱، ۵۳۲۔

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ر: ٤٣٣٨، صـ٦٠٩.

أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ!»[۱] "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرتے رہو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا، کہ تم دعا کرو گے تو وہ تمہاری دعا بھی قبول نہیں فرمائے گا!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکَر کی ذمّہ داری سے پہلو تہی کتنا بڑا جرم ہے؟ اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا، یا اللہ تعالی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا! اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی!"۔ یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے، یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا اِزالہ نہیں کرو گے، اور اللہ تعالی سے مُعافی نہیں مانگو گے، تمہاری کوئی دعا قبول نہیں ہوگی"[۲]۔

قول وفعل میں تضاد کی مذمّت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر کا فریضہ انجام دینے سے قبل، ہر شخص کو چاہیے کہ وہ پہلے خود اپنی ذات کو شریعتِ مطہّرہ کے سانچے میں ڈھالے، اس کے بعد لوگوں کو اس کا حکم دے۔ اپنی ذات کو بُھلا کر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کرنا، ایک اچھے مبلغ وداعی کا وصف ہرگز نہیں ہو سکتا! اللہ ربّ العزّت ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اِرشاد فرماتا ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ۲۱۶۹، صـ۴۹۸.

(۲) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، دوسری فصل، ۶/۵۳۴، ۵۳۵۔

وَ اَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾[1] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۞ كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴾[2] "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو تم خود نہیں کرتے؟! کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ دوسروں کو وہ کہو جو خود نہ کرو!"۔

حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلاَنُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلاَ آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»[3].

"قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی، تو وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، تب دوزخی لوگ اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے، کہ اے فلاں! تیرا کیا حال ہے؟ کیا تو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ہمیں منع نہیں کرتا تھا؟! وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو تو اچھی بات کا حکم دیتا تھا مگر

---

(١) پ١، البقرة: ٤٤.

(٢) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.

(٣) "صحيح البخاري" باب صفة النار وأنّها مخلوقة، ر: ٣٢٦٧، صـ٥٤٤.

خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور میں تم لوگوں کو تو بُری باتوں سے منع کرتا تھا مگر خود اُن (بری باتوں) سے نہیں بچتا تھا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے، کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو، اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا، اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا، تو سزا کا مستحق ہوگا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی، اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب و تحریص (رغبت وشَوق) کا کام دیتا ہے، لیکن یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مُبلغ اعمالِ صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے، یا نفس وشیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکِب ہوتا ہے، تو اسے اَمر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنے) اور نہی عن المنکَر (برائی سے منع کرنے) کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے، بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اِصلاح کی (بھی) کوشش کرتے رہنا چاہیے"[1]۔

قدرت کے باوُجود برائیوں کو نہ روکنے کی وَبا

حضراتِ ذی وقار! آج کل ہمارے مُعاشرے میں یہ وَبا بڑی عام ہو چکی ہے، کہ برائی اور گناہ ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لیکن استطاعت وقدرت ہونے کے باوُجود اُسے روکنے یا منع کرنے کی کوشش نہیں کرتے، اور بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ "کوئی نیکی کرے یا گناہ، ہمیں کیا؟ وہ جانے اُس کے اعمال!" ایسی سوچ رکھنا دُرست نہیں، بلکہ جو شخص برائی اور گناہوں کی روک تھام پر قادِر ہو، اُس پر

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۴۔

لازم ہے کہ اپنی طاقت واختیار کے ذریعے اسے روکے۔

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَأَى مُنْكَراً فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ!»[1] "جو کوئی برائی کو دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اُسے اپنے دل میں بُرا جانے، اور یہ نہایت کمزور اِیمان ہے!"۔

اَمر بالمعروف میں غفلت... ہلاکت وبربادی کا سبب

میرے محترم بھائیو! امر بالمعروف ونہی عن المنکَر (یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے) کے مُعاملے میں، نرمی برتنا یا غفلت وکوتاہی سے کام لینا، دنیا وآخرت میں ہلاکت وبربادی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُودِ اللهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا، مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا سَفِينَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا، وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلَاهَا، فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّونَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِينَ فِي أَعْلَاهَا، فَتَأَذَّوْا بِهِ فَأَخَذَ فَأْساً فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِينَةِ، فَأَتَوْهُ فَقَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِي وَلَابُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ»[2].

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٧٢، صـ٤٩٩.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الشهادات، ر: ٢٦٨٦، صـ٤٣٨.

"حُدود اللہ میں نرمی برتنے اور اس کا اِرتکاب کرنے والوں کی مثال، کشتی میں سوار اُن مسافروں کی طرح ہے، جنہوں نے قرعہ اندازی کے ذریعے طے کیا، کہ بعض مسافر کشتی کے نچلے حصے میں سفر کریں گے اور بعض اوپر والے حصے میں، پانی لینے کی غرض سے جب نچلے حصے سے لوگ اوپر آتے، تو اوپر والے مسافروں کو (ان کی آمد ورَفت سے) تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا، (لہذا باہم بحث وتکرار سے تنگ آکر) ایک مسافر نے کلہاڑی لے کر کشتی کے نچلے حصے (فرش) میں سوراخ کرنا شروع کردیا، اوپر والے حصے میں سوار مسافروں نے آکر اس سے کہا کہ یہ تم کیا کررہے ہو؟ اس مسافر نے جواب دیا کہ میرے اوپر آنے کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے، اور میرے لیے پانی کے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں، لہذا پانی لینے کے لیے کشتی میں سوراخ کررہا ہوں۔ اب اگر وہ لوگ اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر (کشتی میں سوراخ کرنے سے) اُسے روکیں، تو وہ اُسے بھی بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے، اور اگر انہوں نے اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، تو وہ اسے بھی ہلاکت میں ڈالیں گے، اور خود بھی (ڈوب کر) ہلاک ہوجائیں گے"۔

اَمر بالمعروف کا فریضہ اور حکمران طبقے کی ذِمّہ داری

ہماری عدالتوں، حکمرانوں، قانون نافذ کرنے والے اداروں سمیت، تمام اصحابِ اختیار لوگوں کو اس حدیثِ پاک میں خوب غَور وفکر کرنا چاہیے، اور سوچنا چاہیے کہ اگر انہوں نے حکومتی سطح پر اَمر بالمعروف کا فریضہ انجام نہ دیا، دینِ اسلام کے اَحکام پر عمل نہ کیا، حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دِین کو تخت پر لانے کے لیے سنجیدہ کوششیں نہ کیں، خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی صاف صاف نافرمانی کرنے

والوں کا مُؤاخذہ نہ کیا، اور اللہ کی حُدود کو قائم نہ کیا، تو جہاز میں سوراخ کرنے والے، اور دیکھنے کے باوُجود اس کا ہاتھ نہ روکنے والوں کی طرح، ہلاکت وبربادی ان کا بھی مقدّر ٹھہرے گی! لہذا ابھی وقت ہے، نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے ابھی سے کوششیں کیجیے، اور اَمر بالمعروف کا فریضہ وذِمّہ داری ادا کرکے، وارثینِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ساتھ دینے کا شرف پائیے!۔

اسی طرح ہمارے علمائے دین، مذہبی پیشوا، دینی مدارِس کے انتظامیہ واساتذۂ کرام، تعلیمی اداروں کے سربراہان، اور سرکاری ونجی دفاتر کے افسران کو بھی چاہیے، کہ اپنے ماتحت ملازمین، کارکنان، شاگردوں، مریدوں اور اپنی اَولاد کو بھی نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں، اور انہیں خاص طَور پر اس کی نصیحت کریں۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ حضرت سیّدنا لقمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بیٹے کو اَمر بالمعروف سے متعلّق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾[1] "اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھو، اور اچھی بات کا حکم دیتے رہو، اور بُری بات سے منع کرتے رہو، اور جو مصیبت تم پر آپڑے اس پر صبر کرو، یقیناً یہ سب بلند ہمت کام ہیں!"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم نے اپنے اس عظیم فریضہ کو صحیح طَور پر انجام نہ دیا، اور اس ذِمّہ داری کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی برتی، اپنے ماتحت لوگوں کو گناہوں کے دَلدل میں گرنے سے نہ روکا، تو اللہ جلّ جلالہ بروزِ محشر اس بارے میں باز پُرس فرمائے گا، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ،

(۱) پ۲۱، لقمان: ۱۷.

وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِه، وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِه، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»[1] "تم سب اپنی اپنی جگہ ذمّہ دار ہو، اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ... مرد اپنے اہل وعِیال کا ذمّہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمّہ دار ہے، اور اس سے بھی اس کی ذمّہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا!"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نیکی کی دعوت عام کرنے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرما، دینِ اسلام کا حقیقی اور باعمل مُبلغ بنا، تبلیغِ دین میں آنے والی مشکلات پر صبر کی توفیق مرحمت فرما، حضور نبئ کریم ﷺ کے حکیمانہ اَندازِ تبلیغ کو اپنانے کی توفیق عطا فرما، حضور کی خوش اَخلاقی اور نرمی سے وافر حصہ عطا فرما، دینِ اسلام کو درپیش عالمی چیلنجز سے نبردآزما ہونے کی صلاحیت اور حوصلہ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

(۱) "صحيح البخاري" باب الجمعة في القرى والمدن، ر: ۸۹۳، صـ۱٤٤.

رِیاکاری کی مذمّت

(جمعۃ المبارک ۰۸ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - ۰۸/۰۷/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

رِیاکاری کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! اللہ ربّ العالمین کی رِضا سے قطعِ نظر ہوکر صرف شہرت، دِکھلاوا اور حُصولِ دنیا کی غرض سے، عبادت ورِیاضت کرنا، یا کوئی نیک عمل بجا لانا "رِیاکاری" ہے۔ حضرت سیِّدنا امام غزالی رحمہ اللہ تعالی علیہ رِیاکاری کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رِیا کی اصل یہ ہے کہ اچھے اعمال دِکھاکر، لوگوں کے دِلوں میں اپنا مقام بنایا جائے، لہٰذا رِیا کی تعریف یہ ہوئی کہ "اللہ عزّوجلّ کی عبادت کے ذریعے بندوں (کی خوشنودی) کا ارادہ کرنا رِیاکاری ہے"[1]۔

رِیاکاری سے متعلّق شرعی حکم

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "عبادت کوئی بھی ہو،

(١) "إحياء علوم الدين" كتاب ذمّ الجاه والرياء، ٣/ ٣١٤، ملخّصاً.

اس میں اِخلاص نہایت ضروری چیز ہے، یعنی محض رِضائے الٰہی کے لیے عمل کرنا ضروری ہے، دِکھاوے کے طَور پر عمل کرنا بالاِجماع حرام ہے، بلکہ حدیث شریف میں رِیا کو "شرکِ اصغر" فرمایا[1]، اِخلاص ہی وہ چیز ہے کہ اس پر ثواب مرتَّب ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ عمل صحیح نہ ہو، مگر جب اِخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو تو اس پر ثواب مرتَّب ہوتا ہے"[2]۔

رِیاکاری کے دَرَجات

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رِیاکاری کے دَرَجات سے متعلّق بیان فرماتے ہیں کہ "رِیا کے بہت دَرَجے ہیں، ہر دَرَجے کا حکم علیحدہ ہے، بعض رِیا شرکِ اَصغر ہیں، بعض رِیا حرام، بعض رِیا مکروہ، بعض ثواب۔ مگر جب رِیا مطلقًا بولی جاتی ہے تو اس سے ممنوع رِیا مراد ہوتی ہے"[3]۔

نیک اَعمال کی تشہیر کرنے کی مذمّت

عزیزانِ محترم! لوگوں کو راضی کرنے، دِکھانے یا انہیں اپنی ذات سے متاثر کرنے کے لیے، اپنے نیک اَعمال کی تشہیر کرنا، یا اپنی عبادت ورِیاضت کو بلاوَجہ اور غیر ضروری طَور پر طُول دینا، اور اس میں عام معمول سے ہٹ کر اِضافہ وزیادتی کرنا رِیاکاری ہے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں متعدّد مقامات پر اس کی مذمّت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ

---

(١) انظر: "مُسند الإمام أحمد" حديث محمود بن لبيد، ر: ٢٣٦٩٢، ٩/ ١٦٠.

(٢) "بہارِ شریعت" حظر واِباحت کا بیان، رِیا وسُمعہ کا بیان، حصّہ شانزدہم ١٦، ٣/٦٣٦۔

(٣) "مرآۃ المناجیح" دِکھلاوے اور شہرت کا بیان، پہلی فصل، ٧/٩٤۔

﴿صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾[1] "تواُن نمازیوں کے لیے خرابی ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں! وہ جو (عبادات میں) دِکھاوا کرتے ہیں!"۔

صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "مُراد اس سے مُنافقین ہیں، جو تنہائی میں نماز نہیں پڑھتے؛ کیونکہ اس کے معتقد نہیں، اور لوگوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں، اور اپنے آپ کو نمازی ظاہر کرتے ہیں، اور دِکھانے کے لیے اُٹھ بیٹھ لیتے ہیں، اور حقیقت میں نماز سے غافل ہیں"[2]۔

رِیاکاری... شرکِ اصغر

حضراتِ گرامی قدر! رِیاکاری شرکِ اصغر ہے، جس سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے ربِّ کائنات عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾[3] "اپنے رب کی بندگی میں (رِیاکاری کی صورت میں) کسی کو شریک نہ کرے!"۔

رِیاکاروں کے لیے سخت عذاب کی وعید

رِیاکاری اور دِکھاوے کے طَور پر عمل کرنے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾[4] "وہ جو بُرے داؤں (فریب) کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے!"۔ حضرت سیّدنا ابن عباس، سیّدنا مجاہد اور سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اس آیتِ مبارکہ کی

---

(١) پ٣٠، الماعون: ٤-٦.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳۰، الماعون، زیرِ آیت:۵، صـ۱۰۸۲۔

(٣) پ١٦، الكهف: ١١٠.

(٤) پ٢٢، الفاطر: ١٠.

تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ان (فریب کاروں) سے مراد رِیا کار ہیں!"[1]۔

نمود و نمائش...اَجر و ثواب کے ضائع ہونے کا باعث

عزیزانِ مَن! تمام نیک اعمال اور صدَقات وغیرہ میں رِیاکاری اور نمود و نمائش کی نیّت وآمیزش، اَجر و ثواب کو ضائع کر دیتی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ﴾[2] "اے ایمان والو! اپنے صدقے اُس کی طرح باطل نہ کردو اِحسان رکھ کر اور اِیذاء دے کر، جو اپنا مال لوگوں کے دِکھاوے کے لیے خرچ کرے"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "جس طرح منافق کو رِضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی، وہ اپنا مال رِیاکاری کے لیے خرچ کرکے ضائع کر دیتا ہے، اس طرح تم اِحسان جتا کر اور اِیذاء دے کر اپنے صدَقات کا اَجر ضائع نہ کرو!"[3]۔

شیطان کے دوست

حضراتِ ذی وقار! شہرت، دِکھاوے اور لوگوں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے مال خرچ کرنے والے، شیطان کے دوست ہیں، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾[4] "وہ جو اپنے مال لوگوں کے

---

(۱) انظر: "تفسير القُرطُبي" الفاطر، تحت الآية: ١٠، الجزء١٤، صـ٢٩٠.

(٢) پ٣، البقرة: ٢٦٤.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، البقرۃ، زیرِ آیت: ۲۶۴، صـ۸۰۔

(٤) پ٥، النساء: ٣٨.

دِکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مُصاحب (ساتھی و مشیر) شیطان ہوا، تو وہ کتنا بُرا مُصاحِب ہے!"۔

رِیاکاری اور دِکھاوا... اعمال کے ضائع واَکارت کرنے کا باعث

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! عبادت ورِیاضت میں دِکھاوا، اعمال کو ضائع واَکارت کرنے کا باعث ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝١٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1] "جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو، ہم اس میں ان کا پورا پھل (صحت، وُسعتِ رزق اور کثرتِ اولاد وغیرہ کی صورت میں دنیا میں ہی) دے دیں گے، اور اس میں کمی نہ دیں گے! یہ ہیں وہ جن کے لیے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ! اور اَکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے، اور نابُود ہوئے جو اُن کے عمل تھے"۔

حضرت سیِّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ آیت رِیاکاروں کے حق میں نازل ہوئی"[2]۔

رِیاکار ... چھوٹے درجہ کا مشرِک

جانِ برادر! نمود ونمائش اور دنیاوی شہرت اور ناموَری کی نیّت سے کسی بھی نیک عمل میں رِیاکاری شرکِ اصغر ہے، حضرت سیِّدنا محمود بن لبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ

---

(١) پ١٢، هود: ١٥، ١٦.

(٢) انظر: "رُوح البيان" پ١٢، هود، تحت الآية: ١٥، ٤/ ١٠٨.

الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ!» "جس چیز کا تم پر زیادہ خوف ہے وہ شِرکِ اصغر ہے"، لوگوں نے عرض کی: شِرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: «الرِّيَاءُ! إِنَّ اللهَ ﷻ يَقُولُ يَوْمَ تُجَازَى الْعِبَادُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ بِأَعْمَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً!»[1] "رِیا (دِکھاوا)! اللہ ﷻ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے اَعمال کی جزا دیتے وقت ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لیے دنیا میں تم دِکھاوا کرتے تھے! اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "مشرِک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے معبودوں کو راضی کرنے کی نیّت کرتا ہے، (اور) رِیاکار (مسلمان) اپنی عبادات سے اپنے چھوٹے چھوٹے مقاصد، یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیّت کرتا ہے، لہذا رِیاکار چھوٹے درجہ کا مشرِک ہے، اور اس کا یہ عمل چھوٹے دَرجہ کا شِرک ہے، چونکہ رِیاکار کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا، عمل واِرادہ خراب ہوتا ہے، اور کُھلے مشرِک کا (عمل واِرادہ کے ساتھ ساتھ) عقیدہ بھی خراب ہوتا ہے، لہذا رِیا کو چھوٹا شِرک فرمایا"[2]۔

شرکِ خفی

حضرت سیِّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الشِّرْكُ الْخَفِيُّ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ لِمَكَانِ الرَّجُلِ»[3]

---

(۱) "مُسند الإمام أحمد" حديث محمود بن لبيد، ر: ۲۳۶۹۷، ۹/ ۱۶۱، ۱۶۲.
(۲) "مرآۃ المناجیح" دِکھلاوے اور شہرت کا بیان، تیسری فصل، ۷/۱۰۶۔
(۳) "مُستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ۷۹۳۶، ۸/ ۲۸۲۷.

"شرکِ خفی یہ ہے کہ آدمی کسی آدمی کے مرتبہ کی خاطر کوئی عمل کرے"۔

آخرت میں اجر و ثواب سے محرومی کا باعث

میرے عزیز دوستو! ہر وہ نیک عمل جو صرف شہرت اور ناموری یا حُصولِ دنیا کی غرض سے کیا جائے، آخرت میں اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن سب سے پہلے (۱) ایک شہید کا فیصلہ ہوگا، جب اسے لایا جائے گا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلّ ارشاد فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا، اللہ عَزَّوَجَلّ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے! تُو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ تجھے بہادُر کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (۲) پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن کریم پڑھا، وہ آئے گا تو اللہ تعالی اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلّ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے علم سیکھا سکھایا اور تیرے لیے قرآنِ کریم پڑھا، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے! تو نے علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے، اور قرآنِ کریم اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا!۔ (۳) پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا، جسے اللہ تعالی نے کثرت سے مال عطا

فرمایا، اسے لاکر نعمتیں یاد دلائی جائیں گی، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا کہ تُونے ان نعمتوں کے بدلے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے ہر اُس راستہ میں خرچ کیا جس میں تیری رضا تھی، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے! تو نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے، اور وہ کہہ لیا گیا! پھر اس کے بارے میں جہنّم کا حکم ہوگا، لہذا اُسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا"[1]۔

رِیاکاروں پر شدید غضبِ الٰہی

حضراتِ گرامی قدر! رِیاکاری کتنا قبیح اور برا عمل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ رِیاکاروں پر شدید غضب فرمائے گا، انہیں اپنے فضل وکرم سے محروم فرمادے گا، حضرت سیّدنا ابوسعید بن ابوفَضالہ اَنصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا جَمَعَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ، نَادَى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لله تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَحداً، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ الله عَزَّوَجَلَّ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ!»[2] "جب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بروزِ قیامت اوّلین وآخِرین کو جمع فرمائے گا، تو ایک مُنادی ندا کرے گا کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کیے جانے والے عمل میں، کسی اَور کو شریک کیا، وہ اُسی کے پاس اپنا ثواب تلاش کرے؛ کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ شریکوں سے بے نیاز ہے!"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩٢٣، صـ٨٥٢، ٨٥٣.

(٢) "مُسند الإمام أحمد" حديث أبي سعيد بن ...إلخ، ر: ١٥٨٣٨، ٥/ ٣٦٩.

جُبُّ الحزن ... رِیاکار قاریوں کا ٹھکانہ

میرے عزیز دوستو! دِکھاوے کے طَور پر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے قاریوں کا ٹھکانہ جہنّم کی ایک خطرناک وادی "جُبُّ الحزن" ہے، اس بارے میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تَعوَّذُوا بِالله مِنْ جُبِّ الحَزَنِ!» "جُبُّ الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! جُبُّ الحزن کیا ہے؟ فرمایا: «وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ» "یہ جہنّم میں ایک ایسی وادی ہے، جس سے جہنّم بھی روزانہ سو ۱۰۰ بار پناہ چاہتا ہے" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «الْقَرَّاءُونَ الْمرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ»[۱] "اس میں وہ قاری داخل ہوں گے جو اپنے اعمال میں رِیا (دِکھاوا) کرتے ہیں!"۔

ذِلّت ورُسوائی اور عذابِ جہنّم کا باعث بننے والا عمل

برادرانِ اسلام! نمود ونمائش اور شہرت کے لیے کیا گیا عمل، بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی اور عذابِ جہنّم کا باعث ہے، حضرت سیّدنا جُندب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ»[۲] "جو دِکھاوے کے لیے عمل کرے گا بروزِ قیامت اللہ تعالی اس کی بدنیتی سب کو دِکھا دے گا، اور جو شہرت کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالی اس کی بدنیتی سب کو سنادے گا"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ۲۳۸۳، صـ۵۴۳.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب الرياء والسُمعة، ر: ۴۲۰۷، صـ۷۱۹.

ایک حکیم (عقلمند) کاقول ہے کہ "دِکھاوے اور سنانے کے لیے عمل کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو اپنی پوٹلی (تھیلی) پتھروں سے بھر کر خریداری کے لیے بازار چلا گیا، جب وہ دکاندار کے سامنے اپنی پوٹلی کھولے گا تو ذلیل ورُسوا ہوگا، اور اس کی پٹائی ہوگی، اسے لوگوں کی اس بات کے علاوہ کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا، کہ (دیکھو) اس کی جیب کتنی بھری ہوئی ہے! حالانکہ اسے اس بھری جیب کے بدلے میں کوئی چیز نہیں دی جاتی۔ اسی طرح دِکھاوے اور سنانے کے لیے عمل کرنے والے کو، لوگوں کی باتوں کے سوا کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا، اور نہ ہی اسے قیامت کے دن کوئی اجر وثواب دیا جائے گا"[1]۔

رِیاکار کی تین نشانیاں

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رِیاکار شخص کی نشانیوں سے متعلّق حضرتِ سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کا قولِ مبارک نقل فرماتے ہیں: «للمُرائي ثلاثُ علاماتٍ: (١) يكسل إذا كان وحده، (٢) وينشط إذا كان في النّاس، (٣) ويزيد في العمل إذا أثنيَ عليه، وينقص إذا ذمّ»[2] "رِیاکار کی تین ۳ نشانیاں ہیں: (۱) جب تنہا ہوتا ہے تو عمل میں سستی کرتا ہے، (۲) جب لوگوں میں ہوتا ہے تو خوشی خوشی عمل کرتا ہے، (۳) اور تعریف کی جائے تو اس کا عمل بڑھ جاتا ہے، اور جب برائی بیان کی جائے تو عمل کم کر دیتا ہے"۔

---

(١) "الزواجر عن اقتراف الكبائر" الباب ١، الكبيرة الثانية، ١/ ٧٦.

(٢) "إحياء علوم الدين" كتاب ذمّ الجاه والرياء، بيان ذمّ الرياء، ٣/ ٣١٣.

رِیاکاری، شہرت اور خود نمائی سے بچنے کی فضیلت

عزیزانِ محترم! رِیاکاری، شہرت اور خود نمائی سے بچ کر زُہد وتقوی اختیار کرنا حُصولِ ولایت کا سبب ہے، حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ، الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا، وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا، قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى، يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ»[1] "یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایسے نیک پرہیزگار پوشیدہ بندے پسند ہیں، کہ جب وہ غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جائیں، اور اگر حاضر ہوں تو مدعو نہ کیے جائیں اور نہ پہچانے جائیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ گرد آلود تاریکیوں سے نکل جائیں گے" یعنی جو اپنی عبادت ورِیاضت کو چھپاتے ہیں، اور رِیاکاری اور دِکھاوے سے بچتے ہیں، وہ کفر وگمراہی کی تاریکیوں سے محفوظ رہتے ہیں!۔

رِیاکاری سے متعلّق چند شرعی مسائل

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! رِیاکاری سے متعلّق مختلف اور متعدّد شرعی مسائل ہیں، جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں:

(۱) "فرائض میں رِیا کو دخل نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض میں رِیا پایا ہی نہیں جاتا؛ اس لیے کہ جس طرح نوافل کو رِیا (دِکھاوے) کے ساتھ ادا کر سکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ فرائض کو بھی رِیا کے طور پر ادا کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ فرض اگر رِیا کے طور پر ادا کیا جب بھی اس کے ذمّہ سے (فرض) ساقط ہو جائے گا،

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، ر: ۳۹۸۹، صـ٦٧٦، ٦٧٧.

اگرچہ اِخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ثواب نہ ملے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی کو فرض ادا کرنے میں رِیا کی مُداخلت کا اندیشہ ہو، تو اس مُداخلت کا اعتبار کر کے فرض کو ترک نہ کرے، بلکہ فرض ادا کرے اور رِیا کو دُور کرنے کی اور اِخلاص حاصل ہونے کی کوشش کرے"[1]۔

(۲) "رِیا کی دو ۲ صورتیں ہیں: **(۱)** کبھی تو اصل عبادت ہی رِیا کے ساتھ کرتا ہے، کہ مثلاً لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے، اور کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تو پڑھتا ہی نہیں، یہ رِیائے کامل ہے کہ ایسی عبادت کا بالکل ثواب نہیں۔ **(۲)** دوسری صورت یہ ہے کہ اصل عبادت میں رِیا نہیں، کوئی ہوتا یا نہ ہوتا بہرحال نماز پڑھتا، مگر وصف میں رِیا ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا جب بھی پڑھتا، مگر اس خوبی کے ساتھ نہ پڑھتا، یہ دوسری قسم پہلی سے کم درَجہ کی ہے، اس میں اصل نماز کا ثواب ہے، اور خوبی کے ساتھ ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ یہاں نہیں؛ کہ یہ رِیا سے ہے، اِخلاص سے نہیں"[2]۔

(۳) "کسی عبادت کو اِخلاص کے ساتھ شروع کیا، مگر اَثنائے عمل میں رِیا کی مُداخلت ہوگئی، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ رِیا سے عبادت کی، بلکہ یہ عبادت اِخلاص سے ہوئی، ہاں اس کے بعد جو کچھ عبادت میں حُسن و خوبی پیدا ہوگئی وہ رِیا سے ہوگی، اور یہ رِیا کی قسمِ دُوم ۲ میں شمار ہوگی"[3]۔

(۴) "روزہ کے متعلق بعض علماء کا یہ قول ہے، کہ اس میں رِیا نہیں ہوتا، اس کا غالباً یہ مطلب ہوگا کہ روزہ چند چیزوں سے باز رہنے کا نام ہے، اس میں کوئی ایسا

---

(۱) "بہارِ شریعت" حظر و اِباحت کا بیان، رِیا و سُمعہ کا بیان، حصّہ شانزدہم ۱۶، ۳/۶۳۸، ۶۳۹۔
(۲) اَیضاً، صـ۶۳۸۔
(۳) اَیضاً۔

کام نہیں کرنا ہوتا جس کی نسبت کہا جائے کہ رِیا سے کیا، ورنہ یہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو جتانے کے لیے یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں روزہ سے ہوں، یا لوگوں کے سامنے منہ بنائے رہتا ہے؛ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کا بھی روزہ ہے، اس طور پر روزہ میں بھی رِیا کی مُداخلت ہوسکتی ہے"[۱]۔

رِیاکاری کاعلاج

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! نمود ونمائش، شہرت، حُصولِ دنیا اور مَدح وستائش کی خواہشات کا تعلّق، رُوحانی وقلبی اَمراض سے ہے، انسان رُوحانی اعتبار سے اس وقت تک ترقی ومَراتب کے زینے طے نہیں کرسکتا، جب تک ان اَمراض کا علاج کرکے اپنا تزکیۂ نفس نہ کرلے، لہذا ضروری ہے کہ رِیاکاری کے مرض سے نَجات پانے کے لیے اس کا مؤثِر علاج کیا جائے۔ رِیاکاری کے دو۲ مؤثِر اور مفید علاج حسبِ ذیل ہیں: (۱) علمی علاج (۲) اور عملی علاج۔

(۱) علمی علاج یہ ہے کہ انسان رِیاکاری سے منہ پھیر لے؛ کیونکہ دنیا وآخرت میں اس کے متعدّد نقصانات ہیں، رِیاکاری کے باعث دل غفلت کا شکار ہو جاتا ہے، آخرت میں بلندئ دَرجات سے محرومی، اللہ ربّ العالمین کی شدید ناراضگی، سخت عذابِ جہنّم، اور ذِلّت ورُسوائی رِیاکار کا مقدّر ٹھہرتی ہے۔ ان تمام اُمور کو وقتاً فوقتاً اپنے دل ودماغ میں دُہراتا رہے۔

(۲) رِیاکاری کا عملی علاج یہ ہے، کہ انسان اپنی عبادت ورِیاضت کا ڈھنڈورانہ پیٹے، حتی المقدور اپنے نیک اعمال لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرے، اور

(۱) اَیضاً۔

اس کی اتنی پختہ عادت بنائے، کہ ہمارا نفس اپنی شان میں لوگوں کی مدح و تعریف سے بے نیاز ہو جائے، اور دل سے اس خواہش کا خاتمہ ہو جائے، کہ لوگ ہماری عبادت و رِیاضت اور شب بیداریوں سے آگاہ ہو کر ہماری عزّت و احترام کریں، ہمیں اللہ تعالی کا نیک بندہ یا ولیُّ اللہ سمجھیں، ہماری دَست بوسی و قدم بوسی کریں، محفل میں ہماری آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کریں، خوب اَلقاب کے ذریعے اسٹیج سے ہمارا نام پکارا جائے، ہمیں خوش آمدید کہا جائے، دینی مجالس اور پروگرامز (Programs) میں ہمیں نمایاں جگہ پر نشست دی جائے، وغیرہ وغیرہ۔

عین ممکن ہے کہ یہ طریقۂ علاج اپنانے سے، شروع شروع میں ہمیں دِقّت و تکلیف اور ناگواری کا سامنا کرنا پڑے، لیکن ہمیں صبر و اِستقامت سے کام لینا ہو گا، جیسے ہی اللہ تعالی کا فضل و کرم ہمارے شامِل حال ہوا، ہمیں بھی باطنی طہارت نصیب ہو جائے گی، اور ہمیں جھوٹ، چُغلی، حسد، وعدہ خلافی، اَمانت میں خِیانت، اشیاء میں ملاوَٹ، ناپ تول میں کمی، نمود و نمائش، شہرت و دِکھلاوا اور مدح و ستائش جیسی نفسانی خواہشات سے نَجات مل جائے گی، ان شاءاللہ۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رِیاکاری سے بچا، شہرت و دِکھلاوا اور خود نمائی کے مرض سے نَجات عطا فرما، رِیاکاری کے باعث روزِ حشر ہونے والی ذِلّت و رُسوائی سے محفوظ رکھ، اپنے غضب اور ناراضگی سے بچا، عذابِ جہنّم سے بچا، اعمالِ صالحہ میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، اپنی عبادت و رِیاضت کا ڈھنڈورا پیٹنے سے بچا، انہیں مخفی رکھنے کی توفیق مرحمت فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حرمین شریفین کے فضائل

(جمعۃ المبارک ۱۵ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - ۱۵/۰۷/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِع یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

مکّہ مکرّمہ کی فضیلت

برادرانِ اسلام! مکّہ مکرّمہ وہ مقدّس شہر ہے جہاں رسولِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور پرورش ہوئی، یہیں سے دینِ اسلام کا سورج پوری آب وتاب سے چمکا، مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر سب سے پہلی وحی بھی یہیں نازل ہوئی، اسی شہرِ مکّہ میں مسلمان حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دنیا بھر سے حاضر ہوتے ہیں، اس کی زیارت کے لیے دن رات تڑپتے اور دعائیں کرتے ہیں، اسی مبارک شہر میں مسلمانوں کا قبلہ یعنی بیت اللہ شریف، مقامِ ابراہیم، صفا ومَروہ اور آبِ زمزم ہے۔ یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں سے نُزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، اسی شہر میں خلفائے راشدین، اور دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے دینِ اسلام کے لیے بے پناہ قربانیاں دیں، یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں دن رات رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

مکّہ مکرّمہ کی شان وعظمت کا سبب

عزیزانِ محترم! مکّہ مکرّمہ وہ سرزمینِ امن وامان ہے، جو ساری دنیا کے لیے ہدایت ورَہنمائی کا سرچشمہ ہے، اس مبارک شہر کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ کریم میں اس شہرِ اَمن کی قسم ارشاد فرمائی، فرمایا: ﴿لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾[1] "مجھے اس شہر (مکّہ مکرّمہ) کی قسم، کہ اے حبیب! آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ عظمت مکّہ مکرّمہ کو سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رَونق اَفروزی کی بدَولت حاصل ہوئی"[2]۔

میرے محترم بھائیو! غَور وفکر کا مقام ہے، کہ اس مبارک شہر میں صفا ومَرْوہ کی پہاڑیاں ہیں، آبِ زمزم کا کنواں ہے، مقامِ ابراہیم ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہاں کعبۃ اللہ شریف ہے، لیکن اللہ تعالی نے ان میں سے کسی مقام کی قسم یاد نہیں فرمائی، صرف مکّہ مکرّمہ کی قسم یاد فرمائی، اور اس کی وجہ بھی خود ہی بیان فرمائی کہ "اے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں (اس لیے مجھے اس شہر کی قسم!)"۔

علاوہ ازیں عالَمِ اَرواح میں بھی نبیِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمیشہ سے سب سے افضل واعلیٰ اور برتر وبالا رہے، اور یہ چیز اللہ تعالی کے علم میں پہلے سے تھی کہ مصطفی جانِ

---

(۱) پ۳۰، البلد: ۱، ۲.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳۰، البلد، زیرِ آیت:۲، ص۱۰۶۸۔

رَحمت ﷺ کی اسی شہرِ امن وامان میں ولادت ہوگی، اور یہیں سے اعلانِ نبوّت فرماکر آپ ﷺ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز فرمائیں گے، لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ کی خاطر آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی، مکہ مکرمہ کو، آپ ﷺ کے صدقہ وطفیل فضیلت بخش دی۔ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا: ؏

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام وبقا کی قسم![1]

خالقِ کائنات کا پہلا گھر

حضراتِ گرامی قدر! مکّہ مکرّمہ جیسی مبارک اور پُرامن سر زمین کو جو فضیلتیں حاصل ہیں، وہ رُوئے زمین کے کسی شہر کو حاصل نہیں۔ خالقِ کائنات عزّوجلّ کا سب سے پہلا گھر "بیت اللہ شریف" بھی اسی شہر میں ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾[2] "یقیناً سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرّر ہوا، وہ ہے جو مکّہ مکرّمہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہاں کا رَہنما"۔

اللہ تعالی کی کھلی نشانیاں

اس مبارک شہر میں اللہ تعالی کی متعدّد واضح اور کھلی نشانیاں ہیں، جو اس کی

---

(۱) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضُحی ترے چہرۂ نورِ فزا کی قسم، ص۸۰۔

(۲) پ٤، آل عمران: ٩٦.

حرمت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ﴾[1] "اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ"۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت "تفسیرِ مدارِک" اور "تفسیرِ خازِن"[2] میں ہے کہ "ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں، کہ وُحوش (جنگلی جانور) ایک دوسرے کو حرم میں اِیذاء نہیں دیتے، حتی کہ کتّے اس سر زمین میں ہرن پر حملہ آور نہیں ہوتے، وہاں شکار نہیں کرتے، اور لوگوں کے دل کعبہ معظّمہ کے لیے اس قدر بے تاب رہتے ہیں، کہ صرف اس کی طرف نظر کرنے سے ان کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، ہر شبِ جمعہ اَرواحِ اَولیاء اس مبارک گھر کے گرد حاضر ہوتی ہیں، اور جو کوئی اس مبارک گھر کی بے حرمتی کا قصد کرے برباد ہو جاتا ہے، انہیں نشانیوں میں سے مقامِ ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں بھی ہیں، جن کا آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا گیا[3]۔

صفا اور مَروہ کی پہاڑیاں جہاں حاجی صاحبان سعی کرتے ہیں، وہ بھی اللہ تعالی کی اُن نشانیوں میں سے ہیں جو شہرِ مکّہ میں واقع ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ ٱلْبَيْتَ أَوِ ٱعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾[4] "یقیناً صفا اور مَروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو اِس گھر کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے"۔

---

(١) پ٤، آل عمران: ٩٧.

(٢) "تفسير الخازن" پ٤، آل عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/ ٢٧٢.

(٣) "تفسير المدارك" پ٤، آل عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/ ٢٧٥، ٢٧٦.

(٤) پ٢، البقرة: ١٥٨.

امن وسکون کا گہوارہ

عزیزانِ مَن! مکّہ مکرّمہ کی حُدودِ حرم امن وسکون کا گہوارہ ہے، جواِس کے اندر داخل ہوجاتا ہے محفوظ ومامون رہتا ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾[1] "جواس (حرم) میں آئے امان میں ہو"۔ "یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل وجِنایت کرکے حرم میں داخل ہو، تو وہاں نہ اسے قتل کیا جائے، نہ اس پر حد قائم کی جائے"[2]۔

حرمت وپناہ والی سرزمین

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾[3] "کیا انہوں نے (یعنی اہلِ مکّہ نے) یہ دیکھا کہ ہم نے (مکّہ مکرّمہ کو) حرمت والی زمین پناہ بنائی، اور ان کے آس پاس والے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں" یعنی قتل وگرفتار کرلیے جاتے ہیں۔

حُدودِ حرم میں خون بہانے اور درخت کاٹنے کی ممانعت

حضراتِ ذی وقار! مکّہ مکرّمہ کی تعظیم، تکریم اور اس کی حرمت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اس کی حُدود (حرم) میں خون بہانا تو درکِنار، درخت تک کاٹنے کی اجازت نہیں، حضرت سیّدنا ابو شُرَیح عدوی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنْ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ، أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَماً،

(١) پ٤، آل عمران: ٩٧.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۹۷، صـ۱۱۲۔

(٣) پ٢١، العنکبوت: ٦٧.

وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَراً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ الله ﷺ فِيهَا، فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا اليَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ!»[1].

"یقیناً اللہ تعالی نے مکّہ کو حرم قرار دیا ہے، اور اسے لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا، لہذا جو کوئی اللہ تعالی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے مکّہ میں خون بہانا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کے لیے مکّہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے، اگر کوئی شخص مکّہ میں (فتح مکہ کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کے قِتال کو اپنے لیے حُجّت بنائے، تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مکّہ میں قتال کی اجازت دی تھی، تمہیں اجازت نہیں دی، اور مجھے (یعنی رسول اللہ کو) بھی دن کی صرف ایک ساعت (گھڑی) کے لیے اجازت دی تھی، اور آج اس شہر مکّہ کی حرمت کل کی طرح پھر سے لَوٹ آئی ہے، اور چاہیے کہ جو (یہاں) موجود ہے، وہ غائب (یعنی غیر موجود لوگوں) تک یہ حدیث پہنچادے!"۔

روزِ اوّل سے تاقیامت حُرمت والا شہر

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ، يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[2] "یقیناً اللہ تعالی نے اس شہر (مکّہ

(١) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٢٩٥، صـ٧٢٧.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الحجّ، باب تحريم ...إلخ، ر: ٣٣٠٢، صـ٥٧٠.

مکرّمہ) کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ہی سے حُرمت والا بنا دیا تھا، لہذا حُرمتِ الٰہی کی وجہ سے یہ شہر قیامت تک حُرمت والا ہی رہے گا!"۔

مکّہ مکرّمہ سے رسول اللہ ﷺ کا اُنس ولگاؤ

جانِ برادر! رسولِ اکرم ﷺ کو مکّہ مکرّمہ سے بے پناہ محبت، اُنس اور لگاؤ تھا، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں، کہ سرورِ کونین ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے وقت، مکّہ مکرّمہ سے مخاطِب ہو کر فرمایا: «مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ! وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ، مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ!»(۱) "اے شہرِ مکہ! تُو کتنا پاکیزہ شہر اور مجھے کتنا محبوب ہے! اگر میری قوم مجھے یہاں سے جانے پر مجبور نہ کرتی، تو میں تیرے سوا کہیں اَور سکونت اختیار نہ کرتا!"۔

بخشش ومغفرت کا ذریعہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مسلمانوں کا قبلہ "بیت اللہ شریف" مکّہ مکرّمہ میں ہے، ساری دنیا کے مسلمان اس کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتے ہیں، اور حج وعمرہ کے موقع پر جی بھر کر اس کی زیارت اور خوب طواف کرتے ہیں، اللہ ربّ العزت کے اس پاکیزہ اور مقدّس گھر کا طواف بڑی برکتوں، رحمتوں اور بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ طَافَ بِالبَيْتِ خَمْسِينَ مَرَّةً، خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»(۲) "جس نے پچاس ۵۰ بار خانۂ کعبہ کا طواف کیا،

---

(۱) "سنن الترمذي" [باب] في فضل مكّة، ر: ۳۹۲٦، صـ۸۸۳.

(۲) المرجع نفسه، باب ما جاء في فضل الطواف، ر: ۸٦٦، صـ۲۱٤.

وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوگیا جیسے وہ اپنی ماں سے آج ہی پیدا ہوا ہو"۔

حجرِ اَسود... قیامت کے روز شفاعت کرنے والا جنّتی پتھر

میرے محترم بھائیو! مکّہ مکرّمہ کی فضلیت کی ایک وجہ "حجرِ اَسود" بھی ہے، یہ جنّت سے لایا گیا وہ مبارک پتھر ہے، جو بروزِ قیامت مسلمانوں کی شفاعت کرے گا، اور ان کے حق میں گواہی دے گا، حضرت سیّدہ طیّبہ طاہرہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَشْهِدُوا هَذَا الْحَجَرَ خَيْراً؛ فَإِنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، لَهُ لِسَانٌ وَشَفَتَانِ، يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ»[1] "اس پتھر (حجرِ اَسود) کو خیر پر گواہ بنالو؛ کیونکہ یہ قیامت کے روز شَفاعت کرنے والا ہے، اور اس کی شَفاعت قبول بھی ہوگی، اس کی ایک زبان اور دو ۲ ہونٹ ہیں، یہ ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا اِستِلام کیا ہوگا!"۔

ایک لاکھ نمازوں کا ثواب

مکّہ مکرّمہ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ یہاں کی مسجدِ حرام میں ادا کی گئی ایک نماز کے بدلے میں، ایک لاکھ نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِئَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ»[2] "مسجدِ حرام میں ایک نماز (کا ثواب) ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے"۔

---

(١) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه إسماعيل، ر: ٢٩٧١، ٢/ ١٨٨.

(٢) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في الصلاة في ...إلخ، ر: ١٤١٣، صـ٢٣٨.

حرم شریف سے نکالنے پر عذاب کی وعید

عزیزانِ محترم! جہاں مکّہ مکرّمہ اور حرمِ مکّی کی شان وعظمت سے متعلّق، قرآن وحدیث میں متعدّد فضائل آئے ہیں، وہیں اس میں رہنے والے مقامی وغیر مقامی باشندوں کو، ڈرانے دھمکانے یا انہیں مَصائب واذیت میں مبتلا کرنے والوں کے لیے، دردناک عذاب کی وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ﰳالْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِؕ وَ مَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴾[1] "یقیناً وہ جنہوں نے کفر کیا، اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرّر کیا، کہ اس میں ایک جیسا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا، اور جو اُس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک یہاں (اس آیتِ مبارکہ میں) مسجدِ حرام سے مکّہ مکرّمہ یعنی جمیع حرم مُراد ہے، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لیے یکساں ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کو حق ہے، بجبر اس سے کوئی کسی کو نکالے نہیں"[2]۔

---

(۱) پ۱۷، الحج: ۲۵.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۲۵، صـ۶۰۱۔

مدینہ منوّرہ کی فضیلت

برادرانِ اسلام! مدینہ منوّرہ کا پرانا نام یثرب تھا، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی قدم بوسی کے صدقے، یہ یثرب سے مدینہ منوّرہ بنا، مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کے بعد حضور نبئ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی شہر مدینہ کو تبلیغِ اسلام کا مرکز بنایا، اور مستقل طَور پر یہیں سکونت اختیار فرمائی، یہی وہ پاک سرزمین ہے جہاں دینِ اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوئی، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دائرۂ سلطنت کئی لاکھ مربع میل تک پھیل گیا، اسی مبارک شہر سے وہ اسلامی لشکر روانہ کیے گئے، جنہوں نے قیصر وکسری جیسی سپر پاوَرز (Super Powers) کو اپنے پیروں تلے رَوندا، یہی وہ شہرِ نبی ہے جس کی زیارت کے لیے عاشقانِ رسول، دن رات تڑپتے اور سرد آہیں بھرتے ہیں، یہی وہ مبارک جگہ ہے جس کی خاک بھی شفا کا باعث ہے، اسی مقدّس سرزمین میں جنّت البقیع کا وہ مشہور ومعروف قبرستان ہے، جس میں اہلِ بیت اَطہار اور صحابۂ کرام مدفون ہیں، جبکہ اس میں دفن ہونا ہر مسلمان کے لیے کسی شرف وسعادت سے کم نہیں۔

بخشش ومغفرت کا سبب

عزیزانِ مَن! مدینہ منوّرہ کی اَفضیلت کا سب سے بڑا سبب، رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک ہے، جن کی بارگاہ میں حاضری بخشش ومغفرت کا سب سے اہم ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾[1] "اگر وہ جب

(١) پ٥، النساء: ٦٤.

اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کریں، اے حبیب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں! پھر خدا سے مغفرت مانگیں، اور ان کے لیے رسول بھی مغفرت چاہے، تو یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوب تَوبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے!"۔

شفاعت کا باعث

حضراتِ محترم! مدینہ منوّرہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مزارِ پُرانوار ہے، جس کی زیارت بروزِ قیامت شَفاعت کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي»[1] "جس نے میری قبر کی زیارت کی، میری شَفاعت اس کے لیے واجب ہوگئی"۔

رُوئے زمین پر سب سے افضل مقام

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر مبارک میں جو حصۂ زمین، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسمِ اقدس سے مَس ہو رہا ہے، وہ حصہ رُوئے زمین کی ہر چیز حتی کہ کعبۃ اللہ شریف، بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ امام علاؤ الدین حصکفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "وہ مکان (قبرِ انور) جس نے حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسمِ اقدس کو ڈھانپ رکھا ہے، وہ مقامِ عالی شان، کعبۃ اللہ شریف، عرشِ معُلّی اور کرسی سے بھی مطلقاً افضل ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبرِ انور کی زیارت مستحب عمل ہے، بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صاحبِ استطاعت پر واجب ہے"[2]۔

---

(١) "سنن الدارقُطني" كتاب الحجّ، باب المواقيت، ر: ٢٦٦٩، ٢/ ٣٥١.

(٢) "الدرّ المختار" كتاب الحجّ، باب الهَدْي، ٧/ ٤٧٧، ٤٧٨.

علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس قطعۂ زمین میں حضور نبیٔ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا جسمِ اقدس موجود ہے، وہ تمام رُوئے زمین سے افضل ہے، اسی پر اِجماعِ اُمّت ہے"[1]۔

حرمت اور امن والی جگہ

حضراتِ گرامی قدر! مکّہ مکرّمہ کی طرح مدینہ طیّبہ میں بھی حُدودِ حرم ہے، جس میں کسی جانور کا شکار کرنا، یا درخت وغیرہ کاٹنا منع ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ»[2] "حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکّہ مکرّمہ کو حرم بنایا، اور اس کے لیے دعا بھی کی، اور میں نے مدینہ منوّرہ کو حرم بنایا، جیسے حضرت ابراہیم نے مکّہ مکرّمہ کو حرم بنایا"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا یسیر بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضرت سہل بن حنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کہ کیا آپ نے مدینہ منوّرہ سے متعلّق رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو کچھ فرماتے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا: «إِنَّهَا حَرَامٌ آمِنٌ! إِنَّهَا حَرَامٌ آمِنٌ!»[3] "یقیناً مدینہ حرمت واَمن والی جگہ ہے! یقیناً مدینہ حرمت واَمن والی جگہ ہے!"۔

(١) "ردّ المحتار" باب الهدي، مطلب في تفضيل قبره صلّى الله تعالى عليه وسلّم، ٧/ ٤٧٧.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب البُيوع، ر: ٢١٢٩، صـ٣٤٢.

(٣) "المعجم الكبير" يسير بن عَمرو عن سهل بن حنيف، ر: ٥٦١٠، ٦/ ٩٢.

مدینہ منوّرہ کے لیے دُگنی برکت کی دعا

جانِ برادر! مدینہ منوّرہ کے متعدّد فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ حضور نبئ کریم ﷺ نے اپنے اس محبوب ترین شہر کے لیے، مکّہ مکرّمہ کی نسبت دُگنی برکت کی دعا فرمائی، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ»[1] "اے اللہ! جتنی برکت مکّہ میں رکھی ہے، مدینہ منوّرہ کو اس سے دُگنی برکت عطا فرما!"۔

پچاس ہزار نمازوں کا ثواب

میرے محترم بھائیو! مدینہ منوّرہ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ یہاں ادا کی گئی ایک نماز کے بدلے میں، پچاس ہزار نمازوں کا اجر وثواب دیا جاتا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُجَمَّعُ فِيهِ بِخَمْسِمِئَةِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ»[2] "کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا، ایک ہی نماز کے برابر (ثواب) ہے، اور اپنے قبائل (یا محلے) کی مسجد میں نماز کا ثواب پچیس ۲۵ نمازوں کے برابر ہے، اور جامع مسجد میں

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل المدينة، باب، ر: ۱۸۸۵، صـ۳۰۳.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في الصلاة في ...إلخ، ر: ۱٤۱۳، صـ۲۳۸.

نماز ادا کرنا پانچ سو ۵۰۰ نمازوں کے برابر ہے، نیز مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد (نبوی) میں نماز کا ثواب، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے"۔

جنّت کی کیاری

حضراتِ گرامی قدر! روضۂ نبی سے بالکل متّصل "ریاض الجنّہ" (یعنی جنّت کی کیاری) ہے، اس بارے میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»[1] "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنّت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے، اور میرا منبر میرے حوضِ کوثر پر ہے"۔

مدینہ منوّرہ میں موت کی فضیلت

میرے محترم بھائیو! مدینہ منوّرہ میں مرنا بھی بڑے شرف اور سعادت کی بات ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا؛ فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا!»[2] "جس سے ہو سکے کہ مدینے میں مرے تو وہ مدینے ہی میں مرے؛ کہ جو مدینے میں مرے گا میں اُس کی شَفاعت فرماؤں گا!"۔

دینِ اسلام کا مدینہ منوّرہ میں سمٹنا

میرے عزیز دوستو! ابتدائے اسلام میں جس طرح دینِ اسلام کے ماننے والے

---

(١) "صحيح البخاري" باب فضل ما بين القبر والمنبر، ر: ١١٩٦، صـ١٩٠.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل المدينة، ر: ٣٩١٧، صـ٨٨١، ٨٨٢.

صرف مدینہ منوّرہ تک محدود تھے، قُربِ قیامت میں بھی اسی طرح ہو گا، اور دینِ اسلام کے ماننے والے دجّال اور مختلف فتنوں سے بچنے کے لیے مدینہ منوّرہ تک محدود ہو جائیں گے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى المَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا»(۱) "یقیناً ایمان مدینہ منوّرہ میں سکڑ کر ایسے پناہ لے گا، جیسے سانپ اپنے بل میں (سکڑ کر اور اکٹھا ہو کر) پناہ لیتا ہے"۔

فتنۂ دجّال، طاعون سے حفاظت اور مُحافظ فرشتے

مدینہ منوّرہ کی حفاظت پر فرشتے مامور ہیں، لہذا اہلِ مدینہ فتنۂ دجّال اور طاعون جیسے مُوذِی مرض سے ہمیشہ محفوظ رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «المَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ المَلاَئِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللهُ!»(۲) "دجّال مدینہ طیّبہ کے پاس آئے گا، اور فرشتوں کو اس کی حفاظت پر مامور پائے گا، تو اِن شاء اللہ نہ دجّال اس میں آسکتا ہے اور نہ ہی طاعون!"۔

سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدینہ منوّرہ سے محبت

عزیزانِ محترم! سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حرمین شریفین اور بالخصوص مدینہ طیّبہ بہت محبوب ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دعا کی: «اللّٰهُمَّ! حَبِّبْ إِلَيْنَا المْدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ

---

(١) "صحيح البخاري" [كتاب] فضائل المدينة، ر: ١٨٧٦، صـ٣٠٢.

(٢) المرجع نفسه، باب: لا يدخل الدجّال المدينة، ر: ٧١٣٤، صـ١٢٢٨.

مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ»[۱] "اے اللہ! مدینہ منوّرہ کو ہمارا محبوب بنا دے، جیسے ہم کو مکّہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ"۔

مدینہ منوّرہ میں پہنچنے والی مصیبت وپریشانی پر صبر کرنے کی فضیلت

مدینہ منوّرہ میں پہنچنے والی مصیبت وپریشانی پر صبر کرنے والے کو، رسولِ اکرم ﷺ کی شَفاعت نصیب ہوگی، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَاءِ الْمدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي، إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أو شهيداً»[۲] "مدینہ منوّرہ کی تکلیف وشدّت پر، میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا"۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرنے والوں کا انجام

حضراتِ ذی وقار! مدینہ منوّرہ کے باشندوں کو تکلیف دینا، یا ان کے ساتھ کوئی مکر وفریب کرنا، اپنی دنیا وآخرت تباہ کرنے کے مترادِف ہے، حضرت سیّدنا سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ، إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ»[۳] "جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الحجّ، ر: ۳۳۴۲، صـ۵۷۸.

(۲) المرجع نفسه، باب الترغيب في السُكنى ...إلخ، ر: ۳۳۴۷، صـ۵۷۹.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب فضائل المدينة، ر: ۱۸۷۷، صـ۳۰۲.

اہلِ مدینہ کو اَذیت دینے والوں پر اللہ ورسول کی لعنت

اہلِ مدینہ پر ظلم کرنے، انہیں اَذیت دینے اور انہیں ڈرانے دھمکانے والے پر اللہ ورسول اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللَّهُمَّ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَأَخَافَهُمْ، فَأَخِفْهُمْ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً»[1] "اے اللہ! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے، تُو اسے خوفزدہ کردے، اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو! اللہ تعالی اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ کوئی نفل"۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری کے چند آداب

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دنیا بھر سے ہر سال لاکھوں عاشقانِ رسول حج وعمرہ کی سعادت سے پہلے یا بعد، مدینہ منوّرہ آکر، بارگاہِ رسالت میں حاضری دیتے ہیں، یہ بڑی اچھی اور سعادت کی بات ہے، لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب سے ناواقف ہوتے ہیں، اس بِنا پر کہیں دھکم پیل کے مَناظر بھی دیکھنے میں آتے ہیں، کہیں سیلفی (Selfie) کے چکر میں دربارِ مصطفی کو پیٹھ کرتے دِکھائی دیتے ہیں، کوئی سیکیورٹی والوں (Security Persons) سے آنکھ بچاکر سنہری جالیوں کو بوسہ دے رہا ہوتا ہے، تو کوئی اپنی تسبیح کو جالی مبارک سے مَس کر رہا ہوتا ہے، ایسے تمام اُمور بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب کے مُنافی ہیں، اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں لاعلمی میں ہمارے گذشتہ

---

(١) "المعجم الكبير" السائب بن خلاد بن سوَيد... إلخ، ر: ٦٦٣٦، ٧/ ١٤٤.

سارے اَعمال ضائع نہ ہو جائیں، لہٰذا بارگاہِ مصطفی کے آداب سے آگاہی نہایت ضروری اَمر ہے۔ "حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، تو ایسے اِنہماک سے مؤدّب کھڑے ہوتے، کہ دیکھنے والوں کو شُبہ ہوتا کہ شاید وہ نماز پڑھ رہے ہیں"[1]۔

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالٰی آدابِ زیارت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے، یا ہاتھ لگانے سے بچو! کہ یہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ۴ ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ! یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے، کہ تم کو اپنے حضور بُلایا! اور اپنے مُواجہہ اقدس میں جگہ بخشی! ان کی نگاہِ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی، اَب خصوصیت اور اِس درجہ قُرب کے ساتھ ہے!"[2] ع

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو![3]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "بہارِ شریعت" میں حاضری کے آداب بیان فرمائے ہیں، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) "جب درِ مسجد (نبوی) پر حاضر ہو، صلاۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو،

---

(۱) انظر: "الشِّفا" فصل في حكم زيارة قبره صلى الله تعالى عليه وسلم، الجزء۲، صـ۵۵.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحج، باب الجنایات، رسالہ "انور البِشارۃ" ۸/۷۰۲۔

(۳) "حدائقِ بخشش" "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، حصّہ اوّل، صـ۱۲۷۔

جیسے سرکار ﷺ سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر، ہمہ تن ادب ہوکر داخل ہو۔

(۲) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے! آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیالِ غیر سے پاک کرو، مسجدِ اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۳) اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام کلام ضرور ہو، تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو! پھر بھی دل سرکار ﷺ ہی کی طرف ہو۔

(۴) ہرگز ہرگز مسجدِ اقدس میں کوئی حرف چِلّا کر نہ نکلے۔

(۵) یقین جانو کہ حضورِ اقدس ﷺ سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں، جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، اُن کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت، صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، اُن کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چُھپ جانا ہے"[1]۔

(۶) "اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے کانپتے، گناہوں کی نَدامت سے پسینہ پسینہ ہوتے، حضور پُرنور ﷺ کے عفو و کرم کی امید رکھتے، حضورِ والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مُواجہہ عالیہ میں حاضر ہو، کہ حضور ﷺ مزارِ انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہوگے تو حضور ﷺ کی نگاہِ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی، اور یہ بات تمہارے لیے

---

(۱) "بہارِ شریعت" حج کا بیان، فضائل مدینہ طیّبہ، حصّہ ششم ۶، ۱/۱۲۲۳۔

دونوں جہاں میں کافی ہے، والحمد للہ"[1]۔

(۷) "اب کمال ادب و ہیبت و خوف و اُمید کے ساتھ، ...کم از کم چار ۴ ہاتھ کے فاصلہ سے، قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو منہ کر کے، نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو"[2]۔

(۸) "نہایت ادب وو قار کے ساتھ، ... معتدِل آواز سے، نہ بلند و سخت (کہ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں)، نہ نہایت نرم و پست (کہ سنّت کے خلاف ہے، اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں) تسلیم بجالاؤ (یعنی سلام عرض کرو)"[3]۔

(۹) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو، اور حتَّی الاِمکان نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

(۱۰) "روضۂ انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو؛ (کہ) رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے"[4]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حرمین شریفین کا ادب واحترام کی توفیق عطا فرما، حج بیت اللہ کی سعادت عطا فرما، بارگاہِ رسالت میں باادب حاضری کا شرف عنایت فرما،

---

(۱) اَیضًا، صـ۱۲۲۴۔

(۲) اَیضًا، صـ۱۲۲۴، ۱۲۲۵۔

(۳) اَیضًا، صـ۱۲۲۵۔

(۴) اَیضًا، صـ۱۲۲۸۔

مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کے صدقے حضور اکرم ﷺ کی شَفاعت کا حقدار بنا، حرمین شریفین کی ظاہری وباطنی برکتوں رحمتوں سے وافر حصہ عطا فرما، حرمِ مکّی اور حرمِ مدنی کا لحاظ، اور حاضری کے اَحکام کی پاسداری کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سیکھنے کی توفیق عنایت فرما، دربارِ مصطفی پر فوٹوسیشن (Photo Session) کرکے اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے سے محفوظ فرما، شور شرابہ اور دھکم پیل کرکے بے ادبی کے اِرتکاب سے بچا، آمین یاربّ العالمین!۔

مؤمن کی پہچان

(جمعۃ المبارک ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - ۲۲/۰۷/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

بندۂ مؤمن کو کیسا ہونا چاہیے؟

برادرانِ اسلام! ہر وہ شخص جو صاحبِ ایمان ہو، اور اپنی زندگی قرآن وسنّت کے اَحکام کے مُطابق گزارے، خلوصِ دل سے اللہ تعالی کی عبادت کرے، زیادہ مال ودَولت کی طمع ولالچ نہ کرے، تھوڑی سی متاع پر قناعت اختیار کرے، عاجزی، انکساری اور میانہ رَوِی اختیار کرے، عبادت، رِیاضت اور نوافل کی کثرت کرے، اپنے گزشتہ گناہوں پر نادِم رہے، اللہ ربّ العالمین کے حضور ہر گھڑی سچی توبہ کرے، دنیاوی مال ودَولت اور نفسانی خواہشات پر اپنی آخرت کو ترجیح دے، جاہلوں سے نہ اُلجھے، فضول خرچی واِسراف سے پرہیز کرے، شرک، قتلِ ناحق اور بدکاری سے بچے، وہ بندۂ مؤمن ہے!۔

بندۂ مؤمن کو کیسا ہونا چاہیے؟ اور اسے کون کونسی صفات کا حامل ہونا چاہیے؟ اللہ رب العالمین نے سورۂ فرقان میں اس اَمر کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے، لہذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی نصیب ہو، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنّت کے بالاخانوں اور محلّات میں رہے، اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو ان خوبیوں سے مزیّن کرنے کی بھرپور کوشش کرے، اللہ تعالی ایسے مؤمن کی پہچان اور اس میں پائی جانے والی صفات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝۶۳ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ۝۶۴ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝۶۵ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝۶۶ وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝۶۷ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۝۶۸ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۝۶۹ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۷۰ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝۷۱ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ۝۷۳ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾[1].

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۶۳-۷۴.

"رحمٰن کے وہ بندے کہ (۱) زمین پر آہستہ چلتے ہیں، (۲) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں: بس سلام! (۳) اور وہ جو اپنے ربّ کے لیے سجدے اور قیام میں رات کاٹتے ہیں، (۴) اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب! یقیناً اس کا عذاب گلے کا پھندہ ہے، یقیناً وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے، (۵) اور وہ جو خرچ کرتے ہیں، نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں، اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں، (۶) اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے، (۷) اور اس جان کو ناحق نہیں مارتے جس کی اللہ نے حرمت رکھی، (۸) اور بدکاری نہیں کرتے، اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا، اُس پر قیامت کے دن عذاب بڑھایا جائے گا، اور ہمیشہ اس ذِلّت میں رہے گا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے، تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے، تو وہ اللہ کی طرف رُجوع لایا جیسی چاہیے تھی، (۹) اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے، (۱۰) اور جب بے ہودہ (اَمر) پر گزرتے ہیں، اپنی عزّت سنبھالے گزر جاتے ہیں، (۱۱) اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں، تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے، (۱۲) اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے، (۱۳) اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا"۔

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ میں بندۂ مؤمن کی پہچان کے لیے، جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے، اُن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)سکون واطمینان اور پُروقار طریقے سے چلنا

عزیزانِ محترم! بندۂ مؤمن کی ایک صفت وپہچان یہ ہے، کہ وہ زمین پر سکون واطمینان اور پُروقار طریقے سے چلتا ہے، اپنی چال میں عاجزی کا مُظاہرہ کرتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾(۱) "رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں"۔ یعنی "اطمینان ووقار کے ساتھ مُتواضعانہ شان سے، نہ کہ تکبّرانہ طریقے پر جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے اِتراتے، کہ یہ متکبرین کی شان ہے، اور شرع نے اس کومنع فرمایا ہے"(۲)۔

زمین پر اَکڑ کر چلنے کی مُمانعت

حضراتِ گرامی قدر! تکبّر ایک انتہائی بُری روِش اور مذموم صفت ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں تکبّر کرنے، اور زمین پر اَکڑ کر چلنے سے منع کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾(۳) "زمین پر (تکبّر وخود نُمائی سے) اِتراتا نہ چل، یقیناً تُو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا، اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا"۔

عاجزی واِنکساری اختیار کرنے کا حکم

عزیزانِ مَن! اللہ ربّ العالمین کو عاجزی واِنکساری پسند ہے، اور ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ٦٣.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ٦٣، صـ٦٥٧۔

(۳) پ١٥، بني إسرائيل: ٣٧.

فرمایا: «إِنَّ اللهَ أَوْحٰی إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِيْ أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ»[1] "یقیناً اللہ تعالی نے مجھے وحی فرمائی، کہ تم سب تواضُع اختیار کرو، ایک دوسرے پر کوئی فخر نہ کرے، اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے"۔

(۲) جاہلوں سے دُوری اختیار کرنا

حضراتِ ذی وقار! مؤمن لوگوں کی ایک پہچان یہ بھی ہے، کہ وہ شَر انگیزی سے بچتے ہیں، اپنی زبان یا ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، اِفتراق واِنتشار کا راستہ اپنانے، اور جاہلوں سے لا حاصل بحث و تکرار کرنے سے بچتے ہیں، اگر سرِراہ کہیں ان سے سامنا ہو جائے، اور وہ کوئی ناگوار بات کہہ دیں، تو باہم اُلجھنے کے بجائے درگزر سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾[2] "اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں (اور کوئی ناگوار کلمہ یا خلافِ ادب بات کہتے ہیں) تو کہتے ہیں: بس سلام!"۔

صدرالاَفاضل سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "یہ سلامِ مُتارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مُجادَلہ کرنے (جھگڑنے) سے دُور رہتے ہیں، یا یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو دُرست ہو، اور اس میں اِیذاء اور گناہ سے سالم رہیں"[3]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة ...، ر: ۷۲۱۰، صـ۱۲٤۲.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ٦۳.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۶۳، صـ۶۵۷۔

(۳) شب بیداری اور نوافل کی کثرت کرنا

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! اللہ ربّ العالمین کو اپنے مؤمن بندوں کا رات میں جاگ کر عبادت وریاضت کرنا، اور نوافل ادا کرنا بے حد محبوب ہے، اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو اس کے مقبول بندوں کی پہچان ہے، اللہ تعالی نے قرآنِ کریم میں اپنے اُن بندوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا﴾[1] "وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے ربّ کے لیے سجدے اور قیام میں"۔

صدر الاَفاضل سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(رب تعالی کے لیے رات کاٹنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو) نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہیں، اور رات اپنے ربّ کی عبادت میں گزارتے ہیں، اور اللہ تبارک وتعالی اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، فَقَدْ بَاتَ لله سَاجِداً وَ قَائِماً»[2] "جس کسی نے بعد نمازِ عشاء دو ۲ رکعت یا اس سے زیادہ نفل پڑھے، وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے"[3]۔

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ٦٤.

(۲) انظر: "تفسير البَغَوي" پ۱۹، الفرقان، تحت الآية: ٦٤، ۳/ ۳۷۵.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۶۴، ص۶۷۵۔

حضور ﷺ کا طویل قیام اللیل

حضرت سیّدنا مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ» "نبئ کریم ﷺ رات بھر نماز میں کھڑے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک پر وَرَم آگیا"۔ جب حضور سرورِ کونین ﷺ سے اتنی زیادہ مشقّت اُٹھانے کا سبب دریافت کیا گیا، تو سرورِ کشورِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَفَلَا أَكُونَ عَبْداً شَكُوراً؟»[1] "کیا میں (اپنے ربّ کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں؟!"۔

کثرتِ نوافل کی ترغیب

میرے محترم بھائیو! حدیثِ پاک میں رحمتِ عالمیان ﷺ نے کثرت سے نوافل کی ادائیگی کی ترغیب دی ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: «عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لله؛ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لله سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً»[2] "کثرتِ سجود (یعنی کثرتِ نوافل) کو اپنے آپ پر لازم کرلو؛ کیونکہ جب تم اللہ تعالی کو ایک سجدہ کرتے ہو، تو اس کی برکت سے اللہ تعالی تمہارا ایک درجہ بلند فرماتا ہے، اور تمہاری ایک خطا مٹا دیتا ہے"۔

قُربِ الٰہی پانے کا طریقہ

حدیثِ قُدسی میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: «وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٨٣٦، صـ٨٥٦.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الصلاة، ر: ١٠٩٣، صـ٢٠٢.

أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ»[۱].

"میرا بندہ جس چیز کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے، اس میں سے فرض زیادہ محبوب ہے، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے بھی میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو اسے ضرور ضرور دُوں گا، اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو اسے ضرور پناہ دُوں گا"۔ یعنی اس کے ہر کام ہر مُعاملے میں اللہ کی مدد اور توفیق شامل رہتی ہے۔

(۴) عذابِ جہنّم سے پناہ کی دعا مانگنا

جانِ برادر! اللہ تعالی کے متقی و پرہیز گار بندے سخت عبادت وریاضت کے باوجود خوفِ خدا رکھتے ہیں، عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں، اور اس سے پناہ کی دعا مانگتے رہتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا﴾[۲] "وہ جو عرض

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، ر: ٦٥٠٢، صـ١١٢٧.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ٦٥، ٦٦.

کرتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب، یقیناً اس کا عذاب گلے کا پھندہ ہے، یقیناً وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے"۔

(۵) میانہ رَوِی اختیار کرنا

عزیزانِ مَن! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کے پیارے بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب خرچ کرتے ہیں، تو اِسراف اور کنجوسی نہیں کرتے، میانہ رَوِی سے کام لیتے ہیں، اور حدِّ اعتدال سے نہیں گزرتے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾[1] "وہ جو خرچ کرتے ہیں، نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں، اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں"۔

حدیثِ پاک میں بھی میانہ رَوِی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ایک مقام پر حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَه، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا»[2] "یقیناً دینِ اسلام آسان ہے، اور جو بھی اِس دین میں سختی کرے گا دِین ہی اُس پر غالب آئے گا، اس لیے میانہ رَوِی اختیار کرو، اور ایک دوسرے کے قریب رہو، اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے والی اچھی باتیں بتاتے رہو"۔

(٦) شرک سے اِجتناب کرنا

حضراتِ محترم! شرک ایک ایسا کبیرہ گناہ ہے، جس کا اِرتکاب کرنے والا

---

(١) پ١٩، الفرقان: ٦٧.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدين يُسرٌ، ر: ٣٩، صـ١٠.

ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں رہے گا، ہاں اگر وہ موت سے پہلے پہلے سچے دل سے توبہ کرلے، تو اللہ تعالی ضرور مُعاف فرمانے والا مہربان ہے! لہذا اس سے اجتناب برتنا ہر سچے مؤمن کی علامت، پہچان اور صفت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾[1] "وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے"۔

مُشرک کا ابدی ٹھکانہ

جو شخص (معاذ اللہ) اس گناہ کا ارتکاب کرے اس پر جنّت حرام ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنّم کی آگ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾[2] "یقیناً جو اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں"۔

شرک سے بچنے کی تاکید

احادیثِ مبارکہ میں بھی شرک سے بچنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابو دَرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئاً، وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ»[3] "اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، اگرچہ ٹکڑے کر دیے جاؤ، اگرچہ جلا دیے جاؤ"۔

---

(١) پ١٩، الفرقان: ٦٨.

(٢) پ٦، المائدة: ٧٢.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، باب الصبر ...إلخ، ر: ٤٠٣٤، صـ٦٨٦.

حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہما، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تین ۳ بار ارشاد فرمایا: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟» "کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ کیوں نہیں! نبئ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الإِشْرَاكُ بِالله، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ»[1] "(وہ کبیرہ گناہ: کسی کو) اللہ کا شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں"۔

(۷) قتلِ ناحق سے بچنا

حضراتِ گرامی قدر! کسی مسلمان کا ناحق قتل گناہِ کبیرہ ہے، اللہ تعالی نے قرآنِ کریم میں اس کی سختی سے مُمانعت فرمائی ہے، جو مسلمان اس گناہ سے اپنے دامن کو بچائے رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالی کے پسندیدہ بندے ہیں، ان کی یہ صفت بیان کرتے ہوئے ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾[2] "جس کی اللہ نے حرمت رکھی اس جان کو ناحق نہیں مارتے"۔

کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنے کی سزا

کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا طویل عرصہ تک عذابِ جہنّم کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا﴾[3] "جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے، اس کی سزا جہنّم میں مدّتوں رہنا ہے"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الشهادات، ر: ٢٦٥٤، صـ٤٣٠.

(٢) پ١٩، الفرقان: ٦٨.

(٣) پ٥، النساء: ٩٣.

کسی مؤمن کا ناحق قتل، ساری دنیا کا مال ومتاع زائل ہونے سے بھی بڑھ کر ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبئ مکرّم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ»[1] "اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کا قتل، دنیا بھر کے زوال سے بڑھ کر ہے!"۔

(۸) زِنا اور بدکاری سے بچنا

میرے محترم بھائیو! اچھے مؤمن کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ وہ حلال وحرام کی تمیز رکھتا ہے، اور زِنا وبدکاری جیسے قبیح گناہوں سے بھی بچا رہتا ہے، اللہ تعالی اپنے انہی بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَزْنُونَ﴾[2] "وہ بدکاری نہیں کرتے"۔

بدکاری سے بچنے کا حکم

اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ مجید میں متعدّد مقامات پر زِنا اور بدکاری سے بچنے کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[3] "بدکاری کے پاس مت جاؤ! یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"۔

بدکاری کی سزا

جو لوگ بدکاری کرکے حکمِ الٰہی کی نافرمانی، اور اللہ جَلَّ جَلالُہ کی مقرّر کردہ حُدود کو پامال کرتے ہیں، ان کے لیے بروزِ قیامت سخت ذِلّت ورُسوائی اور دردناک عذاب

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الديّات، ر: ۱۳۹۵، صـ۳۳۸.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ٦٨.

(۳) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳۲.

ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۟ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾[1] "جو یہ کام کرے سزا پائے گا، اُس پر قیامت کے دن عذاب بڑھایا جائے گا، اور وہ ہمیشہ اس میں ذِلّت سے رہے گا"۔

سینے سے نورِ ایمان کا نکلنا

زِنا وبدکاری ایک ایسا غلیظ اور کبیرہ گناہ ہے، کہ انسان جس گھڑی اس فعلِ حرام کا اِرتکاب کرتا ہے، اس وقت اس کے سینے سے نورِ ایمان بھی خارج ہو جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ، كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ»[2] "جب آدمی زِنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان کا نُور نکل کر، اس پر مثل سائبان کے ہو جاتا ہے، جب اس فعلِ بد سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لَوٹ آتا ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ!»[3] "زانی جس وقت زِنا کرتا ہے، وہ مؤمن نہیں رہتا!"۔

توبہ کا دروازہ

البتہ جو شخص اپنے گناہ پر نادِم ہو، اور اللہ تعالی کے حضور سچی توبہ کرے، تو اس کے لیے بخشش، مغفرت اور توبہ کا دروازہ روزِ اَزل سے کُھلا ہے، ارشادِ باری تعالی

(۱) پ۱۹، الفرقان: ٦٨، ٦٩.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب السُنّة، ر: ٤٦٩٠، صـ٦٦٢.

(٣) "صحيح البخاري" كتابُ الحدود، ر: ٦٧٨٢، صـ١١٦٩.

ہے: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾[1] "مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے، تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالی بھلائیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے، تو وہ اللہ کی طرف رُجوع لایا جیسی چاہیے تھی"۔

بدکاری سے بچنے کی فضیلت

برادرانِ اسلام! احادیثِ مبارکہ میں بدکاری سے بچنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، جو شخص اپنے آپ کو بدکاری سے محفوظ رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کے لیے جنّت کی بِشارت ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ!»[2] "جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان)، اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت پر ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں!"۔

ایک اَور مقام پر نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَاشَبَابَ قُرَيْشٍ! احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، لَا تَزْنُوا، أَلَا مَنْ حَفِظَ اللهُ لَهُ فَرْجَهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ!»[3] "اے جوانانِ قریش! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زِنا مت کرو! اللہ تعالی جس کی شرمگاہ کو گناہ سے بچالے، وہ جنّت میں داخل ہوگا!"۔

---

(١) پ١٩، الفرقان: ٧٠، ٧١.

(٢) "صحيح البخاري" باب حفظ اللسان، ر: ٦٤٧٤، صـ١١٢٣.

(٣) "شُعب الإيمان" ٣٧- باب في تحريم ...إلخ، ر: ٥٣٦٩، ٤/ ١٨٨٥.

(۹) جھوٹی گواہی سے بچنا

حضراتِ ذی وقار! جھوٹی گواہی دینا گناہِ کبیرہ اور بہت بڑا جرم ہے، اللہ ربّ العزّت کے سچے اور نیک بندے اس مذموم فعل سے بھی بچتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾[1] "وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے"، "اور جھوٹوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، اور ان کے ساتھ مُخالَطت (میل جول) نہیں کرتے"[2]، انہیں اس کبیرہ گناہ سے بچنے، اور ایسوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے کے بدلے میں، جنّت میں بڑے بڑے محلّات عطا کیے جائیں گے، اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے!۔

جھوٹوں پر اللہ تعالی کی لعنت

اللہ تعالی جھوٹ بولنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا، قرآنِ کریم میں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾[3] "جھوٹوں پر اللہ تعالی کی لعنت"۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر

جھوٹی گواہی ایک ایسا کبیرہ گناہ ہے جسے شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا خُرَیم بن فاتک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نمازِ فجر ادا فرمائی، جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر تین ۳ بار ارشاد فرمایا: «عُدِلَتْ شَهَادَةُ

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۷۲.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۷۲، ص۶۵۸۔

(۳) پ۳، آل عمران: ۶۱.

الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللهِ» "جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے" پھر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَاءَ لِلهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾[1] "تو بتوں کی گندگی سے دُور ہو، اور جھوٹی بات سے بچو، ایک اللہ کے ہو کر کہ اس کا شریک کسی کو نہ کرو!"[2]۔

بڑی خِیانت

جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، امانت میں خِیانت کے مثل ہے، حضرت سیّدنا سفیان بن اُسَید حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثاً، هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ!»[3] "بڑی خِیانت کی بات یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو، جس پر وہ تمہیں سچا جان رہا ہو، مگر تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو!"۔

جھوٹ سے بچنے کی تاکید

اَحادیثِ مبارکہ میں متعدّد مقامات پر جھوٹ سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ! فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ۳۰، ۳۱.

(۲) "سنن أبي داود" كتاب القضاء، ر: ۳۵۹۹، صـ۵۱۷.

(۳) المرجع نفسه، كتاب الأدب، باب في المعاريض، ر: ٤٩٧١، صـ۷۰۰.

حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّاباً»[1] "جھوٹ سے بچو؛ کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف، اور بُرائی جہنّم کی طرف لے جاتی ہے، انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ میں کوشاں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ہاں بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔

حضرت سیّدنا امام نووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "علمائے کِرام نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ جھوٹ بُرائیوں کی طرف لے جاتا ہے، اور جھوٹ نیکی پر استقامت سے دُور کر دیتا ہے۔ اس حدیثِ پاک میں جھوٹ سے بچنے کی تاکید ہے، نیز یہ جو فرمایا کہ "بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے" اس سے مراد مخلوق میں اِس صفت سے ظاہر ہونا ہے، یا فرشتوں میں اِس صفت سے مشہور ہونا مراد ہے، یا پھر یہ مُراد ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس شخص سے نفرت ڈال دی جاتی ہے"[2]۔

جھوٹے کا انجام

حضراتِ محترم! جھوٹ بولنے والا شخص، سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، حضرت سیّدنا سمُرہ بن جُندب رضی اللہ تعالی عنہ ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَأَخَذَا بِيَدِيْ، فَأَخْرَجَانِيْ إِلَى أَرْضٍ مُسْتَوِيَةٍ أَوْ فضاءٍ، فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ جَالِسٍ، وَرَجُل قَائِم عَلَى رَأْسِه، وَبِيَدِه كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيدٍ يُدْخِلُهُ فِيْ شِدْقِهِ، فَيَشُقُّهُ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُه هٰذَا، فَيَعُوْدُ فِيْهِ فَيَصْنَعُ بِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ. قَالَ: قُلْتُ: مَا هَذَا؟ -إلَى أن قال-:

(١) "صحيح مسلم" كتاب البر والصّلة، ر: ٦٦٣٩، صـ١١٣٨.

(٢) "شرح صحيح مسلم" كتاب البِرّ والصِّلة والآداب، الجزء ١٦، صـ١٦٠.

أَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَأَيْتَ يُشَقُّ شِدْقُهُ، فَإِنَّه رَجُلٌ كَذَّابٌ يَتَحَدَّثُ بِالْكَذبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ»[۱].

"آج میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو ۲ آدمی حاضر ہوئے، اور میرا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے چلے، وہ مجھے ایک ہموار زمین یا فضا میں لے گئے، ہم وہاں بیٹھے ایک شخص کے پاس پہنچے، جبکہ ایک اَور شخص بھی اس کے سر پر کھڑا تھا، اُس کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ (Iron Rod) تھی، جس سے وہ اُس کے جبڑے کی ایک جانب سے اُسے چیرتا ہوا گُدّی تک لے جاتا، پھر وہ دوسری جانب چلا جاتا، تو اُس کے جبڑے کی دوسری طرف کو بھی چیرتا ہوا گُدّی تک کھینچ کر لے جاتا، وہ اُس سے فارغ ہی نہ ہوتا کہ پہلا حصہ ٹھیک ہو جاتا، پھر وہ اسی طرح کرتا رہتا۔ میں نے تعجّب سے "سبحان اللہ" کہتے ہوئے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس پر مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اور اس کا جھوٹ دنیا میں پھیلتا ہے"۔ یعنی اپنے جھوٹ کے ذریعے دنیا میں فساد پھیلاتا ہے۔

مذاق میں جھوٹ بولنے پر وعید

جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا تو درکنار، یہ ایک ایسا قبیح گناہ ہے جسے شریعتِ مطہّرہ نے مذاق میں بھی جائز نہیں رکھا، سرکارِ دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَيَكْذِبُ؛ لِيَضْحَكَ بِهِ الْقَوْمُ، وَيْلٌ لَهُ! وَيْلٌ لَهُ!»[۲] "اُس کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ

---

(۱) "شرح السُنّة" كتاب البيوع، باب وعيد ...إلخ، ر: ۲۰۵۳، ۵/ ۳۸، ۳۹.

(۲) "سُنن أبي داود" كتابُ الأدب، ر: ٤٩٩٠، صـ۷۰۲.

بولتا ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے! اُس کے لیے ہلاکت ہے!"۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں، اور جھوٹ سے کوسوں دُور بھاگیں!۔

(۱۰) بیہودہ اور لَغو اُمور سے پرہیز کرنا

حضراتِ گرامی قدر! بیہودہ اور لَغو اُمور اور فضول کاموں سے بچنا بھی مؤمن کی صفت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾[1] "جب بیہودہ (اَمر) پر گزرتے ہیں، اپنی عزّت سنبھالے گزر جاتے ہیں" یعنی "اپنے آپ کو لَہو اور باطل سے ملوَّث نہیں ہونے دیتے، اور ایسی مجالس سے دُور رہتے ہیں"[2]۔

لَغو اور فضول کاموں سے بچنے کی فضیلت

لہذا جس بات سے انسان کا کوئی تعلق نہ ہو، یا وہ لَہو و باطل پر مشتمل ہو، اُس میں خوامخواہ دخل اندازی ہرگز نہ کریں، کہ اس سے بچنے میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی اور عافیت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ۝۲ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾[3] "یقیناً ایمان والے مُراد کو پہنچے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، اور وہ جو کسی فضول بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے!"۔

سچے مؤمن کی پہچان

فُضول اور غیر متعلقہ باتوں سے بچنا، ایک اچھے اور سچے مؤمن کی پہچان ہے، حضرت سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۷۲.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۷۲، ص۶۵۸۔

(۳) پ۱۸، المؤمنون: ۱-۳.

نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ، تَرْكُه مَا لَا يَعْنِيهِ»[١] "اچھا مسلمان وہ ہے جو اپنے کام سے کام رکھے!"۔

(۱۱) خشوع وخضوع سے آیاتِ الٰہیہ کو سننا

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! کامیاب مسلمان وہی ہے جو خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور اَحکام کو بغور سنے، ان پر عمل کرے، اور انہیں ہرگز نظر انداز نہ کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾[٢] "وہ کہ جب انہیں ان کے ربّ کی آیتیں یاد دلائی جائیں، تو ان پر بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے"، "بلکہ بگوشِ ہوش سنتے، اور بچشمِ بصیرت دیکھتے ہیں اور اس سے نصیحت قبول کرتے ہیں، نفع اٹھاتے ہیں، اور ان آیتوں پر فرمانبردارانہ گرتے (یعنی عمل کرتے) ہیں"[٣]۔

(۱۲) نیک اہل وعِیال کے حُصول کے لیے دعا

عزیزانِ مَن! نیک بیوی بچوں کے حُصول کے لیے، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ میں دعا کرنا بھی صالحین کا طریقہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾[٤] "وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ٢٣١٨، صـ٥٣١.

(٢) پ١٩، الفرقان: ٧٣.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۷۳، صـ۶۵۸۔

(٤) پ١٩، الفرقان: ٧٤.

لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں جب بھی دستِ دعا بلند کریں، اپنے بیوی بچوں کے لیے خیر و بھلائی کی دعا ضرور کریں۔

(۱۳) پرہیزگاروں کا پیشوا بننے کی دعا

میرے پیارے بھائیو! متقی اور پرہیزگار لوگوں کی امامت و پیشوائی کے قابل بننے کی دعا کرنا بھی، اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا﴾[۱] "اے اللہ ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا"۔ مفسرینِ کرام اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار اور ایسا عابد اور خدا پرست بنا، کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں، اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتداء کریں"[۲]۔

بندۂ مؤمن کا اِنعام وجزا

حضراتِ گرامی قدر! گزشتہ سُطور میں سورۂ فرقان کے حوالے سے بیان کی گئی صفات اور خوبیوں سے جو لوگ متّصف ہوں گے، حقیقی معنی میں وہی بندگانِ خدا اور سچے مؤمن ہیں، بروزِ حشر ایسوں کو جنّتی محلّات اور اونچے بالاخانے بطورِ انعام وجزا عطا کیے جائیں گے، اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾[۳] "ان کو جنّت کا سب سے اونچا بالاخانہ اِنعام ملے گا، بدلہ ان

---

(۱) پ۱۹، الفرقان: ۷٤.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، سورۂ فرقان، زیرِ آیت: ۷۴، ص۶۵۹۔

(۳) پ۱۹، الفرقان: ۷۵، ۷٦.

کے صبر کا، اور وہاں دعاوآداب اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ ہے!"۔

اِصلاح کا جذبہ

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم بھی اللہ تعالی کے پسندیدہ و محبوب بندے بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں بھی اپنا تزکیۂ نفس کرنا ہوگا، اپنے ظاہر و باطن کی اِصلاح کرنی ہوگی، اپنی ذات میں حقیقی مؤمن بندوں جیسی صفات پیدا کرنی ہوں گی، غُرور وتکبّر اور زمین پر اَکڑ کر چلنے سے بچنا ہوگا، عاجزی اور تواضُع اختیار کرنا ہوگی، جاہلوں سے لاحاصل بحث وتکرار سے بچنا ہوگا، فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ شب بیداری اور نوافل کی کثرت کرنی ہوگی، عذابِ الٰہی سے پناہ مانگتے ہوئے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو ترک کرنا ہوگا، فُضول خرچی اور اِسراف سے بچتے ہوئے حدِّ اِعتدال میں رہنا ہوگا، شرک، قتلِ ناحق، جھوٹی گواہی اور بد کاری جیسے کبیرہ گناہوں سے بچنا ہوگا، اللہ تعالی کے حضور سچی توبہ، اور اس کے اَحکام پر عمل کرنا ہوگا۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اچھا اور سچا مسلمان بنا، اَحکامِ شریعت کا پابند بنا، حُسنِ اَخلاق اور عاجزی واِنکساری کا پیکر بنا، اپنی رِضا کو ہمارا مقصود ومطلوب بنا، فُضول اور لایعنی کاموں سے محفوظ رکھ، جاہلوں کے ساتھ لاحاصل بحث وتکرار سے بچا، شرک، قتلِ ناحق، جھوٹی گواہی اور بدکاری جیسے کبیرہ گناہوں سے محفوظ رکھ، نیکیوں پر استقامت اور گناہوں سے بچنے کا جذبہ عطا فرما، اور سچی توبہ کرکے کامل مؤمن بننے کی توفیق مَرحمت فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

نَوجوان نَسل کی کردار سازی

(جمعۃ المبارک ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ - ۲۹/۰۷/۲۰۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

کردار کا لُغوی معنیٰ واہمیت

برادرانِ اسلام! کردار کا لُغوی معنیٰ: طرز، روِش، طَور، طریق، شُغل اور عادت وخصلت کے ہیں[1]، کسی بھی انسان کا کردار اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، چنانچہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنی اِصلاح کے ساتھ ساتھ، اپنی قوم کے نَوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی پر بھی خاص توجہ دیں؛ کہ یہ ہماری قوم وملّت کا سرمایہ اور مستقبل ہیں!۔

نعمتِ الٰہی کا حُصول

عزیزانِ محترم! نوجوان کسی بھی قوم وملّت کے درخشاں مستقبل کی ضمانت ہوتے ہیں، اگر ان کی کردار سازی اور اچھی تربیت پر توجہ دے دی جائے، تو اُن کا وُجود

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" ۳/۴۹۳۔

دنیا وآخرت میں نعمتِ الٰہی کے حُصول کا باعث بنتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ، إِلَّا مِنْ ثَلاَثَةٍ: (١) إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، (٢) أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، (٣) أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»[1] "انسان جب اِس دارِ فانی سے کُوچ کرتا ہے، تو تین ۳ چیزوں کے سِوا اُس کے تمام اَعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱) ایک صدقۂ جاریہ، (۲) دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) اور تیسرا وہ نیک اَولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی رہے"۔

خیر وبھلائی کی تعلیم

حضراتِ گرامی قدر! خیر وبھلائی کی تعلیم، اِصلاحِ مُعاشرہ اور کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّدنا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- نے خاص طَور پر اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُم الْخَيْرَ!»[2] "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو!"۔

آج کے بچے کل کے نوجوان ہیں، ان کی اچھی تربیت ان کی مثبت کردارسازی کا پہلا زینہ، اور ان کے لیے ہماری طرف سے بہترین تحفہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ، أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ!»[3] "باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الوصية، ر: ٤٢٢٣، صـ٧١٦.

(٢) "شُعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ٨٧٠٤، ٦/ ٢٩١١.

(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في أدب الولد، ر: ١٩٥٢، صـ٤٥٣.

نہیں، کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے!"۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں اور نوجوان نسل کو، دُنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کریں؛ کہ اس کے بغیر اَخلاقی تربیت اور کردار میں سُدھار، کسی طور پر ممکن ہی نہیں!۔

نَوجوان نسل کی کردار سازی میں والدین کا کردار

عزیزانِ مَن! نوجوانوں اور بچوں کی کردار سازی میں متعدّد عوامل کا عمل دخل ہوتا ہے، لیکن ان میں سب سے اہم چیز اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہے، اچھی تعلیم وتربیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ اولیول (O`Level) کے کسی مہنگے اور شاندار اسکول میں داخلہ (Admission) دِلوا کر انسان بے فکر ہو جائے! بلکہ والدَین پر لازم ہے کہ قوم کے اِن معِماروں کو خدمتِ دِین اور تعمیرِ وطن کے لیے ذہنی طور پر تیار کریں، ان کی مثبت کردار سازی کریں؛ تاکہ ان میں عقائد کی پختگی، اَخلاق کی درستگی، اعمال کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، فکر ونظر کی وُسعت، اور عزّتِ نفس کا اِحساس اُجاگر ہو! اور وہ اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک خوددار شہری بن کر بھی مُعاشرے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

یاد رکھیے! امّتِ مسلمہ کے یہ نوجوان، قوم وملّت کی امانت ہیں، ان کی اچھی تعلیم وتربیت اور بہترین کردار سازی والدین کی ذمّہ داری ہے، اس مُعاملے میں ذرا سی بھی کوتاہی، آخرت میں پکڑ کا باعث بن سکتی ہے! سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»[1]

---

(۱) "صحيح البخاري" باب الجمعة في القرى والمدن، ر: ۸۹۳، صـ۱٤٤.

"تم سب اپنی اپنی جگہ ذمّہ دار ہو، اور تم سب سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا! ... مرد اپنے اہل وعِیال کا ذمّہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، جبکہ عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمّہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا!"۔

نسلِ نَو کی کردار سازی میں اساتذہ کا کردار

حضراتِ ذی وقار! نوجوانوں کی کردار سازی میں اساتذہ (Teachers) کے کردار کا، کسی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اگر یوں کہا جائے تو شاید بے جانہ ہوگا، کہ اسکول، کالج (College) اور جامعہ (University) وغیرہ میں اچھی تعلیم دِلوانے کا، ایک اَہم مقصد نوجوانوں کی کردار سازی اور شخصی تعمیر بھی ہوتا ہے، اس سلسلے میں اسکول اور کالج کی انتظامیہ اور ہمارے تعلیمی بورڈز (Boards of Education) معیاری نصاب تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں، پیشہ وارانہ اساتذہ کا تقرُّر کیا جاتا ہے، لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مناسب چیک اینڈ بیلنس (Check & Balance) نہ ہونے کے باعث، آج خاطر خواہ نتائج دیکھنے میں نہیں آتے! ہمارے تعلیمی اداروں میں اَخلاقی تربیت کا بڑا فُقدان ہے، اسلامی تعلیمات کو ثانوی حیثیت نہیں، بلکہ کوئی حیثیت نہیں دی جاتی ہے! اساتذہ (Teachers) اَخلاقی طور طریقوں، اسلامی اَقدار اور نفسِ مضامین کو طلباء کے قلب وذہن میں اُتارنے، اور اپنی عملی زندگی میں اس کا نفاذ کرنے کے بجائے، رَٹنے پر زور دیتے ہیں! یہ چیز ہمارے نوجوانوں کے لیے کسی زہرِ قاتل سے کم نہیں!؛ کیونکہ کسی چیز کو رَٹ کر امتحان تو پاس کیا جاسکتا ہے، اے پلس گریڈ (A+ Grade) یا امتیازی پوزیشن

(Privileged Position) بھی حاصل کی جا سکتی ہے، لیکن نوجوانوں کی اَخلاقی تربیت اور کردار سازی نہیں کی جا سکتی! لہذا شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہمارے تمام اساتذۂ کرام کو، اپنی اس اہم ذمّہ داری کا احساس کرنا ہو گا! ملازمت کے بجائے عبادت سمجھ کر اپنے تدریسی فرائض کو مکمل ایمانت اور دیانتداری سے ادا کرنا ہو گا!؛ تاکہ نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کرکے انہیں اچھا، کارآمد اور باعمل مسلمان شہری بنایا جاسکے!۔

تعلیمی اداروں میں منشیات کی لعنت اور نَوجوان نسل

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہمارے بعض تعلیمی اداروں کا ماحول خطرناک حد تک بگڑ چکا ہے، بعض کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and Universities) میں منشیات فروشی کا سلسلہ سرِعام جاری ہے، نوجوان نسل ہماری آنکھوں کے سامنے تباہی کے عمیق گڑھے میں دھکیلی جارہی ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارے حکمراں اور ان کے ترجمان ہیں، کہ انہیں میڈیا پر "سب اچھا ہے" کی گردان رَٹنے ہی سے فرصت نہیں! آخر ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟!

خدارا! حصولِ علم، ملازمت، یا کسی کام کاج سے گھر سے باہر جانے والے نوجوانوں، اور چھوٹے بہن بھائیوں پر نظر رکھیں! کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور یاری دوستی کیسے لوگوں کے ساتھ ہے؟ ان کی سماجی سرگرمیاں (Social Activities) کیا ہیں؟ موبائل فون (Mobile Phone) وغیرہ پر وہ کیا دیکھتے سنتے اور کیسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں؟ ان سب اُمور پر کڑی نگاہ رکھیں، اور لاڈ پیار کے چکر میں ان کی دنیا وآخرت کی تباہی کا باعث نہ بنیں!۔

صحبت اور ہمنشینی کا کردار سازی میں عمل دخل

عزیزانِ مَن! کسی انسان کے اچھے یا بُرے کردار میں، صحبت اور ہمنشینی کا بڑا عمل دخل ہوا کرتا ہے، اگر انسان اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اس کا کردار بھی اچھا ہوگا، اور اگر کسی شخص کا بُرے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہوا، تو اس کے کردار اور قول وعمل میں بھی اس کی جھلک بہت نمایاں نظر آئے گی! لہٰذا ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں، زیادہ سے زیادہ وقت بزرگانِ دین اور نیک لوگوں کے ساتھ گزاریں؛ تاکہ ہماری اَخلاقی تربیت ہو! اور اُن سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا رہے! اللہ ربّ العالمین نے ہمیں اچھے، سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو!"۔

عزیزانِ محترم! کردار سازی کے لیے صرف اچھے لوگوں کی صحبت اور ہمنشینی اختیار کرنا کافی نہیں، بلکہ بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے جہاں ہمیں ایک طرف اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا، وہیں دوسری طرف بُرے لوگوں کی صحبت سے دُور رہنے، اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی منع فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾[2] "تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ!"۔

---

(۱) پ۱۱، التوبة: ۱۱۹.

(۲) پ۷، الأنعام: ٦٨.

بُری صحبت کی جدید صورتیں اور ذرائع

میرے محترم بھائیو! اچھی یا بُری صحبت کا تعلق صرف انسان تک ہی محدود نہیں، اگر کوئی شخص فیس بک (Facebook)، ٹویٹر (Twitter)، انسٹاگرام (Instagram)، انٹرنیٹ (Internet)، یا دیگر سوشل میڈیا (Social Media) ذرائع سے، گانے باجے سنتا ہے، فلمیں ڈرامے دیکھتا ہے، فحاشی وعُریانیت پر مبنی ویڈیوز (Videos) دیکھتا ہے، یا اجنبی لڑکے لڑکیوں سے شریعت مُطہّرہ کے اُصول کے خلاف، بے تکلّف گفتگو یا چیٹ (Chat) کرتا ہے، تو یہ سب اُمور بھی بُری صحبت کا کام کرتے ہیں، بلکہ برائی کے رَواج میں ان سب چیزوں کی تاثیر بہت تیز اور انتہائی خطرناک ہے، لہذا نیک بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، ایسے غیر شرعی اُمور اور ذرائع سے بچنا ہر ایک پر لازم وضروری ہے؛ کہ صحبت بہرصورت اپنا رنگ دکھاتی ہے!۔

سرکارِ دوعالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَثَلُ الجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ المِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ المِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً خَبِيْثَةً»[۱] "اچھے اور بُرے دوست کی مثال مُشک اُٹھانے والے، اور بھٹّی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے یا تو کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹّی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جَلا دے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بد بو پاؤ گے!"۔

(۱) "صحيح ابن حِبّان" كتاب البِرّ والإحسان، ر: ٥٦٢، صـ١٤٧.

حضرت سیّدنا حکیم لُقمان علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ "جس نے بُرے دوست کی صحبت اختیار کی وہ سلامت نہیں رہے گا، اور جو نیک دوست کی صحبت اختیار کرے گا، وہ قابلِ قدر مال پائے گا"[1]۔ تو معلوم ہوا کہ ہمنشینی اور دوستی کے اثرات، انسان کی شخصیت وکردار پر ضرور مرتَّب ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بُری صحبت سے بچے، اور نیک صحبت اختیار کرے!۔

شراب نوشی... کردار سازی میں ایک بڑی رکاوٹ

عزیزانِ گرامی قدر! ہماری نوجوان نسل کے اَخلاق وکردار میں جن اشیاء نے بگاڑ پیدا کیا، شراب نوشی بھی ان میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے مسلمانوں پر شراب نوشی حرام فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور پانسے (فال کے تیر پھینکنا) ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا اِن سے بچتے رہنا؛ تاکہ تم فلاح پاؤ! شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جُوئے کے سبب، بُغض اور دشمنی ڈلوادے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آ گئے!"۔

لہٰذا ہمیں اپنی نوجوان نسل کے کردار میں سُدھار پیدا کرنے، اور انہیں ایک

---

(۱) "الزُهد والرقائق" باب فضل ذكر الله ﷻ، ر: ۱۰۵۹، ۱/ ۳۷۳.

(۲) پ۷، المائدة: ۹۰، ۹۱.

اچھا اور مُعاشرے میں مفید انسان بنانے کے لیے، اس چیلنج (Challenge) سے بھی نپٹنا ہو گا!۔

بدکاری... اَخلاقی بگاڑ کا سب سے بڑا سبب

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! کسی بھی انسان کے کردار میں بگاڑ پیدا کرنے کا، سب سے بڑا سبب زِناکاری ہے، یہ انتہائی بے حیائی کا کام ہے، خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے اس کی سخت مُمانعت وحرمت بیان فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[1] "بدکاری کے پاس بھی مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے!"۔

آج بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارا نوجوان اس فعلِ شنیع میں بری طرح مبتلا ہوا جاتا ہے، اُسے اپنے کردار، خاندانی عزّت ووقار اور شرعی حُدود وقُیود کا بھی کوئی لحاظ وپاس نہیں رہا، باوُجود یہ کہ حضور نبئ کریم ﷺ نے نوجوانوں سمیت اپنی تمام اُمّت کو، بدکاری وفعلِ حرام سے بچنے پر جنّت کی ضمانت دی ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ!»[2] "جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان)، اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں"۔ لہٰذا ہماری نوجوان نسل سمیت ہم سب پر لازم ہے، کہ اس فعلِ بد سے کوسوں دُور رہیں، بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس سے بچائے رکھیں!۔

---

(۱) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳۲.

(۲) "صحيح البخاري" باب حفظ اللّسان، ر: ٦٤٧٤، صـ١١٢٣.

تزکیۂ نفس ... تعمیرِ شخصیت اور کردار سازی کا ایک اہم پہلو

حضراتِ گرامی قدر! شخصیت اور کردار کی تعمیر کو دینِ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالی نے اپنے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جو اَحکام نازِل فرمائے ہیں، اُن میں تعمیرِ شخصیت اور کردار سازی ہمیشہ اہم ترین موضوع رہا ہے، کہ انسان کی فلاح وکامیابی کا راز اِسی میں پنہاں ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَاۙ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾[1] "وہ مُراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کر لیا، اور نامُراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں میں) دَبائے رکھا!"۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی اور اپنے نوجوانوں کی کردار سازی میں، تزکیۂ نفس کے پہلو کو بھی ضرور پیشِ نظر رکھیں!۔

حُسنِ اَخلاق ... مثبت کردار سازی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے

حضراتِ ذی وقار! کسی بھی انسان کا کردار اُس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتا، جب تک وہ حُسنِ اَخلاق جیسی بہترین صفت سے متّصف نہ ہو جائے، حضرت سیّدنا ابو دَرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ القِيَامَةِ، مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ الله لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ!»[2] "بروزِ قیامت مؤمن کے میزان میں، سب سے زیادہ بھاری اور وَزن دار چیز، اس کے اچھے اَخلاق ہوں گے، اور اللہ تعالی فحش گوئی کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے!" یعنی اللہ تعالی ہر فحش گو، بداَخلاق، بدکردار، بدکلام اور بے حیا شخص کو ناپسند فرماتا ہے!۔

---

(١) پ٣٠، الشمس: ٩، ١٠.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصلة، ر: ٢٠٠٢، صـ٤٦٢.

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، أَحْسَنكُمْ أَخلاَقاً»[1] "یقیناً تم میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ ہے، جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے"۔

دعوتِ فکر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مذکورہ فرامینِ مبارکہ، ہمیں دعوتِ فکر دے رہے رہیں، کہ ایک اچھا مسلمان بننے اور اپنے کردار میں بہتری لانے کے لیے، اَخلاق کا اچھا ہونا کتنا ضروری ہے! لہٰذا اگر ہم واقعی ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا چاہتے ہیں، اور اپنی نوجوان نسل کی مثبت کردار سازی کرنا چاہتے ہیں، تو اُن کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ، ہمیں اپنی ذات کو بھی تمام اَخلاقی رَذائل سے پاک کرنا ہوگا، اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نرمی، شفقت، لُطف، مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہوگا؛ کہ ہمارے دینِ متین کی یہی تعلیمات ہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے کردار وسیرت میں بہتری پیدا فرما، ہمارے قول وفعل کے تضاد کو ختم فرما، ہماری اور ہماری نوجوان نسل کی اِصلاح فرما، انہیں بے راہ رَوی سے محفوظ فرما، شراب نوشی، بدکاری، بداَخلاقی، بدکرداری اور بداَعمالی سے بچا، حُسنِ اَخلاق کی دَولت سے مالامال فرما، اور تزکیۂ نفس کا جذبہ عنایت فرما!، آمین یارب العالمین!۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب أصحاب النّبي، ر: ۳۷۵۹، صـ۶۳۲.

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

۲۰۲۰ء

(جلد اوّل ودوم)

تالیف

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

۲۰۲۱ء

(جلد اوّل و دوم)

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

اسلامی عقائد و مسائل

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

تقریظاتِ جلیلہ

علامہ محمد احمد مصباحی – علامہ عبد الستار سعیدی

علامہ جمیل احمد نعیمی – مفتی محمد الیاس رضوی

مفتی نظام الدین رضوی – علامہ عبد المبین نعمانی

صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری

اہل السنۃ

للتحقیق الکتب والطباعۃ والنشر

صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام و مرتبہ اور فضائل و مَناقب پر مشتمل ایک مستند تحریر

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسولُ اللہ کی

عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُعاوِن

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی حفظہ اللہ تعالیٰ

أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

تحقیقاتِ امامِ علم وفن

تصنیف

امامِ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اصلاح و تقدیم

نبیرۂ صدر الشریعہ
حضرت علّامہ مفتی فیضان المصطفی اعظمی حفظہ اللہ تعالیٰ

تحقیق و ترتیبِ جدید

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

أهل السنة
لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

تحسين الوُصول

إلى مصطلَحِ حديثِ الرَّسول ﷺ

(عربي – اردو)

بقلم

د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني حفظه الله تعالى

ويليه

المنظومة البَيقُونيّة

للعلّامة طه بن محمد البَيقُوني (ت ١٠٨٠ هـ)

أهل السنة للتحقيق الكتب والطباعة والنشر

(عربي-اردو)

قواعد أصوليّة

(ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات)

شرک وبدعت کی پہچان

إعداد

المفتي محمد أسلم رضا الشِّيواني المَيمني حفظه الله تعالى